نسلوں کی خیرخواہی سے زیادہ خیر جاری نہیں ہے۔ زیادہ کے لفظ میں مجھ سے اس موقع پر غلطی ہوئی اس لیئے کہ میرے نزدیک اُس کے سوا اَور کوئی چیز خیر جاری ہو نہیں سکتی ؀

اب میں مکرّر آپ صاحبوں کی عنایت و مہربانی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ تمام ممبران انجمن کو یقین کرنا چاہیئے کہ دنیا میں جس قدر عزتیں انسان کے لیئے ہونی ممکن ہیں وہ سب آج کے اس جلسہ میں مجھ کو دیں اگرچہ شاید وہ اپنے محل پر نہیں ہیں۔ یہ عزت نہ صرف میرے لیئے ہمیشہ فخر کا موجب ہوگی بلکہ میری نسل میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔ آپ یقین فرمالیں کہ کوئی تمغہ کوئی خطاب کوئی عزت انسان کے واسطے اپنی قوم کی قدردانی سے زیادہ فخر کا موجب نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ جیسا خیال آپ نے اپنے حسن ظن سے میری نسبت فرمایا اور جو عمدہ ایڈریس آپ نے مجھکو دی اُس سے مجھ کو بڑا نیک تول اپنی قوم اور اپنی قوم کی آیندہ نسلوں کے واسطے حاصل ہوا ہے ؀

آجکی اس کارروائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے بھائیوں کے دل میں اس بات کا جوش پیدا ہوگیا ہے کہ جو شخص اُن کے ہمقوم یا ہمجنسوں کی بھلائی کے واسطے کوشش کرتا ہے وہ اُس کی قدر کرتے ہیں اور اُس کو عزیز سمجھتے ہیں پس آنے والے زمانے کیواسطے بڑی عمدہ فال ہے اور یہ عزتیں جو آج مجھ کو دی گئیں گو اپنے محل پر نہ ہوں لیکن اُمید ہے کہ آیندہ اَور ایسے لوگ پیدا ہونگے جو ایسی عزتوں کے مستحق ہوں ؀

۱۳

تقریر جو مشنری اسکول گورکھپور میں جلسہ سالگرہ ملکہ معظّمہ کی تقریب پر ۲۹ مئی ۱۸۷۶ء کو کی اور حسب درخواست حضور ملکہ معظّمہ اور شہر لنڈن کے کچھ حالات بیان کیے

اوّل سیّد صاحب نے کچھ مختصر حال جناب ملکہ معظّمہ کا ابتدائے ولادت سے بیان فرمایا اور فرمایا کہ حضور ممدوحہ کے پدر بزرگوار کا نام ایڈورڈ آف کنٹ ہے - اور ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو حضور ممدوحہ بمقام کنزنگٹن پیاس میں پیدا ہوئیں - اگلے ہی سال میں حضور ممدوحہ کے شفیق باپ نے قضا کی اور ہماری ملکہ معظّمہ یتیم ہوگئیں - اُس وقت یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ یہ بن باپ کے لڑکی ایک روز ایسی عظمت اور شان کو پہونچے گی کہ یورپ اور افریقہ اور ایشیا اور امریکہ ہر ایک حصہ ملک میں اُسکی حکومت اور طاقت کا لوگ اقرار کرینگے لیکن اب میں آپ صاحبوں کو بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جس کے سبب ہماری ملکہ معظّمہ نے ایسی بڑی ناموری حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کی - یہ حضور ممدوحہ کی مادر مشفقہ کی تعلیم کا نتیجہ تھا حضور ممدوحہ کی والدہ ماجدہ کا نام ڈچس آف کینٹ ہے جو بادشاہ بلجیم کی بہن تھیں - اُنھوں نے بعد انتقال اپنے شوہر کے بڑے استقلال اور قابلیت کے ساتھ اپنی یتیم لڑکی کی تعلیم و تربیت کا اہتمام خود اپنے ذمہ لیا سب سے پہلے اُنھوں نے جناب ملکہ معظّمہ کو ورزش سکھلائی یعنی وہ کام جن سے بدن چست اور طبیعت خوش رہے ہمارے ملک کے آدمی ابھی اس اہم معاملے کی خوبی سے آگاہ نہیں ہیں اور اپنی اولاد کی صحت جسمانی کا زیادہ لحاظ نہیں کرتے حالانکہ یہ ابتدائی احتیاط ہر ایک قسم کی تعلیم کی جڑ ہے اگر بچوں کی صحت و عافیت میں ابتدا سے کچھ خلل آجاوے تو پھر اُن کی ہر ایک قسم کی استعداد پژمردہ ہوجاتی ہے اور وہ تعلیم کے اعلےٰ درجہ کو نہیں پہنچ سکتے ❊

ورزش کے بعد جس چیز کی تعلیم دی گئی وہ **اعتدال** ہے یعنی ہر ایک کام میں سلامت روی اختیار کرنا - اس کے علاوہ گھوڑے کی سواری اور جہازی سفر وغیرہ لوگوں کی

تعلیم بھی دی گئی تاکہ جب کبھی سفر پیش آجاوے یا فوجوں کے ساتھ رہنے کی ضرورت پڑے تو حضور ممدوحہ ہر ایک موقع پر مستعد رہیں ؛

اُن سب باتوں کے علاوہ ایک اَور بڑی عُمدہ چیز سکھلائی گئی یعنی کفایت شعاری جو بادشاہوں کے لیئے نہایت ضرور ہے - مگر اِس مُلک کے لوگ شاید اسکو بہت کم سمجھینگے اِس لیئے کہ یہاں ہمیشہ ایسے بادشاہوں نے فرماں روائی کی جن کو کفایت شعاری سے کچھ غرض نہ تھی - جس وقت جس کام میں اُن کا جی چاہا خزانہ صرف کر دیا - کوئی اُن سے پُوچھنے والا نہ تھا - برخلاف اِس کے ہماری ملکہ معظمہ کی طبیعت میں ابتدا ہی سے ایسا اعتدال اور کفایت شعاری داخل کی گئی کہ کسی وقت اُس سے قدم باہر نہیں رکھا - والئی کونسٹ مل برن صاحب نے حضور ممدوحہ کو اُن تمام اصول انتظام سلطنت کی تعلیم دی جن کے بموجب اُس وقت انگلستان کی سلطنت میں کارروائی ہوتی تھی - آخر اِس تمام عُمدہ تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا جب بادشاہ ولیم چہارم نے انتقال کیا اور صحیح النسب وارث سلطنت نہ رہا تو بموجب قانون انگلستان کے ۲۰ - جُون ۱۸۳۷ء کو ہماری ملکہ معظمہ خلد اللہ ملکہا و سلطنتہا تخت نشین ہوئیں جو اُس وقت ہر طرح سے ایسے بڑے عہدہ کے لائق تھیں - ۱۰ فروری ۱۸۴۰ء کو حضور ممدوحہ کی شادی ہوئی اور ۱۸۴۱ء میں پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت پیدا ہوئے - اور اب حضور ممدوحہ کا سن چھپن سال کو پہونچا - جناب ملکہ معظمہ کے عہد کی نسبت جس قدر تعریف اور توصیف کی جاوے وہ سب بجا اور درست ہوگی - میں اِسوقت ایک بڑے لایق مصنف لارڈ بروہم کا قول بیان کرتا ہوں جس نے بہت ہی مختصر اور سیدھے اور سچے لفظوں میں ہماری ملکہ معظّمہ کی نسبت رائے دی ہے لیکن قبل اُس قول کے بیان کرنے کے میں آپ صاحبوں پر یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ یورپ کے مصنّفوں کے بیان کو ایشیائی مصنّفوں کے بیان پر قیاس نہ کریں جن کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کی تعریف میں وہ باتیں بیان کرتے ہیں جن کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور محض جھوٹ ہوتی ہیں اور جن سے ہرگز کسی بادشاہ کے اصلی حالات معلوم نہیں ہو سکتے - یُورپ کے مصنّفوں کا طرز اس سے بالکل برخلاف ہے ؛

یہ مصنّف کبھی کسی کی ایسی تعریف نہیں کرتے جس کا وہ مستحق نہ ہو پس لارڈ بروہم کا قول جو میں اب بیان کرتا ہوں اُس کی نسبت کسی طرح یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اُس نے اُس بیان میں کچھ بھی مبالغہ کیا ہوگا ؛

اس عالی رُتبہ مصنّف کا وہ قول یہ ہے کہ " کسی ملک میں ایسی ملکہ آج تک نہیں ہوئی

جو پبلک اور پرائیویٹ باتوں میں ملکہ وکٹوریا سے بڑھکر قابل تعریف اور رعایا کی شکر گزاری کی مستحق ہو۔" اب اس مصنف کے اس فقرہ کے ہر ایک لفظ پر غور کرنا چاہیئے کہ اُس میں کس قدر سادگی اور سچائی بھری ہوئی ہے خصوصاً یہ آخر کا جملہ کہ "رعایا کی شکر گزاری کی مستحق ہو"۔ کیسی سچی اور کس قدر بڑی تعریف کی بات ہے اور جو سچ اور بالکل سچ ہے۔ کسی مُلک کی رعایا کو اسقدر آزادی اور اسقدر حقوق حاصل نہیں ہیں جیسے انگلستان کی رعایا کو حاصل ہیں اور وہ وہاں ایک بادشاہ مانا جاتا ہے لیکن اُس کے اختیارات کی وہ کیفیت نہیں ہے جیسے آپ صاحبوں کے خیال میں سمائی ہوئی ہوگی اور جیسے ایشیا کے بادشاہوں کی کیفیت تھی جن کو یہ اختیار تھا کہ جس شخص کی نسبت جو حکم چاہیں دیدیں۔ جس کام میں جس قدر چاہیں خزانہ صرف کردیں۔ انگلستان کے بادشاہ کی حالت بالکل اس کے برعکس ہے۔ یہاں بادشاہ کے اختیارات محدود ہیں اور تمام قوانین جن پر سلطنت کی کُل کارروائی منحصر ہوتی ہے رعایا کی منظوری کے بعد جاری ہوتے ہیں۔ بادشاہ کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ سلطنت کے خزانہ کو اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے صرف کردے۔ میں جس عرصہ میں لنڈن میں مقیم تھا تو پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ آئرلینڈ میں جناب پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت کے واسطے ایک قطعہ اراضی جو بہت عُمدہ موقع پر واقع تھا سلطنت کے خزانہ سے خرید کیا جاوے اور لارڈ ہیچر صاحب نے ایسی خوبصورتی سے اس معاملہ کو پارلیمنٹ میں پیش کیا کہ اُسکو پرائیویٹ مقاصد سے نکال کر بالکل ایک پولیٹیکل معاملہ بنادیا اور بیان کیا کہ جو مخالفت آئرلینڈ کی رعایا کو لنڈن کے شاہی خاندان سے ہے اُس کے لحاظ سے یہ بات بہت ہی ضرور ہے کہ خاندان شاہی کیواسطے اُسملک میں اس قسم کی جائیداد پیدا کیجاوے اور اُن کا اُسملک میں اکثر قیام ہو تاکہ اس ذریعہ سے ایک خاص قسم کا ارتباط خاندان شاہی کو اُسملک کی رعایا سے پیدا ہووے مگر پارلیمنٹ کے ممبروں نے اس تمام وجوہات سے انکار کیا اور ہرگز اِس بات پر راضی نہ ہوئے کہ پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت کے واسطے شاہی خزانہ سے اس قسم کا خرچ روانہ کیا جاوے۔ پس جب رعایا کی آزادی اور اُنکی مداخلت انتظام مملکت میں اور اُن کے حقوق اس درجہ بڑھے ہوئے ہیں تو لارڈ برو ھم کا قول نہایت ٹھیک ہے۔

ہمارے اس مُلک ہندوستان کی نسبت لوگ البتہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہمکو ایسے حقوق حاصل نہیں جیسے رعایائے انگلستان کو حاصل ہیں +

قانون بنانے میں اور اَور امور میں جو مُلک کی حالت پر مؤثر ہیں یہاں کے لوگوں کی

رائے کو کچھ وقعت نہیں ہے۔ میں بھی اس بیان سے انکار نہیں کرسکتا اور اس نقصان کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں لیکن اُس کے ساتھ ہی انصافاً میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ تمام خرابی صرف اس لیئے ہے کہ ہملوگوں نے ابھی ایسی لیاقت حاصل نہیں کی ہے جو انگلستان کی رعایا کے سے حقوق ہمکو حاصل ہوں اور میری قطعی یہ رائے ہے کہ اگر ہمارے مُلک کے آدمی ویسی ہی لیاقت حاصل کرلیں جیسی انگلستان والوں نے حاصل کی ہے۔ اور اُن لیاقتوں کو ویسی ہی نیک نیتی اور خیرخواہی سے استعمال میں لاویں جیسی نیک نیتی اور خیرخواہی اہل انگلستان کو اپنی گورنمنٹ کی نسبت ہے تو بلاشبہ وہ تمام حقوق اس مُلک کی رعایا کو بھی حاصل ہوجاوینگے۔ ایک بڑے مصنف کا قول یہ ہے کہ گو آزادی رعایا کا ایک اصلی حق ہے لیکن اس قسم کے حقوق اُسی وقت حاصل ہوسکتے ہیں جبکہ رعایا میں اُن حقوق کو واجبی طور سے اور نیک نیتی سے برتنے کے لیئے لیاقت موجود ہو۔ پس ہمارے مُلک والوں کو اگر انگلستان کی رعایا کے سے حقوق کی آرزو ہے تو اُن کو بھی ویسی ہی لیاقت حاصل کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے ؞

(حالت شہر لنڈن)

اَب میں لنڈن کے شہر کی بھی مختصر کیفیت بیان کرتا ہوں جس کی مُجھ سے خواہش کی گئی ہے۔ مگر پھر اس بات کا عذر کرتا ہوں کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے کچھ زیادہ بیان نہیں کرسکتا ؞

لنڈن کا شہر ایک قدیمی شہر ہے اور قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے جب لیئر شیزر نے لشکرکشی کی تو اُس وقت یہ شہر آباد تھا اور اب یہ شہر تمام دنیا میں سب سے بڑا شہر ہے اور اگر میری یادنے غلطی نہ کی ہو تو قریب بیس۲۰ میل لمبا اور دس بارہ میل چوڑا ہے اور پینتیس لاکھ (۳۵۰۰۰۰۰) آدمی کے قریب اُس میں آباد ہیں۔ اگرچہ یہ شہر اپنی خوبصورتی میں پیرس سے اور عمدگی موقعہ میں قسطنطنیہ سے بہتر نہیں ہے لیکن آبادی اور مال و دولت کی کثرت کے لحاظ سے اب دنیا میں کوئی شہر اُس کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ ۱۲۵۵ء میں اوّل ہی اوّل چیپ سیڈ میں پانی کے نل اس شہر میں لگ گئے تھے جسکو آج وہ ترقی ہے کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے۔ کوئی گھر اور موقعہ باقی نہیں جہاں ان نلوں کے ذریعہ سے پانی نہ پہونچتا ہو۔ ایک مقام پر گھمادینے سے اُس تمام علاقہ کے گھروں کے حوض پہلی منزل سے لیکر اونچی سے اونچی منزل تک سب پہونچاتے ہیں اور جب کوئی حوض بھر جاتا ہے

توپھر اُس میں پانی جانا بند ہوجاتا ہے اور جب سب حوض بھر جاتے ہیں تو وہ کل از خود بند ہوجاتے ہیں ؛

روشنی کا اہتمام بھی اس شہر میں بہت مدت سے ہے۔ ۱۴۱۶ء میں لالٹینوں کی روشنی سڑکوں پر شروع ہوگئی تھی جس نے اب وہ ترقی پائی ہے کہ اس سے پہلے خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ ہر ایک گھر گیاس کی نہایت صاف روشنی سے منور ہے جو ایک نہایت لطیف ہوا ہے ؛

طرز عمارت میں بھی پہلے کی نسبت بہت زیادہ ترقی ہوگئی ہے۔ شہر میں ایک موقع پر پرانی عمارت کے کچھ مکان اتفاق سے ابتک اپنی پہلی حالت پر باقی ہیں۔ اُن کے دیکھنے سے اُس وقت کی طرز عمارت کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔ پچھلا طرز عمارت اس شہر کا یہ تھا کہ نیچے کا درجہ پاٹ کر اُسکے آگے چھجا نکال لیتے تھے اور دوسرا درجہ چھجے کے اوپر سے بنانا شروع کرتے تھے اور پھر چھجا نکال کر تیسرا درجہ اُسپر بناتے تھے اسی طرح درجہ بدرجہ مکان اوپر کو پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ کبھی مقابل کے دو مکان اونچے اور چوڑے ہوتے ہوتے آپس میں مل جانے کے قریب ہوجاتے تھے اور غالباً یہ طرز اس لیئے اختیار کیا گیا تھا کہ اُن مکانات کی اطراف میں جو لوگ راستہ چلیں اُن کو بارش اور برف سے امن ملے ؛

۱۶۶۵ء میں اس شہر میں ایک بہت بڑی وبا پھیلی جس میں بسبب کثرت سے انسانوں کی جانیں تباہ ہوئیں۔ اور ۱۶۶۶ء میں ایک سخت آگ لگی۔ اس عظیم آتشزدگی میں تیرہ ہزار گھر جل کر خاک سیاہ ہوگئے اور بہت ہی نقصان ہوا۔ جب متواتر دو برسوں میں یہ دو سخت آفتیں شہر پر نازل ہوئیں تب وہاں ایک بڑی کمیٹی منعقد کی گئی اور بہت سی تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ یہ دونوں آفتیں شہر کی طرز عمارت کی وجہ سے پیش آئیں پس اُسی وقت سے عمارت کا طرز بدلا گیا جس سے اس قسم کی مصیبتیں رُک گئیں اور اب وہ شہر ایسی عمدہ رونق پر پہنچ گیا ہے۔ ۱۶۶۶ء کی آتش زدگی کی یادگار میں ایک بہت بڑا مینار طیار کیا گیا ہے جو اب تک موجود ہے اور دو سو فیٹ بلند ہے اور جسکو دیکھکر لوگ اُس بڑی مصیبت سے واقف ہوتے ہیں اور طرز عمارت کی تبدیلی کی قدر کرتے ہیں ؛

لنڈن کے مشہور مکانات میں سے ٹوور آف لنڈن بھی ایک مکان عبرت سے ذکر کرنے کے لایق ہے۔ یہ لنڈن کا ایک قدیم قلعہ ہے۔ ۱۰۷۸ء میں بادشاہ ولیم اوّل نے اُسمیں ایک محل وہیٹ ٹوور کے نام تعمیر کیا بلکہ الزبت اور کنگ جیمس کے زمانہ تک وہ محل بادشاہوں کے رہنے کا مکان رہا اور اُس کے بعد سے قید خانہ ہوگیا بڑے بڑے

نامی سردار اُس میں قید ہوئے اور بہت سی جانیں نہایت بے رحمی کے ساتھ اُس میں ضایع ہوئیں۔ بہت سی خون اُسمیں بہائے گئے۔ وہ لوہے کا تبر جس نے بڑے بڑے بادشاہوں اور سرداروں کی گردنیں کاٹی ہیں اور کاٹ کا کندہ جسپر وہ گردنیں کٹی ہیں ٹور کے سلح خانہ میں اب تک موجود ہے۔ اسی مکان میں ایک اَور بُرج ہے جسکی سیر سے انسان کے دل پر ایک عجیب حیرت اور عبرت طاری ہوتی ہے۔ یہ برج ایک نہایت ہی مستحکم عمارت ہے اور اُس میں صرف ایک دروازہ ہے جس کے مضبوط کواڑوں کے بند ہو جانے کے بعد وہ بُرج پوری مایوسی کا عالم ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے نامی سردار جو اُس بُرج میں قید ہوئے ہیں اُن میں سے اکثروں نے اپنے اُن بداقبالی کے وقتوں میں کوئی کوئی فقرہ در و دیوار کے اوپر کسی ذریعہ سے کندہ کر دیا ہے۔ یہ سب فقرے ابتک جوں کے توں موجود ہیں اور اسقدر پُراثر ہیں کہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی انسان اُن کو دیکھے اور اُس کا دل بھر نہ آوے۔ اور بہت سے مکانات اور نہایت عجیب عجیب اور نادر نادر چیزیں اُس شہر میں ہیں جنکے بیان کے لیئے ایک زمانہ درکار ہے۔ اس لیئے میں پھر عذر کرتا ہوں اور زیادہ کیفیت وہاں کی چیزوں کی میں بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن کچھ مختصر سا ذکر اُس سچائی کا بھی کروں گا جو وہاں عموماً برتی جاتی ہے ایک ادنٰے بات یہ ہے کہ جب کوئی بازار میں جاتا ہے تو جس سوداگر کی دوکان میں گذر ہوتا ہے وہ سوداگر اُس کے ساتھ نہایت اخلاق و انسانیت سے پیش آتا ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہوئی اُسکو پسند کر لیا اور مالک دوکان کو اُس کی تفصیل اور مکان کا پتہ لکھا دیا۔ نہ قیمت کی کچھ تکرار ہے۔ نہ سودا ٹھہرانے میں ناحق کی بک بک ہے۔ اگر کسی نے کسی چیز کی قیمت دریافت کی تو بہت ملایمت سے اُسکا جواب مل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس سوداگر کا نوکر گاڑی پر سوار اُن سب چیزوں کو لیئے ہوئے دروازے پر آموجود ہوتا ہے اور وہ سب چیزیں سپرد کر جاتا ہے۔ اور اگر قیمت پہلے سے ادا نہیں کر دی گئی ہے تو مالک کی طرف سے اُس کا بل اپنے ساتھ لاتا ہے اور روپیہ لیکر چلا جاتا ہے۔

اب ہم لوگوں کو غور کرنا چاہیئے کہ وہاں ادنٰے ادنٰے موقعہ پر بھی کس درجہ سچائی برتی جاتی ہے اور اُس سے کس قدر آرام ملتا ہے۔

اِس میں بھی شک نہیں کہ لنڈن میں بدمعاش بھی پورے ہوتے ہیں۔ جو کام وہاں کے بدمعاش کر گذرتے ہیں وہ اَور کسی جگہ کے بدمعاشوں سے ممکن نہیں ہے۔ لیکن لحاظ کے قابل یہ امر ہے کہ اس بدمعاش کے ساتھ وہاں نیکی اور راستبازی کس قدر شایع ہے روزمرہ اخباروں میں یہ اشتہار دیکھے جاتے ہیں کہ کسی شخص کی سونے کی گھڑی فلاں جگہ سے

پڑی ہوئی کسی شخص کو ملی ہے اور اب وہ فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے جسکی ہو وہ آ کر لے لیوے ◆

بعض سررشتوں کے ملازم اپنے کسی افسر کی نالائقی ثابت کرنے کیواسطے کوئی غلط حساب اُسکے سامنے پیش کر کے تصدیق کرا لیتے ہیں اور زیادہ روپیہ اُسکے ذریعہ سے وصول کر لیتے ہیں۔ اور پھر اُسکے بعد اُس زرزاید کا نوٹ وزیر کے پاس لفافہ میں چلا آتا ہے اور اُسکے ساتھ ایک چٹھی اُس افسر کی شکایت میں ہوتی ہے کہ دیکھیئے فلاں افسر اسقدر نالائق ہے کہ اُس نے غلط حساب کو تصدیق کر دیا ◆

پس جہاں چند بدمعاشان ہوتے ہیں وہاں ایسے ایسے نیک دل انسان بھی کثرت سے موجود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس شہر کی خوبی اور نیک نامی اور تجارت دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور یہ سب باتیں عمدہ تعلیم کی بدولت ہیں ◆

جس زمانہ میں ہماری قوم کی تعلیم بھی عمدہ تھی ہم میں بھی یہ سب خوبیاں موجود تھیں۔ اور جب سے ہماری تعلیم ناقص ہو گئی وہ سب خوبیاں ہم میں سے جاتی رہیں۔ ہماری قوم نے ایک وقت میں علوم اور فنون میں ایسی ترقی کی تھی اور ایسی فیاضی سے اپنے علوم سے یورپ کی قوموں کو نفع پہونچایا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ اگر مسلمان اُن علوم میں ایسی ترقی نہ کرتے اور اُن سے اَور قوموں کو ایسا فایدہ نہ پہونچتا جیسا پہونچا تو آج دنیا میں اُن علوم وفنون کا نام بھی نہ ہوتا۔ قرطبہ کی یونیورسٹی نے اور ہماری بغداد کی یونیورسٹی نے اپنے علوم وفنون کی ترقی کی وجہ سے تمام دنیا میں علم کا آفتاب روشن کر دیا اور یہ انگریزوں کی قوم آج ایسی اعلیٰ درجہ کی شایستگی میں ہمارے اوپر حکومت کر رہی ہے اُنھیں یونیورسٹیوں اور مدرسوں سے اُسکو علوم و فنون کی روشنی پہونچی۔ آج اتفاق سے ہم اور وہ قوم جس نے ایک زمانہ میں ہم سے علم حاصل کیا اور اب ہم سے بہت اعلےٰ درجہ پر پہنچ گئی ہے اتفاق سے اِس ملک ہندوستان میں جمع ہو گئے ہیں پس ہمارا اُن سے یہ دعویٰ ہے کہ جو قرض اُن لوگوں نے ہمسے لیا تھا وہ اب ہم اُن سے وصول کریں۔ اور میں نہایت سچے دل سے شکر کرتا ہوں کہ وہ قوم اُس قرض کو مع سود دینے کے لیئے بڑی فیاضی سے حاضر ہے یعنی جو بہت سے علوم وفنون خود اُس نے اپنی محنت اور تلاش سے مستزاد کیئے ہیں وہ ہمکو سود میں دینے کے لیئے حاضر ہے مگر ہم اپنے تعصب اور جہالت اور نالائقی کی وجہ سے اُن سے محروم ہیں۔ پس میری خواہش یہ ہے کہ ہماری قوم اپنے خستہ حال کو دیکھے اور جو عمدہ موقعہ اُس کو اتفاق سے ہاتھ آیا ہے اُس سے فایدہ اُٹھانے میں کوتاہی نہ کرے اور سب ایک دل ہو کر اُس میں کوشش کریں اور آپس کی ضد اور بغض اور حسد سے برباد نہ کر دیں ◆

۱۴

تقریر جو ۳۱ جولائی ۱۸۷۲ء کو بمقام گورکھپور کمیٹی چندہ مدرسۃ العلوم مسلمانان میں کی گئی*

پریسیڈنٹ اور اَور صاحبو۔
میں آپ کا اور خصوصاً صاحبان انگریز کا جن کو خدا نے اس ملک کا حاکم کیا ہے نہایت
شکر ادا کرتا ہوں۔ انگریزوں کا خاص کر شکر اس لیئے واجب ہے کہ وہ ملکہ معظمہ کی رعایا کے
ساتھ نہایت ہمدردی سے پیش آتے ہیں اور جو کام ہم لوگ اپنے فایدہ کا کرنا چاہتے ہیں
اُس میں نہایت خوشی سے شریک ہوتے ہیں۔ اور صرف شریک ہی نہیں ہوتے بلکہ مددگار
ہو جاتے ہیں۔ اور سب صاحبوں کا شکر میں اس لیئے ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری درخواست
کو قبول فرمایا اور میرا ناچیز بیان سُننے کے واسطے یہاں تشریف لانے کی تکلیف اپنے اوپر
گوارا فرمائی۔ اب میں چند لفظ آپ کے سامنے مسلمانوں کی تعلیم کی نسبت التماس کرنا
چاہتا ہوں*

کچھ عرصہ گُذرا کہ ہم لوگوں نے اکثر علوم یونانی زبان سے اپنی زبان میں جو اُسوقت عربی
تھی ترجمہ کیئے اور اُس وقت سے تعلیم اور تربیت جیسی کچھ تھی کم و بیش ہوتی چلی آئی۔ مگر بتدریج
اُس میں زوال آتا گیا۔ اس زمانہ سے تیس یا چالیس برس پیشتر کی حالت پر اگر آپ غور کریں تو
آپ کو معلوم ہوگا کہ اُس وقت ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ میں بلکہ گانوں گانوں میں اکثر
پڑھے لکھے شخص ہوتے تھے۔ ابھی ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ علم کس قسم کے تھے اور اُن سے
کچھ فایدہ تھا یا نہیں مگر یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ ذی علم اور باعمل شخص ہر قصبے اور قریہ میں
کثرت سے تھے لیکن اب آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں علم کا کیا حال ہے مسلمانوں کے
تمام اُن خاندانوں پر نظر ڈالو جن میں پہلے علم تھا تو اکثر یہ دیکھوگے کہ اُن خاندانوں کے
لوگ یا تو کچھ شُد بُود جانتے ہیں یا بالکل جاہل محض ہیں۔ ان سب باتوں کا خیال کرکے ایک
جماعت نے جس کا نام خزینۃ البضاعۃ لتاسیس مدرسۃ العلوم المسلمین ہے
یہ ارادہ کیا ہے کہ ایسا کالج قایم کیا جاوے جس میں مسلمانوں کی عام بہتری ہو۔ بعض صاحب یہ
خیال فرماتے ہونگے کہ گورنمنٹ کالج اور مشنری اسکول جو جا بجا موجود ہیں

وہ ہماری ضرورتوں کے لیئے کافی ہونگے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ گورنمنٹ سے جہاں تک ممکن تھا اُس نے ہماری تعلیم کا انتظام کیا بلکہ اُس سے بھی کسی قدر زیادہ۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ مشنری اسکولوں کی تعلیم بھی نہایت عمدہ ہے مگر بحث اسمیں ہے کہ آیا یہ اسکول مُسلمانوں کی حالت کے مناسب ہیں یا نہیں اور جو جو اغراض اور مطالب ہماری قوم کے ہیں آیا وہ ان دونوں قسم کے اسکولوں سے حاصل ہوسکتے ہیں یا نہیں ایک مدت ہوئی جب میں لنڈن میں تھا تو میں نے ایک **پمفلٹ** لکھا اور اپنی دانست میں اُسمیں یہ ثابت کیا کہ گورنمنٹ اسکول ہندوستان کے لوگوں کی تمام اغراض کے واسطے کافی نہیں ہیں جو لوگ موجودہ سررشتہ تعلیم کے طرفدار تھے اُنھوں نے میرے پمفلٹ سے بہت بُرا مانا اور غُل مچایا اور شاید **سر ولیم میور صاحب** بہادر ہمارے لفٹنٹ گورنر سابق بھی اُسکو پسند نہیں کرتے تھے اور **صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن** بھی اُس کے برخلاف تھے۔ لیکن ہمکو نہایت احسان ماننا چاہیئے **ڈاکٹر ھنٹر** کا کہ گو اُس نے یہ کتاب مُسلمانوں کے برخلاف لکھی مگر نہایت انصاف اور ایمانداری سے مُسلمانوں کی ابتری تعلیم اور اُن کی ابتر حالت کو بیان کیا۔ میں ایک غریب آدمی تھا میرے پمفلٹ کی طرف کسی نے التفات نہ کیا اور لپیٹ کر کے ڈال دیا۔ ڈاکٹر ہنٹر ایک بہت مشہور آدمی تھا اُس کی تجویز کی طرف سب نے آنکھیں کھولیں ولایت میں ایسی غُل مچی کہ ہر ایک شخص کا خیال مُسلمانوں کی حالت کی طرف مائل ہوا۔ **لارڈ نیپر** نے بھی اُس کو دیکھا اور اُن کے دل میں بھی اُس کا اثر ہوا اور تمام ہندوستان کے افسروں سے لارڈ ممدوح نے اس بات میں رائے طلب کی تاکہ معلوم کریں کہ جیسا ڈاکٹر ہنٹر نے لکھا ہے اُس کا حال کیا ہے۔ مدراس و بمبئی و بنگال و پنجاب و اودھ و ممالک مغربی شمالی غرضیکہ ہر حصہ ملک سے جو رپورٹیں روانہ ہوئیں اُن کا یہی منشا رتھا کہ **گورنمنٹ ایجوکیشنل سسٹم** اس قابل ہے کہ اُس میں مُسلمانوں کے مناسب حال کرنے کے لیئے کچھ ترمیم کیجاوے۔ اُسپر سکرٹری آف اسٹیٹ کے حکم سے تاکید ہوئی کہ ایسا سلسلہ درست کیا جاوے جو مُسلمانوں کی حالت کے خاصکر مناسب ہو۔ نہایت شکر ہے **لارڈ نارتھ بروک** کا جنھوں نے اس سلسلہ کی درستی میں بڑی توجہ فرمائی اور میں پھر صاف کہوں گا کہ گورنمنٹ کے اصول کے اعتبار سے جس قدر گورنمنٹ کو کرنا چاہیئے تھا اُس سے بہت کچھ زیادہ کیا اور ایک نیا طریقہ تعلیم کا خاص مُسلمانوں کے واسطے جاری کیا۔ گورنمنٹ بنگال اور بمبئی و مدراس نے اس میں بہت توجہ کی اور ہمارے نواب لفٹننٹ گورنر سابق نے بھی ایک سرکلر جاری کیا جس میں سلسلہ تعلیم کو ایسا کرنا چاہا جو مُسلمانوں کے اغراض کے لیئے کافی ہو۔ مگر میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے

کہ گورنمنٹ کی مہربانی ہیں جو اُس نے ہمارے حال پر کی کچھ شک نہیں ہے مگر جو کام ہماری
گورنمنٹ کی قدرت سے خارج ہے اُس کو اگر وہ کرنا بھی چاہے تو کیونکر کرسکتی ہے۔ گورنمنٹ
اگر چاہے کہ وہ ہمارے رسم و رواج میں کچھ اصلاح کرے تو گو وہ کیسی ہی نیک نیتی سے کچھ کرنا چاہے
مگر ممکن نہیں کہ کچھ کر سکے۔ پس جو کچھ گورنمنٹ نے ہمارے حق میں کیا اُس کا ہمکو بہت ضرور
شکر کرنا چاہیئے۔ لیکن اُس کے ساتھ میں صرف یہی نہیں کہتا کہ وہ انتظام ہماری اغراض کے لیئے
پورا نہیں بلکہ میں نہایت استحکام اور یقین سے کہتا ہوں کہ جو تدبیر گورنمنٹ اختیار کرے گی وہ
کبھی کامل نہ ہوگی اور ہمیشہ ہاف میجر رہے گی۔ پس جبتک ہم لوگ اپنی تعلیم و تربیت کا
خود بندوبست نکریں اُس وقت تک اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔ گورنمنٹ
کا ہاتھ ہمارے سر پر رہنا چاہیئے۔ میری ہمیشہ سے یہ رائے ہے کہ گورنمنٹ نے بڑی غلطی
کی ہے جو سلسلۂ تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اگر وہ اُس کے عوض میں یہ کرتی کہ جن سکولوں
اور مدرسوں اور خانقاہوں میں بطور خود تعلیم ہوتی تھی اُنھیں کی مدد کرتی تو جو مقصود ابتک حاصل
نہیں ہوا وہ کبھی کا حاصل ہوگیا ہوتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہمارے ان اضلاع کی طرف تعلیم ابھی
اچھی طرح شایع نہیں ہوئی لیکن نیچے کے ملک یعنے بنگالہ میں جہاں سو برس سے گورنمنٹ
کی عملداری ہے تعلیم بخوبی شایع ہوگئی ہے مگر اب دیکھو کہ اُس نے کیا اثر پیدا کیا ہے۔ یہ کیا
کہ ایجوکیشن نے اُس بندش کو توڑ دیا جس میں بنگالی بندھے ہوئے تھے اُن کو اور کسی
بندش سے نہ باندھ سکے۔ اگر ایجوکیشن کا مقصد صرف یہ ہو کہ جن بندشوں میں ہم بندھے
ہوئے ہیں صرف وہ بندشیں ہی ٹوٹ جاویں تو اُس سے کچھ فایدہ نہیں ہے۔ مذہبی تعلیم ایک
ضروری تعلیم ہے لیکن کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ گورنمنٹ جو مختلف مذہب
کے لوگوں پر حکومت کرتی ہے وہ کسی طرح اس میں دست اندازی نہیں کرسکتی بلکہ بڑی تعریف
ہے گورنمنٹ کی کہ جس طرح اُس نے اَور مذہبوں کو تعلیم میں داخل نہیں کیا اسیطرح اپنے مذہب
کو بھی تعلیم سے علیحدہ رکھا۔ یہ ایسا نمونہ ہے جو شاید سوائے ہماری گورنمنٹ عملداری ہندوستان
کے اَور کسی گورنمنٹ اور کسی ملک میں نہیں ہے۔ جہاں تک مجھ سے اُن بڑے بڑے افسروں
سے گفتگو ہوئی جو ہمارے ملک کے انتظام میں بڑی مداخلت رکھتے ہیں تو اُن کی رائے
بھی یہ ہے کہ اگر ہندوستان کے لوگ خود اپنی تعلیم کا اہتمام کرسکیں تو نہایت اُنکو خوشی
ہے اور ہر طرح سے وہ مدد کا وعدہ کرتے ہیں +

ایسی حالت کے لحاظ سے ہم نے ایک مدرسہ کی تجویز کی ہے جسکا نام ہے مدرسۃ العلوم
للمسلمین یا **محمڈن اینگلو اورینٹل کالج**۔ اگرچہ اُس میں ہندوؤں اور اَور قوموں کی

پڑھائی کے لیئے بھی موقعہ رکھا گیا ہے مگر بنیاد مدرسہ خاص مسلمانوں کے واسطے ہے اور اسلیئے اس میں زیادہ تردد یہ تھا کہ گورنمنٹ مدد دے گی یا نہیں - اگر کل قوموں کے لیئے ہوتا جیسے مشنری اسکول جس میں دنیوی تعلیم بلا لحاظ قوم و مذہب کے دی جاتی ہے تو گورنمنٹ کی امداد کا قاعدہ صاف تھا لیکن ہمارے کالج کا نام ایسا تھا جس سے معلوم ہو کہ وہ صرف مسلمانوں کے لیئے قایم کیا جاتا ہے یا ایں ہمہ گورنمنٹ نے نہایت نیک دلی سے یہ وعدہ کیا ہے کہ جس قدر روپیہ اور آمدنی تم جمع کرلو گے اُسیقدر گورنمنٹ سے ملے گا - آنریبل سر ولیم میور صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر سابق نے اُسکی رپورٹ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بھیجی اور وہاں سے باجلاس کونسل اس امداد کی منظوری صادر ہوئی جس کے لیئے تمام مسلمانوں کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے ✦

اس کالج میں مسلمانوں کو علوم دینی اور علوم دنیاوی دونوں قسم کی تعلیم دینی منظور ہے آپ سب صاحب یقینی اس بات کو تسلیم کرتے ہوں گے کہ دنیاوی تعلیم ایسی ہونی چاہیئے جس سے کچھ دنیا کا کام چلے - پس ضرور ہوا کہ ہم اس کالج میں وہ دنیاوی علوم تعلیم میں داخل کریں جو درحقیقت دنیا کے کام کے ہیں - اگر ہم اپنے اس کالج سے صرف یہی مقصود رکھیں کہ اُس میں وُہی پُرانا فلسفہ اور اسٹرانمی اور لاجک یعنی هیئات اور منطق پڑھاویں اور اُن علموں سے کچھ سروکار نہ رکھیں جو آج ترقی یافتہ قوموں میں رائج ہیں تو ہم نے درحقیقت اپنی قوم کے ساتھ کچھ بھلائی نہیں کی - جو علوم ہماری قوم میں سات سو برس پہلے تعلیم میں داخل ہوئے تھے اگر آج پھر ہم انھیں علوم پر قناعت کریں تو گویا ہم اپنی قوم کو حال کی ترقی سے سات سو برس پیچھے بناتے ہیں - پس ہم نے بڑی مضبوطی سے یہ ارادہ کیا ہے کہ جسقدر علوم دنیاوی تعلیم سے متعلق ہیں مثلاً الجبرا و یوکلڈ (اقلیدس) زوالوجی - جیالوجی - لاجک اور ماریل و مینٹل - فلاسفی و کمسٹری اور اور تمام علوم جو ترقی یافتہ قوموں میں رائج ہیں بڑے اہتمام سے اور کامل طور سے تعلیم دیں - دوسری قسم مذہبی تعلیم کی ہے اُس کے متعلق کمیٹی نے کوئی قانون کوئی قاعدہ ایسا نہیں بنایا ہے جس سے مذہبی تعلیم میں مداخلت جایز ہو - اور یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ مذہبی تعلیم میں دینی کتابیں داخل ہوں جو ہمیشہ سے مسلمانوں کی تعلیم مذہبی میں داخل رہی ہیں اور جن کو دیندار مسلمان پسند کرتے ہیں - کمیٹی خزینۃ البضاعۃ کو ان کتابوں کی تجویز سے کچھ تعلق نہیں ہے - اس وقت حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر جو یہاں تشریف رکھتے ہیں اُن کو یہ خیال تھا کہ شاید کمیٹی خزینۃ البضاعۃ سے ہماری مذہبی تعلیم میں کچھ مداخلت ہو - اتفاق سے میرا اُن ضلعوں میں آنا ہوا اور

جناب مولوی صاحب ممدوح سے اس باب میں گفتگو ہوئی اور اچھی طرح سے اُن کا اطمینان کیا گیا کہ کمیٹی خزینتہ البضاعۃ کبھی مذہبی تعلیم میں مداخلت نہ کرے گی۔ چنانچہ مولوی صاحب کے ارشاد کے بموجب اور جیسا ممبران کمیٹی خزینتہ البضاعۃ کا پہلے سے یہی ارادہ تھا یہ تجویز ہوئی کہ قواعد تعلیم میں ایک بائی لاز یعنے قاعدہ ایسا داخل کیا جاوے جس سے ضابطہ کے طور پر یہ بات طے ہوجاوے کہ اُس کمیٹی کو مذہبی تعلیم میں مداخلت نہ ہوگی بلکہ تعلیم مذہبی کے لیئے جُداگانہ کمیٹی اشخاص دیندار کی مقرر ہوگی۔ میں نے نہایت خوشی سے اس امر کو منظور کیا اور جو خط جناب مولوی صاحب ممدوح نے اس باب میں مجھ کو لکھا تھا میں نے اُسکی نقل فی الفور تمام ممبران کمیٹی خزینتہ البضاعۃ کی خدمت میں بھیجدی اس وقت تک جس قدر جواب ممبروں کے میرے پاس آچکے ہیں اُن سب نے اسپر اپنی منظوری لکھی ہے۔ اور گمان غالب ہے کہ باقی ممبر بھی بخوشی تمام اس امر کو ہی منظور کریں گے اور میری دانست میں اب کوئی شبہ کسی کو مدرستہ العلوم کی تعلیم مذہبی کی طرف سے باقی نہیں رہا ❊

اب کالج میں تعلیم کے متعلق تین قسم کی کمیٹیاں ہوں گی۔ ایک کمیٹی اَلسنہ مختلفہ اور علوم دنیویہ کی۔ اس تعلیم کے متعلق یقینی اکثر پروفیسر انگریز ہوں گے۔ اور چونکہ ہمارے کالج میں عربی و فارسی۔ گریک۔ عبری۔ سنسکرت۔ انگریزی۔ لیٹن سب قسم کی زبانیں پڑھائی جاوینگی اسلیئے اس کمیٹی میں مُسلمانوں کے علاوہ انگریز اور یہودی اور پنڈت بھی ممبر اور ڈائرکٹر ہوسکینگے دوسری مذہبی کمیٹی۔ اُس کی دو شاخیں ہوں گی۔ ایک تعلیم مذہب اہل سنت وجماعت کی۔ دوسری تعلیم مذہب شیعہ اثنائے عشریہ۔ یہ تجویز ہوئی ہے کہ تینوں کی مذہبی کمیٹی میں وہی لوگ ممبر کیئے جاویں جن کو عموماً مسلمان نہایت نیک اور دیندار اور عابد و زاہد سمجھتے ہوں۔ اور یہ بات بھی میں نے جناب مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب بہادر سے ظاہر کردی ہے۔ کہ میں کبھی اُس کمیٹی کا ممبر نہ ہوں گا اور نہ کبھی اُس میں مداخلت کروں گا شیعہ صاحبوں کی مذہبی تعلیم کی کمیٹی میں بھی وُہی لوگ ممبر ہوں گے جن کو شیعہ مذہب کے مسلمان نہایت نیک اور زیرک اور اچھا خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک احتیاط کی گئی ہے کہ ان دونوں مذہبوں کی تعلیم کے واسطے جو مدرس درکار ہوں اُن کا انتخاب اور تقرر اور جو جو کتابیں اُن مذہبوں کی پڑھائی جاویں اُن کا معین کرنا یہ سب کچھ اُنھیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق ہوگا اور سوائے اُن مذہبی کمیٹیوں کے کسی کمیٹی کو یا کسی اَور کو ان اُمور میں مداخلت کرنے کا منصب نہ ہوگا اور میں نہایت خوشی سے بیان کرتا ہوں کہ یہ قابل اطمینان تصفیہ جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سے ملنے اور اُن سے گفتگو کرنے سے حاصل ہوا ہے ❊

میری تعیناتی جس وقت ان اضلاع میں ہوئی تو مجھ کو اس گرمی اور برسات میں گھر سے نکلنے اور گورکھپور اور بستی کا سفر اختیار کرنے سے بہت تکلیف معلوم ہوتی تھی لیکن میں نہایت خوش ہوں کہ جناب صدر اعلےٰ صاحب جو کچھ شبہ میری نسبت اور کالج کی نسبت نہیں نہیں معاف کیجیئے جو کچھ شبہے کالج کی نسبت تھے وہ میرے اس سفر ہی کی وجہ سے مٹ گئے اور مسلمانوں کو اس بات سے بہت بڑی خوشی ہوئی ہے۔ جناب حاجی صاحب ممدوح کی شرکت اور امداد سے **مدرسۃ العلوم** میں یقیناً بڑی برکت ہوگی اور سب لوگ جناب حاجی صاحب کی پیروی کرینگے *

کالج میں ایک یہ بات بھی ضروری قرار دی گئی ہے کہ جو لڑکے کالج میں تعلیم پاوینگے وہ کالج میں رہیں گے۔ یہ خیال نہ کیجیے کہ امیروں کے لڑکوں کو مدرسہ میں رہنا ضرور نہیں ہے یا وہ اس کو پسند نہ کریں گے۔ آپ صاحبوں نے ولایت انگلستان کا حال شاید معلوم نہیں کیا ہے۔ وہاں جاکر دیکھئے کہ لارڈ اور ڈیوک اور نہایت اعلےٰ درجے کے جنٹلمین اور ذوی المقدور لوگوں کے لڑکے بھی کالج میں جاکر پڑھتے ہیں اور وہ ضرور بورڈر ہو کر رہتے ہیں۔ اس وقت یہاں بہت سے شریف اور رئیس خاندانوں کے لوگ جمع ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ آپ صاحبوں نے اپنی اولاد کے اخلاق درست کرنے کی کیا تدبیر کی ہے۔ کیا آپ کے لڑکوں کے ساتھ آپ کے سائیس کے لونڈے نہیں کھیلتے یا ماماؤں اور اُن کے لڑکوں میں آپ کے لڑکے نہیں کھیلتے۔ کیا اپنے لڑکوں کو بازاری لونڈوں کی صحبت سے بچانے کے لیئے آپ کچھ فکر فرماتے ہیں۔ ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ کچھ نہیں۔ وُہی بد اخلاقی۔ بدزبانی۔ کمینہ عادت جو اُن کمینہ لونڈوں سے آپکے لڑکے سُنتے اور دیکھتے ہیں وُہی وہ بھی سیکھتے ہیں اور وہی بد اخلاقی اُن میں اثر کر جاتی ہے۔ جھوٹ بولتے بولتے اور جھوٹ سُنتے سُنتے جھوٹ کی بُرائی دلوں سے جاتی رہتی ہے اور ان سب باتوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ یہ ہوتا ہے۔ کہ اپنے ہم قوموں میں سے اُن کا وقار جاتا رہتا ہے۔ جب وہ ایک جج کے سامنے جاتے ہیں اور کچھ بیان کرتے ہیں تو وہ اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ ہے اور یہ اُسکا شبہ بالکل بجا اور درست ہوتا ہے۔ ہمارے اخلاق۔ ہماری طبیعت سے جو نتیجہ وہ جج نکال سکتا ہے وہ اس مشتبہ حالت سے کچھ زیادہ نہیں نکال سکتا۔ ہماری قوم میں تعلیم اور تربیت سے بجز ایک ذات اور قوم کے خیال کے اَور کچھ حاصل نہیں ہوتا جسکو ہندوستانی اپنے نزدیک بہت کچھ فخر کا موجب سمجھتے ہیں لیکن ایک اہل علم جنٹلمین اسکی کچھ زیادہ پروا نہیں کرتا *

میں نے مانا کہ ایک دو یا دس بیس ایسے مسلمان بھی پائے جاوینگے جن کی عادتیں اچھی اور برائیوں سے پاک ہیں لیکن اُن سے کیا ہو سکتا ہے۔ اگر ایسے چند آدمی ملے تو کیا اور نہ ملے تو کیا۔ کیا ایسے چند شخصوں سے قوم کی عزت ہو سکتی ہے اور اُس قوم کے آگے جو چیئرمین کے اس پاس بیٹھی ہے اور جو بالکل سویلائزڈ اور جنٹلمین ہے کیا ہماری قوم کچھ وقار اور عزت حاصل کر سکتی ہے۔ صاحبو اگر ہمکو اس بات کا خیال اور رنج ہے کہ انگریزوں کی یہ قوم کیوں ہماری بات کا اعتبار نہیں کرتی۔ کیوں ہماری حقارت اُس کے دل میں سما گئی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم خود اپنے آپکو معزز کر لیں اور آپ اپنی عزت کا لحاظ رکھا کریں جیسا ایک تربیت یافتہ قوم کو کرنا چاہیئے۔ اُس کے بعد بھی اگر یہ قوم ہمارے ساتھ اسی طرح پیش آوے جس طرح اب پیش آتی ہے تو بے شک نہایت رنج اور شکایت کا مقام ہوگا۔ لیکن انصاف کرو اور دیکھو کہ جب ہماری اولاد کی طبیعت ابتدا سے خراب ہو جاوے تو کیونکر پھر اس میں اصلاح ہو سکتی ہے اور جو عادتیں بچپن میں اُن کی طبیعت میں اثر کر جاتی ہیں وہ جوانی میں اُن سے کیونکر چھوٹ سکتی ہیں۔ پس اسی لیئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ لڑکے کالج میں رہیں اور اُن کی خوشی خاطر کے سب سامان وہاں مہیا رہیں جس سے انکی طبیعت پژمردہ نہ ہووے۔ باغوں میں اپنے پروفیسروں کے ساتھ سیر کریں اور ہر وقت اپنی طبیعت کو خوش رکھیں اور عمدہ عادتیں اختیار کریں مگر یہ کبھی ممکن نہیں ہے جب تک تمام شریف اور امیر اپنے لڑکوں کو کالج میں رہنا گوارا نہ کریں گے اسی لیئے کالج میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جو لڑکے کالج میں پڑھیں ضرور ہے کہ وہ کالج میں رہیں ؛

جس زمانہ میں اس کالج کی تدبیریں شروع ہوئیں تو ہر جگہ کے لوگوں نے اس کو پسند کیا اور ہر حصہ ملک سے اُس کی تائید ہوئی اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر بعض مذہبی مسائل جو میں نے بیان کیئے اُن کے لحاظ سے البتہ لوگوں کو کچھ کچھ شبہ ہوا اور فتور پڑا لیکن اب سب لوگوں کو اطمینان ہو گیا ہے اور سب نے جان لیا ہے اور جانتے جاتے ہیں کہ کالج دوسری چیز ہے اور اگر میرے ذاتی عقاید برے ہیں تو وہ دوسری چیز ہیں۔ لیکن اسی خیال کے ساتھ ایک اور نہایت برا خیال لوگوں میں پیدا ہوا ہے اور اُس کو برا اس لیئے کہتا ہوں کہ ابھی اُس کا وقت نہیں آیا۔ نہیں تو وہ کچھ برا نہیں ہے۔ اور غالباً یہ خیال ہر جگہ پیدا ہوا ہوگا۔ گورکھپور میں۔ اعظم گڈھ میں۔ دیوبند میں۔ سہارنپور میں۔ بلکہ قریباً تمام ہندوستان میں یہی خیال لوگ کرتے ہوں گے کہ جو کالج علیگڈھ میں قایم ہوگا اُس کے چندہ میں شریک ہونے سے ہمارے ضلع کے لوگوں کو کیا فایدہ ہوگا لیکن میں

آپ کے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں جو کسی انگریزی کتاب میں ہے - انسان کے اعضا، میں تکرار ہوئی اور ہر ایک عضو نے خود غرضی اختیار کی - تھوڑی دیر بعد معدہ بھوک کے مارے بے چین ہوا - پانوں نے کہا کہ میں کیوں چل کر غذا بہم پہونچاؤں - ہاتھوں نے کہا کہ ہم کیوں غذا کو مونھ تک پہونچاویں - آنکھوں نے کہا کہ ہم اُسمیں کے بال مکھی کیوں دیکھیں - ناک نے کہا کہ غذا کا سڑا بسا بساندا ہونا میں کیوں سونگھوں - مونھ نے کہا کہ میں کیوں چبا کر حلق میں نگلوں - سب آپ اپنے چپکے ہو رہے - دو ایک دن تو جوں توں گذر گئے - پھر تو پانوں لڑکھڑانے لگے - ہاتھ کانپنے لگے - مونھ ہلانے کی طاقت نہ رہی - آنکھوں میں اندھیرا آنے لگا - تب تو سب گھبرائے کہ یہ کیا ہوا - اُس وقت عقل کے پاس گئے - اُس نے کہا کہ خودغرضی نے تمہارا یہ حال کیا ہے - تم نے جانا کہ دوسرے کے کام سے ہمکو کیا مطلب ہے حالانکہ وہ حقیقت میں تمہارا ہی کام تھا اور اُس کا نقصان تمہارا ہی نقصان تھا +

اسی طرح سمجھو کہ اگر ہر ایک ضلع کے مسلمان یہ خیال کریں کہ دوسرے ضلع کے کالج میں مدد کرنے سے ہمکو کیا فایدہ ہے تو نہایت بڑی غلطی اور حقیقت میں اپنا ہی نقصان ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر ایک ضلع کے بلکہ کسی ایک ضلع یا دو تین ضلعوں کے مسلمان بھی ملکر ایسا کالج بنالیں جیسا تجویز کیا جاتا ہے - کیونکہ جتنا روپیہ و اہتمام ایسے کالج کے لیئے درکار ہے جس سے مسلمانوں کی اولاد کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی تربیت ہو سکے کیا ہر ایک ضلع کے لوگ جمع کر سکتے ہیں - علاوہ اس کے اسپر بھی غور کرو کہ ہمارا کام صرف یہی نہیں ہے کہ اسکول یا کالج کو قایم کردیں بلکہ بڑا کام یہ ہے کہ اُس اسکول یا کالج کیواسطے بہت بڑی تعداد مختلف قسم کے علوم و فنون کی کتابوں کی موجود کریں اور آپ بتلایئے کہ وہ کتابیں کہاں کہاں ہیں اور کون شخص اُن کو موجود کر سکتا ہے - میں جب لنڈن میں تھا تو میں نے کیمبرج اور ایکسفورڈ کے بڑے بڑے پروفیسروں سے یہ درخواست کی کہ وہ مجھ کو ہر ایک علم کی اُن کتابوں کی فہرست مرتب کردیں جو ہمارے کالج کے لایق ہوں اور جن کا ترجمہ ہم اپنی زبان میں کریں - چنانچہ اُنھوں نے نہایت محبت اور مہربانی سے مجھ کو یہ فہرست مرتب کردی - ہندوستان میں پہونچکر میں نے اُس فہرست کو چھاپا اُس وقت گورنمنٹ انڈیا میں اسپر بحث ہوئی اور ڈایرکٹر پبلک انسٹرکشن اور تینوں یونیورسٹیوں نے اُس پر غور کی اور انجام کو سب نے اُس فہرست کو پسند کیا اور بجنسہ وہ فہرست گورنمنٹ کی طرف سے گزٹ آف انڈیا میں مشتہر ہوگئی کہ ان کتابوں کا ترجمہ ضروری ہے

ان کتابوں میں سے قریب بیس یا تئیس کتابوں کے مجھ غریب کی کوشش سے اُردو میں ترجمہ ہو کر چھپ چکی ہیں اور بیس ہزار روپیہ کے قریب اُن کے چھاپنے میں صرف ہولے ہے مگر ابھی حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوا۔ ابھی اَور بہت علوم کی بہت سی کتابوں میں سے کچھ بھی ترجمہ نہیں ہوا ہے۔ پھر کیا گورکھپور کا ضلع صرف اپنے روپیہ سے اپنے واسطے کوئی ایسا کالج قایم کرسکتا ہے جس میں یہ سب کتابیں بھی ترجمہ ہو کر مہیا ہو جاویں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اگر آپ صاحبوں کا یہ مطلب ہے کہ گورکھپور میں ایک مدرسہ قایم ہو جس میں لڑکے قرآن مجید و مذہبی کتابیں پڑھا کریں اور اُس کا ثواب آپ صاحبوں کو ملا کرے تو بہت مبارک۔ لیکن اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ اُس کالج میں سے قوم کو فایدہ پہونچے اور قومی ترقی ہو تو اُس وقت ضرور یہ سوال ہوگا کہ آپ ایسی ایک ایک کتاب بھی درستی سے ترجمہ کر کے مشتہر کرسکتے ہیں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ چہ جائیکہ وہ پورا سلسلہ موجود کیا جاوے ‫۔

علاوہ اس کے ایک اَور بات بھی خیال کرنے کے قابل ہے ضرور ہر ایک انسان کے دل کو یہ خیال تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہوگا کہ ہمارے ضلع میں کالج قایم ہو لیکن اس بات پر غور کرنی چاہیئے۔ اِس وقت اکثر ضلعوں میں دو قسم کے اسکول ہیں۔ ایک گورنمنٹ کے دوسرے مشنریوں کے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آیا گورنمنٹ اسکول سے آپ اپنے کالج کو عمدہ قایم کرنا چاہتے ہیں یا گھٹل جس میں ایک بنگالی بیس روپیہ کا جو لڑکوں کو اے۔ بی۔ سی۔ ڈی پڑھا سکے اور ایک مُلّاں جو عربی فارسی کی چھ کتابیں یاد کرادے۔ اگر آپ اپنا اسکول گورنمنٹ اسکول سے عمدہ یا اُس کے برابر بھی قایم نہ کرسکیں تو حقیقت میں یہ آپ اپنی قوم کے حق میں کوئی اچھی بات نہیں کرتے کیونکہ ایک عمدہ چیز کو آپ اُن سے چھوڑاتے ہیں اور بعوض اُس کے اُن کو ایک ناقص چیز دیتے ہیں۔ ہاں اگر یہ دعویٰ ہو کہ ہم گورنمنٹ مشنریوں کے اسکولوں سے بہتر اسکول قایم کریں گے تو ہم نہایت خوشی سے کہتے ہیں کہ مبارک لیکن ہر شخص غور کرے اور ہمکو بتلاؤ کہ کون شخص ہے جو اِس ضلع میں اُن اسکولوں کے برابر بھی اسکول قایم کرسکیگا جن کا خرچ ہزار بارہ سو روپیہ یا ادنے درجہ چھ سات سو روپیہ ہے۔ کہاں سے اسقدر چندہ جمع ہوگا۔ پروفیسر کہاں سے آوینگے۔ کتابیں کہاں سے آویں گی۔ مگر ہاں ایک اَور بات ہے کہ اگر گورنمنٹ اسکول میں یا مشنری اسکول میں اب ایک اچھے عربی داں مولوی کی تنخواہ دیں اور کہیں کہ انگریزی وغیرہ کے ساتھ ساتھ اس روپیہ سے عربی کی تعلیم ہو اور گورنمنٹ یا پادری صاحب منظور

کریں تو بہت خوب بات ہے اور ہم بالکل اُس کو پسند کریں گے لیکن ہر جگہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جُدا بنانا کچھ بھی مفید نہیں بلکہ نہایت نقصان کی بات ہے۔ اور بالفرض اگر آپنے ایک اسکول اپنے ضلع میں گورنمنٹ اور مشنریوں کے اسکول کے برابر قایم بھی کرلیا حالانکہ یہ کبھی ممکن نہیں اور انٹرنس کی پڑھائی کے اُس میں علوم بھی پڑھائے گئے تو آپ بتلائیے کہ اُس کے پیچھے کیا چیز ہے وُہی میور کالج اور وُہی گورنمنٹ کی تعلیم۔ پھر آج ہی اُسکو کیوں نہیں اختیار کرتے جو کل کو کروگے ؛

میرے رائے ناقص میں جو لوگ اس بات کو عزیز رکھتے ہوں کہ اُن کی قوم پُوری مہذب اور تعلیم یافتہ ہوجاوے تو اُن کو اوّل ایک جڑھ قایم کرنی چاہیئے اور جسقدر ضرورتیں ہر ایک قسم کی ہیں۔ لایق لایق پروفیسروں کا جمع کرنا۔ اُردو میں کتابوں کا ترجمہ کرنا۔ یہ سب کام باہم متفق ہوکر پورے کرلیئے جاویں۔ جب ایک بڑا خزانہ منتہی پانی کا ایک جگہ جمع ہوجاوے تب اُس کے بعد اُسکی شاخیں نکالنی چاہتے ہیں مگر تم تو سُوکھے تالاب میں چاہتے ہو کہ نہریں کھودو ؛

میں نے جو جو اس وقت مدرستہ العلوم کی یہ مختصر سی کیفیت اور صورت آپکے سامنے بیان کی اگر آپ سب صاحبوں کی رائے میں بھی یہ بات ضرور ہو اور آپ چاہتے ہوں کہ آپ کی اولاد عُمدہ تعلیم پاوے اور بدخصلتوں سے بچے تو میں سب صاحبوں سے اب سند کی اُمید کرتا ہوں ۔ کل ہمارے پاس ایک اخبار آیا اُس سے معلوم ہوا کہ ہندؤں نے جو اپنے ایک مدرسہ کا چندہ ہمارے بعد شروع کیا تھا اُس کے لیئے مستقل آمدنی استقدر ہوگئی ہے جس کی قیمت سات لاکھ روپیہ ہے اور علاوہ اس کے قریب اسّی ہزار روپیہ کے باہمی چندہ بھی ہوا ہے۔ اس بات کی نہایت خوشی ہے کہ اُس چندہ میں مُسلمان بھی شریک ہوئے ہیں۔ ہمارے اس چندہ مانگنے کا اصول یہ ہے کہ ہم مُسلمانوں سے چندہ طلب کرتے ہیں اور چونکہ انگریز ہمارے حاکم ہیں اور رعایا کا حق ہے کہ اپنے حاکموں سے مدد چاہے اس لیئے ہم انگریزوں سے بھی اپنے کام میں مدد کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہندو ہمارے بھائی ہیں اگر وہ ہماری مدد کریں تو ہم نہایت احسانمندی اور شکرگزاری سے وہ چندہ لیتے ہیں چنانچہ اکثر ہمارے ہندو دوستوں نے ہمارے مدرسہ میں چندہ دیا ہے اور یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کی باہم مددگار ہوں لیکن اُس اخبار میں جو ایک طعنہ مُسلمانوں کو دیا گیا ہے اُس میں گفتگو ہے۔ وہ مہا۔ و اخبار نویس لکھتا ہے کہ " دو برس سے مسلمان گانوں گانوں اور ملک ملک سے

چندہ مانگ رہے ہیں مگر آج تک صرف ایک لاکھ چونسٹھ ہزار روپیہ کا چندہ ہوا ہے۔ اور ہمنے اُسکے بعد چندہ شروع کیا اور سات لاکھ تک نوبت پُہنچ گئی ۔ البتہ یہ شرم کی بات ہے کہ ہندوؤں نے ہمارے دیکھا دیکھی ایک کام شروع کیا اور ہم سے نصف عرصہ میں سات لاکھ کا چندہ کرلیا اور ہم ابھی ایک ایک کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر بھیک مانگ رہے ہیں اور جو کوئی کچھ دیتا ہے بڑی شکر گزاری کے ساتھ لیتے ہیں۔ اگر کوئی ہماری فہرست چندہ کی دیکھے تو ایک ایک پیسہ بلکہ ایک ایک پائی تک اُسمیں چندہ مندرج ہے اور اُسی فہرست میں پچاس ہزار کا بھی چندہ ہے اور دس ہزار بھی چندہ ہے۔ پس کوئی شخص چندہ دیتے وقت چندہ کی رقم خیال نہ کرے اور جس قدر جس سے ممکن ہو اُس سے مدد کرے ؏

مدرستہ العلوم سے جس قدر مذہبی تعلق لوگوں کو ہے اُس کے لحاظ سے جسقدر خیالات برخلاف مدرستہ العلوم کے مسُلمانوں میں پیدا ہوئے تھے وہ فضل الٰہی سے سب رفع ہوگئے ہیں۔ لیکن اگر اب بھی کسی صاحب کو کوئی اَور شُبہ مدرستہ العلوم کی نسبت باقی رہ گیا ہو تو وہ اُس کو ارشاد فرمادیں۔ مَیں اُن کے جواب دینے کے واسطے موجود ہوں ٭

۱۵

لیجس لیٹو کونسل ویسرائے ہند کا ممبر ہونے کے زمانہ میں جو اسپیچیں آنریبل سید احمد خاں بہادر نے بعض مسودات قانونی کے پیش کرنے یا تائید وغیرہ کرنے میں کی ہیں اُن میں سے چند اسپیچیں ہم چھاپتے ہیں۔ اس قسم کی کل اسپیچوں کے جمع نہ ہوسکنے کا ہمکو افسوس ہے*

ریمارک نسبت ویکسینیشن یعنی چیچک سے محفوظ رہنے کے لیئے ٹیکہ لگانے کا مسودہ قانون مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۷۹ء

مائی لارڈ۔

ٹیکہ کے لازمی کرنے کے بل کی کونسل میں پیشی کی اجازت چاہنے کے وقت مجھ کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ میں ایک ایسے قانون کی تحریک کر رہا ہوں جو انسانیت اور مذہبی آزادی کی پالیسی سے جو انگریزی سلطنت ہندوستان کا اصل اصول ہے مطابقت نام رکھتا ہے۔ انگریزی حکومت نے ہندوستان میں انسان کی جان کو قحط اور غارتگری کی مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کے واسطے بہت کچھ کوشش کی ہے۔ شہروں کی صفائی کے واسطے اور وباؤں کے شیوع کے روکنے کے واسطے بڑی بڑی تدابیر مفید صحت اختیار کی گئی ہیں۔ ویکسینیشن کو سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور اُس میں بلاشبہ بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن وہ افسوسناک واقعات جو سال بسال ظہور پذیر ہوتے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کے واسطے بہت زیادہ گنجایش ہے اور ٹیکہ کا رواج ہنوز اس درجہ نہیں پہنچا ہے کہ اُس سے مرض چیچک کی افسون کی کماحقہ روک ہوسکے۔ ۱۸۷۸ء کے نقشجات سرکاری سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ سال ماقبل کے عرصہ میں تعداد اموات کی جو چیچک سے واقع ہوئی ہیں پنجاب و ممالک مغربی وشمالی و اودھ و اضلاع وسط ہند و برٹش برہما میں (۴۵۹۴۸۰) ہوئی ہے جس سے ہر سال بحساب اوسط (۹۱۸۶۶) موتیں ہوتی ہیں۔ اور اس شمار میں اُن موتوں کی تعداد نہیں داخل ہے جو پنجاب کی ہندوستانی ریاستوں میں چیچک سے واقع ہوئی ہیں*

مائی لارڈ۔ ایک وقت تھا جبکہ اس مُلک کے آدمی ٹیکہ کے رواج سے تعصب رکھتے تھے

جس کا باعث اُن کی جہالت اور توہم تھا۔ مگر اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ اس قسم کے خیالات ہندوستان کے ذی ہوش لوگوں کے دل میں جگہ نہیں پاتے ہیں۔ تعلیم اور تجربہ نے لوگوں کی آنکھیں کھول دی ہیں اور مجھ کو اس بات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے کہ اس مُلک کے تعلیم یافتہ لوگوں میں ایسے آدمی شاذ و نادر ہی ملینگے جو ٹیکہ کو ایک مفید اور عمدہ چیز نہ خیال کرتے ہوں۔ اس کی تصدیق اس امر سے بخوبی ہوتی ہے کہ ٹیکہ کا رواج زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ہندوستان کے اُن اصولوں میں (مثل کمالوں کے) جہاں حکام نے اپنے اختیارات کو ٹیکہ کی حمایت میں مناسب طور سے استعمال کیا ہے اور جہاں اموات چیچک کی تعداد سے بہت ہی کم ہے۔ کچھ مخالفت پیش نہیں آئی ہے۔ اس واسطے میں خیال کرتا ہوں کہ ملک کے عام حالات اور ٹیکہ کے مسلّم فایدہ پر نظر کرکے اس بات کی تائید میں کافی وجوہات ہیں کہ گورنمنٹ بذریعہ قانون کے اس مفید تجویز کو لازمی کردے ٭

مائی لارڈ۔ میں منجملہ اُن لوگوں کے ہوں جو کل جبریہ قانونی تجاویز کو صرف بحالت شدّت ضرورت کے قابل جواز خیال کرتے ہیں۔ رعایا کی آزادی ایک حق منجملہ اُن بہترین اور عزیز ترین حقوق کے ہے جو انگریزی عملداری سے اس ملک کو حاصل ہوئی ہیں اور اپنے کروڑوں ہم وطنوں کی طرح مَیں بھی ان حقوق کی محبت کرتا ہوں۔ مگر اس معاملہ کی جو میں کونسل کے روبرو پیش کر رہا ہوں خاص ضرورتیں اس بات کی مقتضی ہیں کہ انسانوں کی جان کی حفاظت کے واسطے کوئی جبریہ تجویز قانونی عمل میں آوے۔ چیچک کا مرض کسی خاص شخص یا خاص مقام پر محدود نہیں ہوتا ہے۔ اس کا اثر ہر ذات اور فرقہ کے آدمی پر ہوتا ہے۔ اور بالعموم ایسے زمانہ زندگی میں جبکہ آدمی کو ہوش و تمیز نہیں ہوتی ہے اس کا ضرر بالخصوص ان بیگناہ بچوں کو پہونچتا ہے جو اپنی جان کی خود حفاظت نہیں کرسکتے اور نہ کوئی اس کا دفعیہ جو بذریعہ علم کے حاصل ہوا ہے اختیار کرسکتے ہیں۔ اس مرض کے مضر نتایج صرف انھیں لوگوں پر محدود نہیں ہوتے ہیں جن پر اُس کا اوّل حملہ ہوتا ہے۔ یہ مرض متعدی ہوتا ہے اور جو لوگ اسمیں مبتلا ہوتے ہیں وہ درحقیقت اَوروں کو مضرت پہونچانے کے باعث ہوتے ہیں ٭

مائی لارڈ۔ اگر علم کے غیر مشتبہ نتایج سے اس رائے کی تائید ہوتی ہو پھر یہ سوال ذاتی آزادی کا نہیں رہتا ہے۔ اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ ہر شخص کو چیچک سے مرجانے کا استحقاق ہے۔ اگر وہ ایسا پسند کرے تو کوئی ذاتی رعایت ذاتی آزادی کی اس مضرت کو جایز قرار نہیں دے سکتی جو وہ اس بیماری کے انتقال سے اپنے ہمسایوں کو پہونچاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ ٹیکہ کے لازمی کردینے کی تجویز سے معصوم بچوں کی جانوں کی اُن کے والدین کی بیوقوفی کے

نتایج سے محافظت عمل میں آوے گی اور بڑے آدمیوں کو ان جسمانی مصائب سے نجات ہوگی جو ان کے ہمسایوں کی جہالت یا بے پروائی سے اُن پر واقع ہوتی ہیں - یہ دلیل جو ہر ذی ہوش شخص پر روشن ہے ایک ایسے قانون کے اجرائے کو جائز قرار دیتی ہے جس کے رُو سے ہندوستان میں ٹیکہ لازمی کر دیا جاوے ؛

مائی لارڈ میں نے اس قانون کے اجرا کی عملی دشواریوں پر بھی بخوبی غور کیا ہے اور مجھ کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے بعض اقطاع ایسے بھی ہیں جن کی حالت بالفعل اس قانون کے اجرا کے مناسب نہیں ہے اس واسطے قانون مجوزہ عام طور سے لازمی نہیں ہوگا - یہ قانون صرف اُن حصص جات ہندوستان سے متعلق ہوگا جہاں لوکل لیجسلیچر نہیں ہے اور اُس کا عملدرآمد برٹش انڈیا کی ان میونسپلٹیوں اور فوجی چھاونیوں پر محدود ہوگا جن سے لوکل گورنمنٹیں اس قانون کا متعلق کرنا اپنے نزدیک مناسب سمجھیں - ان انگریزی فوج کی چھاونیوں سے جو ہندوستانی ریاستوں میں واقع ہیں اس قانون کا متعلق کرنا نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل کے اختیار میں ہوگا - اس تجویز سے غرض صرف ایک ایسے قانون کا موجود ہونا ہے جس سے ان اصولوں کی لوکل گورنمنٹوں کو جو خاص لیجسلیچر نہیں رکھتی ہیں ان ان مقامات میں ٹیکہ کو لازمی کر دینے کا اختیار حاصل ہو جائے جہاں وہ ایسے قانون کا جاری کرنا مناسب خیال کریں ؛

مائی لارڈ - جہاں تک کہ مجھ کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے مجھ کو اس بات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگ ٹیکہ کے لازمی ہونے کو پسند کرینگے - میرے ایک ہندو دوست نے جو بنارس (جو ہندوؤں کے مذہب و قانون کا منبع ہے) کے ایک عالی خاندان اور ذی اختیار رئیس ہیں مجھ سے اس تجویز کی سفارش کی ہے اور یہ استدعا کی ہے کہ جسقدر مجھ سے ہو سکے گورنمنٹ ہند سے ٹیکہ کو بذریعہ قانون کے لازمی کرنے کی تجویز کی تحریک کروں - حال میں ایک معزز مسلمان رئیس کا ایک خط جو پنجاب کے ایک ضلع کے رہنے والے ہیں میرے پاس آیا ہے جس کے اُس فقرہ کا مضمون جو ٹیکہ کے باب میں ہے میں کونسل کے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں ؛

وہ لکھتے ہیں کہ " اخبارات کے ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ آپ ممالک مغربی و شمالی میں بچوں کو ٹیکہ لگانے کے واسطے ایک قانون بنانے کی تجویز کونسل میں پیش فرماوینگے - کیا آپ کے خیال شریف میں پنجاب میں اس قانون کی ضرورت نہیں - کیا ہزارہا بچے ہر سال چیچک کی بیماری سے ضایع نہیں ہوتے - میری رائے میں پنجاب کیواسطے بھی ضرور قانون ہونا چاہئیے - اگرچہ پنجاب کی میونسپل اور ڈسٹرکٹ کمیٹیوں نے ٹیکہ کے عمل کو رواج دینے میں بہت کچھ کوشش کی

اور نسبت سابق بہت کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر جب تک قانونی دباؤ لوگوں پر نہ ہوگا تب تک عام آدمی عمل نہیں کرینگے۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ لوگ آہستہ آہستہ خود ٹیکہ کے فواید سے واقف ہوتے جائینگے اور اپنی خوشی سے بغیر قانونی دباؤ کے اپنے بچوں کو ٹیکہ لگائینگے عین بے رحمی ہے یہ وہی بات ہوئی کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود"۔

مجھ کو کامل یقین ہے کہ وہ اسباب جو اس ملک میں ٹیکہ لگانے کے عام رواج کے ہارج ہوئے ہیں بالخصوص لوگوں کی بے پروائی اور ناعاقبت اندیشی اور کارروائی ٹیکہ کے کسی آسان طریقہ کی عدم موجودگی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ میں یہ بات اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ لازمی ٹیکہ کی مخالفت کی کوئی اور سنگین وجوہات اس ملک میں موجود نہیں ہیں اور جن وجوہات کا کہ میں نے حوالہ دیا ہے وہ کسی شمار میں نہیں ہیں اور قانون سے بدوں کسی دقت و دشواری کے رفع ہوسکتی ہیں۔

مائی لارڈ۔ میں ہرگز ایسے قانون کے تجویز کرنے کی جرأت نکرتا جس کے پیش کرنے کی اجازت کونسل میں اب کونسل سے چاہتا ہوں۔ اگر مجھ کو اس بات کی طمانیت نہ ہوتی کہ گو یہ قانون کا منشا رحمدلی اور انسانیت پر مبنی ہے مگر لوگ بھی اس کو آسانی سے سمجھ جائینگے۔ مشرقی قوموں کی اصطلاح میں مرض چیچک ایک ایسا ایل کہلاتا ہے جس کو زندگی میں آنے سے پہلے ہر بچہ کو عبور کرنا ہوتا ہے اور اس سے صحت یا ناپیدا بیش ثانی خیال کیا جاتا ہے۔ جب بچہ اس بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اس وقت اسکے والدین کو سب سے زیادہ فکر و تردد ہوتا ہے اور بچہ کی سلامتی کیواسطے دعائیں مانگتے ہیں اور بیماریاں اتفاقی خیال کی جاتی ہیں مگر چیچک ایک عام بلا خیال کی جاتی ہے اور اسمیں کچھ شبہ بھی نہیں ہے۔ انسان کی زندگی پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے کیونکہ اس ملک میں ہزاروں آدمی ایسے ہیں جو اس بیماری میں مبتلا ہوکر گو موت سے بچ گئے ہوں مگر ان کے چہروں کے داغوں یا آنکھ کے نقصان سے اس مرض کی دست برد کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ایسا قانون جس کا منشا ہندوستان کی آیندہ نسلوں کو ایسی عام اور سخت بلا سے محفوظ رکھنے کا ہو اگر مناسب طور سے عمل میں آئیگا تو بجائے اس کے کہ غیر مانوس ہو اس ملک کے لوگ اس کو ایک غیر مترقبہ نعمت خیال کرینگے۔

۱۶

اسپیچ بسبت مسودہ قانون "لوکل سیلف گورنمنٹ" متعلقہ اضلاع متوسط

مائی لارڈ۔

مَیں اِس مسودہ کے منظور ہونے کی تائید میں ووٹ دینا چاہتا ہوں لیکن میں اپنے ووٹ کی تشریح میں حضور کی اجازت سے اس مسودہ کے بعض مضامین کی نسبت کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میرے لارڈ۔ میں اُن شخصوں میں سے ہوں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ لوکل سیلف گورنمنٹ کی کامیابی بہت کچھ اُس آزادانہ اختیار پر منحصر ہوگی جو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کو دیا جاوے گا۔ درحقیقت مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ بلا تامل یہ بات بطور ایک عام قاعدہ کے قرار دی جا سکتی ہے کہ جس قدر زیادہ اختیارات ان جماعتوں کو دیئے جاویں گے اسیقدر زیادہ سرگرمی اور شوق اور محبت کے ساتھ اُن کے ممبر اس کام کو انجام دینگے پس جبکہ میری رائے یہ ہے تو مجھ کو مسودہ مذکور کے اُن احکام سے بالطبع اختلاف کرنا لازم ہوگا جن کا منشا ر حکام ضلع کی دست اندازی کو جائز ٹھہرانا ہے لیکن میرے لارڈ میں کسی قسم کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھ کو معلوم ہے کہ مسودہ قانون صرف اضلاع متوسط سے ہی متعلق ہے۔ اور یہ اضلاع برٹش انڈیا کے اُن حصّوں میں سے ہیں جن میں بہت کم ترقی ہوئی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس وجہ سے اِن اضلاع کی نسبت خاص طور پر عمل کرنا واجب معلوم ہوگا۔ اس مسودہ میں ایک اَور ضروری معاملہ ہے جس کی تائید مَیں اسی خصوصیت کے ساتھ کرتا ہوں یعنی میری مراد اس مسودہ کے اُن احکام سے ہے جو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کی ترتیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس معاملہ کی نسبت جو میرے نزدیک لوکل سیلف گورنمنٹ کی تمام تجویز میں ایک نہایت اہم معاملہ معلوم ہوتا ہے دو رائیں لوگوں کی معلوم ہوتی ہیں یعنی بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ لوکل بورڈ اور ضلع کی کونسل بالکل علٰحدہ علٰحدہ ممبروں سے مرکب ہونی چاہئیں اور بعض کی وُہی رائے ہے جو اِس مسودہ کی دفعہ ۶ ضمن (الف) میں اختیار کی گئی ہے اور جس میں یہ حکم ہے کہ ضلع کی کونسل اُن حلقوں کے حامیوں سے مرکب ہوگی جو ضلع کے اندر ہوں اور ہر ایک حلقہ کی جانب سے ایک یا کئی ممبر اس حلقہ کی لوکل بورڈ کے ممبر ہوں گے اور وہ اُن کو

منتخب کرے گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس دفعہ کا یہ اثر ہوگا کہ جہاں تک ضمن (الف) سے تعلق ہے لوکل بورڈوں کے ممبروں کے سوائے کوئی اور شخص ضلع کی کونسلوں کی ممبری کے لائق نہ ہوگا۔ اب میرے لارڈ جو واقفیت مجھ کو لوگوں کی حالت سے ہے وہ مجھ کو اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ ہندوستان کے ایسے حصوں میں جیسے کہ ممالک مغربی و شمالی و اودھ ہیں معزز و ذی رتبہ اشخاص اس بات پر راضی نہ ہونگے کہ وہ ضلع کی کونسل کی حکومت اور اختیار کے ماتحت ہو کر لوکل بورڈوں میں کام کریں اور اگر لوکل بورڈ ہی صرف وہ جماعتیں ہوں گی جن میں سے زمینداروں کے حامی ضلع کی کونسلوں کے واسطے منتخب کیئے جاوینگے تو ایسے بہت سی شخصوں کی خدمتوں کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا بڑا اندیشہ ہوگا جن کی موجودگی اس کام میں جو ضلع کی کونسلوں کے متعلق کیا جاوے گا نہایت کارآمد اور بیطور بیش بہا مدد کے ثابت ہوگی میرا خاص خیال یہ ہے کہ ضلع کی کونسلوں کی ترتیب کے واسطے شاید سب سے زیادہ عمدہ اور قابل اطمینان قاعدہ اس بات کا قرار دینا ہوگا کہ لوکل بورڈوں کے ممبروں کے اور ضلع کی کونسلوں کے ممبروں کے درمیان کوئی امتیاز نہ رکھا جاوے۔ اس طریقہ سے لوگوں کا بہترین فرقہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں دونوں میں کام دینے پر مایل ہوگا اور لوکل بورڈ اپنے فرایض اس طرح پر انجام دیں گی گویا کہ وہ ضلع کی کونسلوں کی سب کمیٹیاں ہیں اور لوکل بورڈ کے ہر ایک ممبر کو ضلع کی کونسلوں کے مشوروں میں دخل حاصل ہوگا اور اس قسم کے رشک اور حسد کیواسطے کوئی گنجایش نہ رہے گی جو اس وقت پیدا ہوگا جبکہ لوکل بورڈ کے ضلع کی کونسل کیواسطے ایک ممبر منتخب کرے گا۔ اگر اس قسم کا کوئی قاعدہ جس کی رائے دینے کی میں نے جرأت کی ہے قرار دیا جاوے تو ضلع کی کونسلیں بلاشبہ بلحاظ تعداد کے نسبت اس حالت کے بہت بڑی ہوں گی۔ جیسے کہ وہ اُس مسودہ کے احکام کے بموجب ہونگے جو بالفعل ہمارے روبرو درپیش ہے لیکن میں یہ خیال نہیں کرتا کہ ضلع کی کونسلیں کارروائی کی اغراض کے لحاظ سے بہت بڑی ہوں گی اور مجھ کو یقین ہے کہ اس قسم کے جلسوں میں بہت سی ممبروں کے شریک ہونے کی توقع اُس تعداد کی مناسبت سے زیادہ ہوگی جو ضلع کی کونسل میں شامل ہوں۔ میرے لارڈ اگر میں اس مسودہ کی کسی دفعہ کی نسبت اختلاف کرنے پر آمادہ ہوتا تو میں ان امور کی نسبت زیادہ تر تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا اپنا فرض سمجھتا لیکن جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں میں اصلاح متوسط کو اس لائق سمجھتا ہوں کہ اُن کی نسبت خاص طور پر عمل کیا جاوے اور اس قسم کے معاملہ میں حکام ضلع کے مشورہ پر بھروسہ کرنا بلاشبہ زیادہ تر مناسب ہے میں اس مسودہ کی نسبت اِسوجہ سے کوئی قطعی مخالفت کرنا بہت کم چاہتا ہوں کہ اُس کے احکام

کے بموجب لوکل بورڈوں میں زمینداروں کی طرف سے مقدم لوگ ممبر ہوں گے جو اضلاع متوسط کے قانون مالگذاری مجریہ ۱۸۸۱ء کے بموجب مقرر کیئے گئے ہیں بلاشبہ اس قسم کے لوگ معزز اور ذی رعب شخص ہوں گے اور جو باتیں میں نے اس وقت بیان کی ہیں وہ اضلاع متوسط کی نسبت شاید وہ اثر نہیں رکھتی ہیں جو وہ اُس وقت رکھتیں کہ یہ مسودہ ملک کے اس حصہ سے تعلق رکھتا جس میں مَیں رہتا ہوں ٭

لیکن میرے لارڈ - جن امور کا میں نے ذکر کیا ہے اُن کی نسبت بہت زیادہ ضروری وہ احکام ہیں جو ضمن (ج) دفعہ (۵) اور مسودہ مذکور کی دفعہ ۶ - اسی ضمن میں شامل ہیں - ان ضمنوں میں گورنمنٹ کو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کے واسطے ممبروں کے مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جن کی تعداد کل ممبروں کے ایک ثلث سے زیادہ نہ ہو مسودہ کی اس دفعہ کو میں بالکل پسند کرتا ہوں اور چونکہ یہ اوّل ہی موقع ہے جبکہ لوکل سیلف گورنمنٹ کا معاملہ قانونی کونسل کے روبرو پیش ہوا ہے - اس وجہ سے مَیں اس اُمید کے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ جن دفعہ کا مَیں نے ذکر کیا ہے وہ اُس پالیسی کا ایک اظہار ہے جو گورنمنٹ قانون بنانے کے باب میں اور صوبوں کیواسطے بھی اختیار کرنا چاہتی ہے - یہ امر کہ گورنمنٹ کو کس درجہ تک لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کی ترتیب کو اپنے اختیار میں رکھنا چاہیئے ایک ایسے اصول سے تعلق رکھتا ہے جو کسی طرح پر اضلاع متوسط سے مخصوص نہیں ہے درحقیقت یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو لوکل سیلف گورنمنٹ کی تمام تجویز کی جڑھ سے تعلق رکھتا ہے جو حضور کے عہدہ کے بدولت اس ملک کو نصیب ہوئی ہے - میں اس عمدہ تجویز کی بڑے فخر سے دلی مگر ناچیز تائید کرتا ہوں - کیونکہ میں اس بات کے خیال کرنے سے خوش ہوتا ہوں کہ میں اسقدر عرصہ تک زندہ رہا کہ میں نے اُس دن کا آغاز دیکھ لیا جبکہ ہندوستان اپنے حاکموں کے ہاتھ سے "سیلف ہیلپ" اور "سیلف گورنمنٹ" کے وہ اصول سیکھنے کو ہے جنہوں نے انگلستان میں ریپریزینٹیٹو انسٹیٹیوشن پیدا کی ہیں اور اُسکو دنیا کی قوموں میں بڑا بنا دیا ہے میرے لارڈ میں دل سے یقین کرتا ہوں کہ ہندوستان کے تمام تعلیم یافتہ فرقے اُن خیالات سے متفق ہیں جو میں نے ظاہر کیئے ہیں اور وہ اُن حقوق کے لحاظ سے گورنمنٹ کے ممنون و مشکور ہیں جو لوکل سیلف گورنمنٹ کی تجویز کے باعث سے اُن کو حاصل ہوں گے اور اُن حقوق کا یہ نتیجہ ہوگا کہ انگریزی حکومت کی پسندیدگی زیادہ ہو جاوے گی اور برٹش انڈیا کے اثر سے رعایا کے دلوں میں خیرخواہی اور وفاداری کا جوش پیدا ہوگا جس قدر زیادہ اصلی یہ حقوق ہوں گے اُسیقدر زیادہ منفعت بخش وہ اُن کے نتیجہ ہوں گے پس جبکہ میری رائے اور خیالات اس قسم کے ہیں

جیسے میں نے ظاہر کیئے ہیں تو میں غالباً اُن شخصوں کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتا ہوں جو لوکل فنڈ اور معاملات مختص المقام کے انتظام سے گورنمنٹ کا علیحدہ ہونا بُرا سمجھتے ہیں اور بلحاظ اصول کے بالطبع میری یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں میں حتی الامکان وہ شخص شریک ہوں جو رعایا کی رائے سے بطور اُن کے حامیوں کے منتخب کیئے گئے ہوں لیکن میرے لارڈ میں خیال کرتا ہوں کہ مَیں اس مسودہ کے اُن احکام کی دل سے تائید کرنے میں جس میں گورنمنٹ کو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کے ایک ثلث ممبروں کے مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اپنے خیالات اور رائیوں کے برخلاف عمل نہیں کرتا ہوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ ہندوستان کا کوئی حصہ اب تک اس درجہ کو نہیں پہونچا ہے جبکہ ریپریزینٹیشن کا قاعدہ معاملات مختص المقام کے لحاظ سے بھی پورا پورا ہندوستان میں جاری کیا جاوے ریپریزینٹیٹو انسٹیٹیوشنوں کے ذریعہ سے سیلف گورنمنٹ کا اصول شاید سب سے بڑا اور عمدہ سبق ہے جو انگلستان کی فیاضی ہندوستان کو سکھاوے گی لیکن انگلستان سے ریپریزینٹیٹو انسٹیٹیوشنوں کا اصول مستعار لیتے ہیں اُن سوشل اور پولٹیکل معاملات کا یاد رکھنا نہایت ضروری ہے جن کے لحاظ سے ہندوستان اور انگلستان کے درمیان امتیاز پایا جاتا ہے۔ ہندوستان کی موجودہ سوشل اور پولٹیکل حالت کئی صدیوں کی خود مختار حکومت اور ظلم اور ایک قوم کے دوسری قوم پر اور ایک مذہب کے دوسرے مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔ لوگوں کے دستورات اور خیالات اور اُن کی موجودہ تمدنی حالت پر زمانہ گذشتہ کی تاریخ کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے اور انگریزی حکومت کے شائستگی بخش اثر سے اب تک فتنہ و فساد کی اُس زمانہ کی یاد فراموش نہیں ہوئی ہے جو اس امن امان سے پہلے گذرا تھا جو انگریزی حکومت کے باعث سے ہندوستان کو حاصل ہوا۔ ہندوستان فی نفسہ ایک برّ اعظم ہے اور اس میں مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کے آدمی کثرت سے رہتے ہیں اور مذہبی دستورات کی سختی نے ابتک ہمسایوں کو بھی ایک دوسرے سے جُدا رکھا ہے اور ذات کا قاعدہ ابتک بڑے زور شور سے جاری ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی ضلع میں مختلف مذاہب اور مختلف فرقوں کے باشندے ہوں اور جس حالت میں کہ باشندوں کا ایک گروہ دولتمند اور صاحب تجارت ہو تو دوسرا گروہ باعلم اور ذی رعب ہو ممکن ہے کہ ایک گروہ بلحاظ تعداد کے دوسرے گروہ سے بڑا ہو اور روشنضمیری کے جس درجہ ایک گروہ باشندوں کا پہونچ گیا ہو وہ بہ نسبت اس کے جہاں تک کہ باقی باشندے پہونچے ہوں بہت اعلےٰ ہو ایک قوم اس بات سے بخوبی واقف ہو کر لوکل بورڈوں اور

ضلع کی کونسلوں میں اُن کی طرف سے ممبروں کا شریک ہونا نہایت ضروری ہے اور دوسری قوم کو اس قسم کے معاملات کی مطلق پرواہ نہ ہو پس ان صورتوں میں اس بات سے انکار کرنا شاید ہی ممکن ہے کہ ہندوستان میں ریپریزنٹیٹو انسٹیٹیوشنوں کے جاری کرنے سے بڑی مشکل اور سوشل و پولٹیکل خطرات پیدا ہوں گے ایک ایسے ملک میں جیسا کہ انگلستان میں جہاں تک قومی امتیاز اب باقی نہیں رہا اور جہاں تک مذہبی معاملات میں تفرقہ و اختلاف تحمل کی ترقی کی سب سے کم ہو گئی ہیں اس معاملہ میں اس قسم کی مشکلات پیش نہیں آتی ہیں۔ قوم اور مذہب کے متحد ہونے سے انگریزی قوم ایک قوم ہو گئی ہے اور تعلیم کی ترقی سے خفیف اختلافات ان معاملات میں جو بیشتر ملک کی بہبودی سے متعلق ہیں بالکل ناچیز ہو گئے ہیں عیسائیوں کو پارلیمنٹ میں اپنے مطالب کی حمایت کرنے کے واسطے یہودیوں کی نسبت ووٹ دینے میں کچھ عذر نہیں ہوتا ہے اور درحقیقت سوشل و پولٹیکل مقاصد کے واسطے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انگلستان کی کل آبادی ایک ہی قوم ہے۔ بلاشبہ یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کی نسبت ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ الیکشن کے ذریعہ سے ممبروں کے مقرر کرنے سے رعایا کا ایک حصہ کی رائے اور مطالب کی حمایت کرنے سے مراد ہے اور اُن ملکوں میں جہاں کی آبادی صرف قوم اور ایک مذہب سے مرکب ہوتی ہے یہ قاعدہ بلاشبہ سب سے عمدہ ہے جو جاری کیا جاسکتا ہے۔ لیکن میرے لارڈ ایک ایسے ملک میں جیسا کہ ہندوستان ہے یہاں کہ ذات کے اختلافات اب تک موجود ہیں اور جہاں مختلف قومیں خلط ملط نہیں ہوئی ہیں اور جہاں کہ مذہبی اختلافات اب تک زور شور پر ہیں اور جہاں کے علم نے اپنے جدید معنی کے لحاظ سے باشندوں کے تمام فرقوں میں ایک مساوی یا مناسبت کے ساتھ ترقی نہیں کی ہے مجھ کو یقین ہے کہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں میں مختلف مطالب کی حمایت کی غرض سے الیکشن کے خالص اور سادہ اصول کے جاری کرنے سے محض تمدنی خیالات کی بہ نسبت زیادہ تر بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہونگی جبتک کہ قوم اور مذہب کے اختلافات اور ذات کا امتیاز ہندوستان کی سوشل و پولٹیکل حالت میں ایک جزو اعظم رہیگا اور ان معاملات میں جو ملک کے انتظام اور بہبودی سے بیشتر متعلق ہیں ان کے باشندوں پر اثر ڈالیگا اسوقت تک الیکشن کا خالص قاعدہ طمانیت کے ساتھ جاری نہیں کیا جاسکتا بڑی قوم چھوٹی قوم کے مطالب پر بالکل غالب آوے گی اور جاہل آدمی گورنمنٹ کی اس قسم کی تدابیر جاری کرنے کا جو ابدہ سمجھینگے جنکے باعث سے قوم اور مذہب کے اختلافات نسبت سابق کے اور بھی زیادہ سخت ہو جاوینگے۔ میرے لارڈ میں نے اس معاملہ کی نسبت استقدر تفصیل

کے ساتھ اس امر کی تشریح کرنے کی غرض سے گفتگو کی ہے کہ میں نے ریپریزنٹیٹو کا طریقہ سچا حامی ہو کر کس وجہ سے اس مسودہ کے ان احکام کی دلی تائید کی ہے جو الیکشن کے خالص طریقہ کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ نے جو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کے ایک ثلث ممبروں کے مقرر کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اس سے گورنمنٹ نے وہی تدبیر اختیار کی ہے جو ہندوستانی رعایا کے مختلف فرقوں کی طرف سے ممبروں کے تقرر میں اس قسم کی مناسب اور واجبی مساوات قایم رکھنے سے جو الیکشن کے خالص قاعدہ کے ذریعہ سے حاصل نہ ہوگی۔ لوکل سیلف گورنمنٹ کی کامیابی کی کفالت کے واسطے اختیار کی جاسکتی ہے ؛

۱۷

اسپیچ نسبت قانون حقوق استفادہ مؤرخہ

۲۱- فروری ۱۸۸۲ء

مائی لارڈ -

چونکہ میں بھی اس سلیکٹ کمیٹی کا ایک ممبر تھا جسکے سپرد یہ بل پیش کیا گیا تھا اسلیئے میں ان قواعد کے جزئیات کے بارہ میں جو مختلف دفعات میں مندرج ہیں کچھ گفتگو کرنا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ میں ان سے بالکل اتفاق کرتا ہوں - مگر میں اس بل کے عام منشا پر چند کلمات عرض کیئے بغیر اس موقع کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا ہوں ۔

مَیں اس بات کے افسوس کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ قانون مجوزہ ابتداءً صرف پریسیڈنسی مدراس و اضلاع وسط ہند و کورگ سے متعلق ہوگا - اس بل کی یہ محدود توسیع صرف اُن لوکل گورنمنٹوں کی رایوں کے لحاظ سے کی گئی ہے جو اپنے اپنے ممالک سے اسکا متعلق ہونا نہیں چاہتی ہیں - اگر میں اُن اضلاع ہندوستان کا باشندہ ہوتا جن سے یہ بل بفور نفاذ متعلق ہونے والا ہے تو اس بل کی محدود توسیع پر افسوس ظاہر کرنا اپنے اوپر واجب نہ سمجھتا - مگر میں ایک ایسے صوبہ سے علاقہ رکھتا ہوں جس سے قانون مجوزہ ابتداءً متعلق ہونے والا نہیں ہے اس وجہ سے میں اپنے تئیں مجبور سمجھتا ہوں کہ اس بات کا ذکر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس امر کو میرے صوبہ کے لوگ ایک افسوس کی نظر سے دیکھیں گے - بل ہذا حالت موجودہ میں اُن قواعد کو باقاعدہ منضبط کرتا ہے جو فیصلہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ پر مؤثر ہوتے ہیں - یہ قواعد ویسے ہی ہیں جن کا عملدرآمد آجکل بھی عدالتوں میں بلا لحاظ اس بل کے ہے اور میں اس بات کو اعتقاد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بل ہذا میں کوئی معتدبہ قاعدہ اس قسم کا نہیں ہے جو ہند و انگلستان کی عدالتوں کے عملدرآمد میں نہ ہو - جہاں تک کہ مَیں دیکھتا ہوں اس بل کا منشا نئے قواعد ایجاد کرنے کا نہیں ہے - اس کا منشا یہ ہے کہ قانون حقوق استفادہ متحقق ہو جاوے اور ان لوگوں کے لیئے قابل ادراک ہو جاوے جن کو بطور خود بذریعہ نالش کے تنازعات متعلق حقوق استفادہ کا تصفیہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان عدالتوں کے بھی قابل فہم ہو جاوے جن پر اُن تنازعات کا تصفیہ واجب ہوتا ہے - اگر یہ کہا جاسکے کہ حقوق استفادہ متفرق

اقطاع ہندوستان پر محدود ہیں اگر یہ کہا جا سکے کہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ صرف انھی ممالک میں برپا ہوتے ہیں جن سے کہ مجوزہ قانون ابتداءً متعلق ہونے والا ہے تو میں قانون مجوزہ کو صرف انھی ممالک پر توسیع دینے کے اصول کو بخوبی سمجھ سکتا مگر حق استفادہ اس زمانہ کا حق ہے جبکہ نوع انسان نے جہالت و وحشت کی حالت سے قدم باہر رکھکر مجتمع ہوکر شہروں میں رہنا ایک دوسرے کا ہمسایہ بننا ایک دوسرے کے حقوق میں نگاہ رکھنا اختیار کیا تھا حق استفادہ حق تملیک جائداد غیر منقولہ کا لازمی نتیجہ ہے اور جب ہی کہ نوع بشر نے یہ امر قرار دیا کہ منفوذ اشخاص جائداد کی ملکیت خالص کے مجاز ہیں تو اس کے بعد ہی دوسرا قدم اس انصافانہ اصول پر اتفاق کرتا تھا کہ عوام النّاس کی بہبودی اس امر سے متصور ہے کہ ہر شخص اپنی جائداد سے اس طرح پر متمتع ہو کہ اپنے ہمسایہ کے تمتع جائداد میں خلل انداز نہ ہو اور یہی عُمدہ اصول میرے نزدیک حقوق استفادہ کی اصل بنا ہے ؛

مائی لارڈ - میں ایسی باتیں بیان کرتا ہوں جو عام طور کی ہیں - کیونکہ میں نے بارہا سُنا و پڑھا ہے کہ یہ بل ایک غیر ضروری تجویز ہے اور ہندوستانیوں کی موجودہ حالت کیواسطے موزوں نہیں ہے - مجھ کو اُمید ہے کہ اگر میں اس ضمنی الزام سے اپنے ہم وطنوں کی حمایت کرنے میں کہ وہ اس ابتدائی منزل ترقی سے آگے نہیں بڑھے ہیں جبکہ حقوق استفادہ کا یا تو وجود ہی نہیں ہوتا ہے یا ان کے بارہ میں معیّن و مصرح قواعد کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کسیقدر زور دیکر گفتگو کروں تو میں معذور رکھا جاؤں گا - اور اگر اس قسم کی نالشوں کا ہماری عدالتوں میں دائر ہونا صحیح ہے اگر عدالتوں کا ان کے انفصال پر مجبور ہونا صحیح ہے تب میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اس قسم کے ایک معیّن قانون کا موجود ہونا جو بل ہذا میں تجویز کیا گیا ہے نہایت ضروری ہے اور جو افسوس کہ میں اس بل کے محدود الوسعت ہونے پر ظاہر کرتا ہوں وہ صرف خیالی ہی نہیں ہے بلکہ معتدبہ وجوہات پر مبنی ہے - مگر خوشی کی بات ہے کہ اس بل کی شکل میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو اُسکو محدود الوسعت یا مختص المقام کرتی ہو اور جو اختیار کہ اس بل کی دفعہ اول کے رو سے لوکل گورنمنٹوں کو دیا گیا ہے کہ جب کبھی وہ مناسب خیال کریں قانون مجوزہ کو اپنے اپنے صوبجات سے متعلق کر دیں اس سے نہایت خوشی ہوئی - برعایت انصاف اور اُن بدقسمت مقدمہ والوں کے حال پر نظر کر کے جن کو حقوق استفادہ سے کام پڑتا ہے اور ایک غیر معین اور غیر قابل تعین قانون کے ماتحت ہیں مجھ کو اُمید قوی ہے کہ تھوڑی ہی مدت کے بعد وہ لوکل گورنمنٹیں جو بالفعل اس قانون مجوزہ کو اختیار کرنا نہیں چاہتی ہیں اس کے اصول کو تسلیم کرینگی اور اپنے اپنے صوبجات سے اسکو متعلق کر دیں گی ؛

مائی لارڈ۔ اگرچہ میں نے اس امر کی نسبت افسوس ظاہر کیا ہے کہ یہ بل بفور نافذ ہونے کے کُل برٹش انڈیا سے متعلق نہ ہوگا مگر میں اس مصلحت کو بخوبی سمجھتا ہوں کہ کوئی قانونی تجویز خلاف منشائے اُن نامی مدبروں کے جن کے سپرد ہماری لوکل گورنمنٹوں کی حکومت ہے جاری نہیں کرنی چاہیئے۔ ایسے امور میں ان کی رائیں فی نفسہ بڑی وقعت کے قابل ہیں لیکن گو اس بل کی توسیع میں دیر بھی ہو اس کی عملی سودمندی بفور نفاذ ہی بہت زیادہ ہو جائیگی کیونکہ مجھ کو یقین کلی ہے کہ اس بل کی حقیقی خوبیوں پر ہمارے جج لوگ خود بخود توجہ فرماوینگے اور اپنے فیصلوا میں مدد حاصل کرنے ہی کی غرض سے اس بل کے اصولوں سے استفادہ کریں گے میں کسی ایسی کتاب سے نہیں واقف ہوں جسمیں قانون متعلق حقوق استفادہ اس قدر ترتیب و صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہو جیسا کہ اس بل میں مندرج ہے اور چونکہ اس کے اصول عملی طور سے وُہی ہیں جن پر آجکل عدالتوں کا مدار ہے۔ چونکہ قانون حقوق استفادہ کے بارہ میں اس ملک کی دیسی زبانوں میں کوئی کتابیں نہیں ہیں چونکہ ہمارے اکثر جوڈیشل افسر انگریزی زبان سے ناواقف ہیں اور انگریزی کتابیں حقوق استفادہ کے متعلق یا تو اکثر مفصل کے ججوں کو دستیاب نہیں ہوتی ہیں یا وہ اُن کو آسانی سے سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ مجھ کو اُمید قوی ہے کہ اس بل کو بفور نافذ ہونے کے عوام النّاس اور وکلا و حکام سب بغور مطالعہ کرینگے یہ امر بالکل صریح معلوم ہوتا ہے کہ جبتک تنازعات رہیں گے اُن کے تصفیہ کے لیئے متحقق قواعد کا ہونا ضرور ہے اور اگر لیجس لیچر ان قواعد کی تصریح و تعین کرنے سے انکار کرے گی تو ججوں کو ان کا فیصلہ اپنے ہی ذاتی خیالات انصاف کے بموجب ہر مجموعہ واقعات کی نسبت کرنا ہوگا ◆

مائی لارڈ۔ مُجھ کو یقین ہے کہ میرے اس بیان سے کہ رعایا اور عدالتیں ضرورت کے سبب اور آسانی کے واسطے قبل اس کے کہ اُن کو اس کے اصول کے بطور قانون نافذہ کے اتباع کرنے کا حکم ہو اس بل کے قواعد کی طرف رجوع کرینگی۔ یہ نہیں سمجھا جائیگا کہ ان لوکل گورنمنٹوں کے کامل ادب و توقیر میں جو قانون مجوّزہ کو اختیار کرنا ناپسند کرتی ہیں میری طرف سے کسی قدر کمی و کوتاہی ہوئی ہے ◆

مائی لارڈ۔ میرے بیان سے بخوبی واضح ہوگا کہ اس بل کے بارہ میں میری رائے اور ہمدردی کس طرف مائل ہے۔ مگر میں اپنے اوپر اس شبہ کا ہونا بھی پسند نہیں کرتا ہوں کہ میں **کوڈیفکشن** کی پالسی کی نابینایانہ تائید اور لفظی حمایت کرتا ہوں۔ **لیجلیشن** کی کسی مخصوص پالسی کی تائید کرنا میرا کام نہیں ہے۔ میرا کام اپنے ہم وطنوں کے خیالات اور رایوں کا ظاہر کرنا اور لیجس لیچر کے روبرو ایسے معاملات کا پیش کرنا ہے جو اسکی توجہ کے

محتاج اور رعایا کی ضروریات پر مشتمل ہیں اور اسی حیثیت سے میں اس بات کے کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ یہ بل ایک ایسا قانون ہے جس کی ضرورت ملک کو بہت عرصہ سے ہے بعض اوقات یہ کہا گیا ہے کہ ہندوستان جیسے زراعت پیشہ ملک میں حقوق استفادہ کوئی ایسے اہم معاملات نہیں ہیں جو لیجسلیچر کے لحاظ کے لائق ہوں اور اُن کے بارہ میں قانون وضع کرنا ہندوستان کے مجموعہ قوانین کو بے فایدہ بڑھانا ہے - اب اُن لوگوں کا کامل ادب کر کے جو ایسی رائیں ظاہر کرتے ہیں میں اس بات کا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ باشندگان ہند ایسے خیالات کی تائید نہیں کرتے ہیں - میرا اپنے ذاتی تجربہ کی وجہ سے یہ خیال ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں حقوق استفادہ بڑی قدر و قیمت کے حقوق خیال کیئے جاتے ہیں اور اُن کی وجہ سے اکثر مقدمہ بازی ہوتی ہے اور اخیر فیصلہ سے اس جایداد کی مالیت پر جس کی بابت حقوق استفادہ کا دعویٰ کیا جاتا ہے معتد بہ اثر ہوتا ہے - یہ بات بھی نہیں ہے کہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ زیادہ ترقی یافتہ صوبجات ہندوستان پر موقوف ہوں غالباً زیادہ کثرت سے یہ تنازعات ان ممالک میں ہوتے ہیں جن کو بمقابلہ دیگر صوبجات کے عملداری سرکار میں آئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے - بالتخصیص ایسے ہی صوبجات میں حقوق استفادہ اب تک غیر معین ہیں کیونکہ ان کی نسبت کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے - اس لیئے میری رائے ناقص یہ ہے کہ اس بل کو ملک کے ناترقی یافتہ صوبوں تک وسعت دینے سے بھی فایدہ مترتب ہوگا ؛

مجھ کو اس بل کے بارہ میں مسلمانوں کے خیالات کے لحاظ سے بھی چند باتیں عرض کرنی ہیں - حقوق استفادہ کا مضمون اہل اسلام کے نزدیک کوئی نئی بات نہیں ہے - حقوق استفادہ سے وہ واقف ہیں اور ان کی فقہ کی کتابیں ان حقوق کی نسبت مسایل سے بھری ہوئی ہیں جن کو کہ فقہائے اسلام نے "حقوق جار" کے تعبیر کیا ہے - پس کم سے کم جہاں تک کہ میرے ہم مذہب لوگوں کو تعلق ہے مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ اس بل کو وہ پسند کرینگے ؛

علاوہ اس بل کی ذاتی خوبیوں کے اگر اُس کی تائید میں کسی اَور امر کا اظہار ضروری ہو تو مجھ کو اس بات کے کہنے کی اجازت دی جاوے کہ اصول مندرجہ بل ہذا کی عمدگی اور ضرورت کی بہترین کفالت ہمارے پاس موجود ہے - آنریبل ممبر قانونی کے اُس بڑے تجربہ کے علاوہ جو قوانین کے بنانے میں حاصل ہوا ہے اس بل کو آنریبل سر چارلس ٹرنر چیف جسٹس مدراس کے ملاحظہ میں گذرنے کے مستثنےٰ فوایدہ حاصل ہوئے ہیں جن کو ایک قانون دان اور

ججلی اعلےٰ لیاقتوں کے سوا میرے ملک میں ایک بڑا جوڈیشل تجربہ اور رعایا ہند کی جس کی بہبودی کے ساتھ اُن کو ہمیشہ ذاتی شوق اور بڑا تعلق رہا ہے طبایع و احتیاجات کا بے نظیر علم حاصل ہوا ہے۔ اس بل نے اس صفائی فہم اور جوڈیشل ذہانت کے کمال کا بھی فایدہ حاصل کیا ہے جس کی وجہ سے آنریبل مسٹر ویسٹ جسٹس ہائیکورٹ بمبئی ہمارے سویلین ججوں میں ممیز و ممتاز ہیں۔ یہ بل حالت موجودہ میں اصلیتاً وہی ہے جس کو لا کمیشن ۱۸۷۹ء نے جس کے صاحبان موصوف الصدر ممبر تھے مرتب کیا تھا۔ میں اس بل میں کوئی شے ایسی نہیں پاتا ہوں جو ترمیم مزید کی محتاج ہو۔ اس لیئے مجھ کو اُمید

ہے کہ وہ پاس

ہوجاویگا٭

۱۸

لکچر بمقام پٹنہ جو ۲۷ جنوری ۱۸۸۳ء کو دیا گیا

اے صاحبو!

آج میں آپ کے سامنے کسی دقیق یا خیالی مضمون پر لکچر دینے نہیں کھڑا ہوا ہوں بلکہ ایسی باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں جو روزمرہ ہم سب کے برتاؤ میں ہیں۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ "انسان آپ اپنے لیئے سب سے بڑا اُستاد ہے۔ دنیا کے تمام واقعات اُس پر گذرتے ہیں اور اُن کے اثروں سے جیسا وہ واقف ہوتا ہے دوسرا کوئی واقف نہیں ہوتا اور اُن سے اُسکو عبرت پکڑنے کا سب سے زیادہ موقع ہوتا ہے"۔

یہ ایک غلطی ہوگی اگر کوئی سمجھے کہ انسان کا اطلاق صرف شخص واحد ہی پر ہوتا ہے۔ یہ ایک اصطلاح ہے اور جس طرح شخص واحد پر صادق آتی ہے اُسی طرح مجموعہ افراد پر بھی صادق آتی ہے۔ پس جو لوگ کہ اپنے ملک میں تمام باشندگان ایک حصہ دنیا کی بھلائی پر نظر رکھتے ہیں وہ اُس ملک کے کُل باشندوں پر انسان کا لفظ اطلاق کر سکتے ہیں اور مجازاً اُس مُلک پر اور جو کسی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں وہ کل قوم پر اور جو کسی خاندان کی بھلائی چاہتے ہیں وہ کل خاندانوں کے لوگوں پر۔ نتیجہ اسکا یہ ہے کہ ملک کی بھلائی کے لیئے خود ہمارا ملک اور قوم کی بھلائی کے لیئے خود ہماری قوم اور خاندان کی بھلائی کے لیئے خود ہمارا خاندان ہمارے لیئے اُستاد ہے۔ جو حالتیں اُسپر گذری ہیں یا گذر رہی ہیں اُنھیں پر غور کرنا ہماری نصیحت اور عبرت کے لیئے کافی ہے۔ میرا ارادہ آجکے لکچر سے صرف یہی ہے کہ ہم ان تینوں بھائیوں کی موجودہ حالت پر نظر ڈالیں اور اس سے آیندہ کے لیئے نصیحت حاصل کریں۔

ملک پر جب ہم انسان کا لفظ اطلاق کریں تو ہمکو معلوم ہوگا کہ جس طرح انسان میں مختلف قوا اور مختلف اعضا ہیں جن پر انسان کی زندگی کا مدار ہے اسی طرح ملک میں بھی مختلف قومیں اور مختلف اشخاص ہیں جن پر مُلک کی سرسبزی اور ترقی اور بھلائی کا بلکہ مختصر طور پر کہوں کہ ملک کی زندگی کا مدار ہے۔ پس جو لوگ کہ ملک کی بھلائی چاہتے ہیں اُن کا پہلا فرض یہ ہے کہ بلا لحاظ قوم و مذہب کے کُل باشندگان مُلک کی بھلائی پر کوشش کریں۔ کیونکہ جس طرح ایک انسان کی اُس کے تمام قوا اور تمام اعضا کے صحیح و سالم رہنے بغیر زندگی یا پوری تندرستی محال ہے اُسیطرح

ملک کے تمام باشندوں کی خوشحالی اور بہبودی بغیر ملک کی زندگی یا پوری ترقی ناممکن ہے۔

اے میرے دوستو! ہمارے ملک ہندوستان میں دو مشہور قومیں آباد ہیں۔ جو ہندو اور مسلمان کے نام سے مشہور ہیں۔ جس طرح کہ انسان میں بعض اعضائے رئیسہ ہیں اسیطرح ہندوستان کے لیئے وُہی دونوں قومیں بمنزلۂ اعضائے رئیسہ کے ہیں۔ ہندو ہونا یا مسلمان ہونا انسان کا اندرونی خیال یا عقیدہ ہے۔ جس کو بیرونی معاملات اور آپس کے برتاؤ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ کیا خوب کہا ہے جس نے کہا ہے کہ انسان کے دو حصّے ہیں۔ اُس کے دل کا خیال یا عقیدہ خدا کا حصّہ ہے اور اُس کا اخلاق اور میل جول اور ایک دوسرے کی ہمدردی اُس کے ابنائے جنس کا حصّہ ہے۔ پس خدا کے حصّہ کو خدا پر چھوڑ دو اور جو تمہارا حصّہ ہے اُس سے مطلب رکھو۔

اے عزیزو۔ جس طرح ہندوؤں کی شریف قومیں اس ملک میں آئیں اُسی طرح ہم بھی اس ملک میں آئے۔ ہندو اپنا ملک بھول گئے۔ اپنے دیس سے پردیس ہونے کا زمانہ اُن کو یاد نہیں رہا اور ہندوستان ہی کو اُنھوں نے اپنا وطن سمجھا اور یہ جانا کہ ہمالیہ اور بندھیاچل کے درمیان ہمارا ہی وطن ہے۔ ہمکو بھی اپنا ملک چھوڑے سینکڑوں برس ہو گئے۔ نہ وہاں کی آب و ہوا ہمکو یاد ہے نہ اُس ملک کی فضا کی خوبصورتی۔ نہ وہاں کے پھلوں کی تر و تازگی اور نہ میووں کی لذّت اور نہ اپنے مقدّس ریتیلے و کنکریلے ملک کی برکت۔ ہم نے بھی ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور اپنے سے پیش قدموں کی طرح ہم بھی اس ملک میں رہ پڑے۔ پس اب ہندوستان ہی ہم دونوں کا وطن ہے۔ ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونوں جیتے ہیں مقدّس گنگا جمنا کا پانی ہم دونوں پیتے ہیں۔ ہندوستان ہی کی زمین کی پیداوار ہم دونوں کھاتے ہیں مرنے میں جینے میں دونوں کا ساتھ ہے۔ ہندوستان میں رہتے رہتے دونوں کا خون بدل گیا دونوں کی رنگتیں ایک سی ہو گئیں۔ دونوں کی صُورتیں بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی سینکڑوں رسمیں اختیار کر لیں۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی سینکڑوں عادتیں لے لیں۔ یہاں تک ہم دونوں آپس میں ملے کہ ہم دونوں نے ملکر ایک نئی زبان اُردو پیدا کر لی جو نہ ہماری زبان تھی نہ اُن کی۔ پس اگر ہم اس حصّہ سے جو ہم دونوں میں خدا کا حصّہ ہے قطع نظر کریں تو درحقیقت ہندوستان میں ہم دونوں باعتبار اہل وطن ہونے کے ایک قوم ہیں اور ہم دونوں کے اتفاق اور باہمی ہمدردی اور آپس کی محبت سے ملک کی اور ہم دونوں کی ترقی و بہبودی ممکن ہے۔ اور آپس کے نفاق اور ضد و عداوت۔ ایک دوسرے کی بدخواہی سے ہم دونوں برباد ہونیوالے ہیں۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتے اور آپس میں ان دونوں

قوموں کے تفرقہ ڈالنے کے خیالات پیدا کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس مضرت اور نقصان میں وہ خود بھی شامل ہیں - اور آپ اپنے پانوں پر کلہاڑی مارتے ہیں - اے میرے دوستو - میں نے بارہا کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ ہندوستان ایک دُلہن کی مانند ہے - جس کی خوبصورت اور رسیلی دو آنکھیں ہندو و مسلمان ہیں - اگر وہ دونوں آپس میں نفاق رکھینگے تو وہ پیاری دُلہن بھینگی ہوجاوے گی - اور اگر ایک دوسرے کو برباد کردینگے تو وہ کانڑی بن جاوے گی - پس اے ہندوستان کے رہنے والے مسلمانوں - اب تمکو اختیار ہے کہ چاہو اُس دُلہن کو بھینگا بناؤ چاہو کانڑا +

بے شک انسانوں میں باہم کبھی کبھی رنج ہوجانا ایک قدرتی بات ہے ہندو اور مسلمانوں پر موقوف نہیں ہے - آپس میں ہندو ہندوؤں میں - مسلمان مسلمانوں میں بھائی بھائیوں میں - باپ بیٹوں میں - ماں بیٹیوں میں رنج ہوجاتا ہے - مگر اُس رنج کو قایم رکھنا اور بکائے جانا اور بڑھائے جانا انسان کی - ملک کی - قوم کی - خاندان کی پوری بدبختی ہے کیا مبارک ہیں وہ لوگ جو معافی چاہتے ہیں اور اُس گرہ کے کھولنے میں جو محبت میں اتفاق سے پڑ گئی ہے پیش قدمی کرتے ہیں - اور اپنے بھائی یا ہم وطن یا ہمقوم سے بے قصور ہونے پر بھی معافی چاہتے ہیں - اور محبت کو ٹوٹنے نہیں دیتے - او **مقلب القلوب** تو ہندوستان کے لوگوں کو اسی طرف پھیر دے +

اے صاحبو - اب میں دوسرے برادر عزیز کی حالت پر یعنی قوم کی حالت پر نظر ڈالونگا بہتر ہوگا کہ اس کام کے لیئے میں اپنی ہی قوم کو منتخب کروں تاکہ جو کچھ میں اُسکی نسبت کہوں اچھا یا بُرا میں خود بھی اُس سے خارج نہ رہوں - اے مسلمانوں میں اپنی قوم کی اس بات سے خوش ہوں کہ اُن کے باپ دادا کیا خدا پرستی کے مقدس اور قابل ادب طریقہ میں اور کیا علم و فضل کے میدان میں اور کیا جاہ و حشمت کے عروج میں اور کیا بہادری اور جرأت اور سپاہ گری کے فن میں ایسے گذرے ہیں جن پر اُن کو فخر کرنا زیبا ہے - اُسی کے ساتھ میری خوشی اُور زیادہ ہوجاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہماری قوم اپنے باپ دادا کی باتوں پر فخر بھی کرتی ہے اور اُن کو یاد بھی رکھتی ہے کیونکہ جس قوم کے باپ دادا ایسے گذرے ہوں جیسے تمہارے تھے اور وہ اُن کے افتخار کو بھی یاد رکھے تو اُس قوم سے پھر ترقی کرنے کی اُمید ہوسکتی ہے اور جس قوم میں باپ دادا کے افتخار نسیاً منسیاً ہوجاتے ہیں یا بطور دیو پری کی کہانیوں کے باقی رہجاتے ہیں اُس قوم سے ترقی کی اُمید باقی نہیں رہتی - الحمدللہ کہ ہماری قوم کی حالت ابھی ایسی نہیں ہوئی - سکتی ہے پر کچھ جان باقی ہے - اگر خدا مدد کرے تو شاید صحت پاجاوے +

مگر اے عزیزو - اس بات سے مایوسی ہوتی ہے کہ ہماری قوم اپنے باپ دادا کے گیت توگاتی ہے پر خود کچھ نہیں کرتی - کوئی بے عزتی اور بے غیرتی اس سے زیادہ نہیں ہوسکتی کہ ہم اپنے سلف کے ایسے خلف ہوں جن سے ہمارے اسلاف کی نام آوری کو بھی بٹہ لگے - دیکھو تمام ہندوستان میں تمہاری قوم کا کیا حال ہے - سب قوموں سے زیادہ جاہل - سب قوموں سے زیادہ ذلیل - سب قوموں سے زیادہ نظروں سے گری ہوئی - سب قوموں سے زیادہ مفلس - ہاں جو چیز کہ سب قوموں سے زیادہ اُن کے پاس ہے وہ کیا ہے - خود اپنی قوم سے بغض و عداوت - کینہ و حسد - خود اپنی قوم کی بدخواہی اور بداندیشی - قومی عزت - قومی ہمدردی - قومی افتخار کا ہم میں نام بھی نہیں - ہماری قوم میں اگر کوئی شخص ترقی یا عزت کے کسی درجہ پر پہونچتا ہے تو قوم کو اس بات کا فخر نہیں ہوتا کہ ہم میں بھی کوئی نامور ہے - بلکہ یہ حسد پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیوں ایسا ہوا - آپس کا میل جول - آپس کی دوستی - باہمی محبت - صرف ظاہر کے دکھاوے کی رہ گئی ہے - دل میں اس کا ذرا بھی اثر پایا نہیں جاتا - بہت لوگ ہیں جو ذاتی عزت کے پیچھے دوڑتے ہیں - لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں - اور اپنی دانست میں اُس کو حاصل بھی کرتے ہیں - مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ اُسی قوم کے افراد میں سے ایک ہیں جو سب کی نظروں میں ذلیل ہے اور وہ ظاہری عزت جو اُنھوں نے پائی ہے پیتل کے برتن پر صرف ملمع کی سی چمک ہے - جس کی خود طمع کرنے والا یا عزت دینے والا کچھ قدر نہیں کرتا - قوم میں سے کسی ایک شخص کو حقیقی افتخار اُسی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ اُس قوم میں سے ہو جو عزت کے لایق ہے نتیجہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص اپنی ذاتی عزت کا خواہاں ہو اُس کا پہلا فرض یہ ہے کہ قوم کے معزز کرنے میں سب سے زیادہ کوشش کرے - مگر افسوس یہ ہے کہ ہماری قوم کو اپنی قوم کی بھلائی و بہتری کا مطلق خیال نہیں - ذرہ برابر بھی توجہ نہیں - جن لوگوں نے کچھ کیا ہے وہ کرنا ذاتی غرض سے خالی نہیں - عام بھلائی کے کام میں ذاتی غرض اُس کی برکت اُس کے ثمرے دونوں کو مٹا دیتی ہے ◆

اے میرے دوستو - میں اپنی قوم کی بہت بڑی بڑی فیاضیوں سے جو اُنھوں نے کی ہیں اور جو اب بھی کرتے ہیں اور امور خیر میں جو زیادہ تر مذہب سے علاقہ رکھتے ہیں نہایت فیاضی سے روپیہ خرچ کرتے ہیں ناواقف نہیں ہوں - ہمارے ہی ضلع کے ایک رئیس اعظم نے ایک مسجد کی مرمت کے لیئے اسّی ہزار روپے تک خرچ کرنے کا ارادہ کیا ہے - مگر اے صاحبو مذہبی امور میں خرچ کرنا خاص اپنے ذاتی فایدہ سے علاقہ رکھتا ہے - جس کا عقبےٰ میں کافی فایدہ اپنی ذات خاص کو توقع ہے اور اس لیئے وہ قومی بھلائی اور قومی

ہمدردی میں شمار نہیں ہوسکتا وہ تو بمنزلہ تجارت کے ہے۔ دنیاوی تجارت میں اور اس میں صرف اس قدر فرق ہے کہ دنیاوی تجارت میں اس دنیا میں نفع حاصل کرنے کی توقع ہے اور مذہبی کام میں دوسری زندگی میں نفع اُٹھانے کی توقع ہے۔ قومی ہمدردی اور قومی رفاہ کا کام وہ ہے جو نہ اپنے لیئے کیا جاوے نہ خدا کے لیئے بلکہ خاص قوم کے لیئے اور جس چیز کی قوم کو حاجت ہے اُس کو پورا کرے اور میری رائے میں یہی اصلی ثواب کا کام ہے ؂

ہماری قوم میں قومی ہمدردی کے نہ ہونے کے خیال کا ثبوت اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے ملک میں بہت ہی عالی شان مسجدیں۔ بہت سے امام باڑے۔ بہت سی خانقاہیں بہت سی درگاہیں موجود ہیں جن کی تعمیر میں لاکھوں روپیہ صرف ہوا ہے۔ سینکڑوں ہزاروں روپئے سالانہ آمدنی کے اوقاف مسجدوں و درگاہوں اور امام باڑوں اور خانقاہوں کے لیئے یا شاذ و نادر خاص مذہبی تعلیم کے لیئے موجود ہیں مگر کوئی ایک چیز بھی قوم کی بھلائی اور قومی ضرورت کے لیئے موجود نہیں ہے۔ میں نے آج تک سوائے ہمارے دوست اور آپ کے شہر کے رئیس سید رضا حسین صاحب کے وقف نامہ کے جنھوں نے اپنی حیثیت سے بڑھکر کام کیا ہے کوئی وقف نامہ ایسا نہیں دیکھا جو خالص بھلائی کے لیئے کیا گیا ہو ؂

اے دوستو۔ یہی بڑا نقص ہماری قوم میں ہے اور یہی اصلی وجہ ہے کہ ہماری قوم نے ترقی نہیں کی اور روز بروز تنزل کرتی جاتی ہے۔ قومی ترقی صرف تعلیم پر منحصر ہے۔ مذہبی تعلیم عقبیٰ کی تعلیم کے لیئے ہے۔ دُنیوی تعلیم دنیوی ترقی کے لیئے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ تعلیم بغیر روپیہ کے نہیں ہوتی اور روپیہ بغیر تعلیم کے حاصل نہیں ہوتا۔ گو کہ بہت سی صورتوں میں جاہلوں کے پاس بھی آجاتا ہے مگر حاصل کرنے اور آجانے میں بڑا فرق ہے۔ آجانے سے قومی عزت نہیں ہوتی بلکہ حاصل کرنے سے قومی عزت ہوتی ہے ؂

میں مذہبی تعلیم کا اس وقت کچھ ذکر نہ کروں گا بلکہ دنیاوی تعلیم سے جو دنیاوی ترقی کا اور قوم کو لائق اور ذی عزت بنانے کا ذریعہ ہے غرض رکھوں گا۔ میں آپ صاحبوں سے کسی ایسے شخص کا نام سُننا چاہتا ہوں جس نے نہ تو اپنی ذاتی ناموری کے خیال سے اور نہ کسی حاکم کی خوشنودی خرید کرنے کی نظر سے اور نہ کسی عزت خریدنے کے بجائے دینے کی غرض سے بلکہ خاص اپنی قوم کی دنیاوی عزت کی نیت سے قوم کی تعلیم میں کچھ کیا ہو۔ بلا شبہ چند بزرگ ایسے پائے جاویں گے جنھوں نے مدرسۃ العلوم واقع علیگڈھ میں مدد کی ہے مگر وہ کے ہیں معدودے چند ہیں اور بیچارے غریب آدمی ہیں جنھوں نے اپنا بھوکھا رہنا پسند کرکے ایک ایک مہینہ اور دو دو مہینے بلکہ بعض نے اُس سے بھی زیادہ کا اپنا ازوقہ مدرسہ کو

دیدیا ہے مگر جو امیر ہیں اُنھوں نے کچھ بھی توجہ نہیں کی ہے۔

کریماں را بدست اندر درم نیست
خداوندان نعمت را کرم نیست

اے دوستو۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ دنیاوی عزت کو دینی عزت سے علیحدہ سمجھا ہے۔ فقیری ہو یا بادشاہی اُس میں خدا کو بھول جانا اور جو مقتضی بندہ ہونے کا ہے اُس کو یاد نہ رکھنا ہر حالت میں بُرا ہے۔ اور اگر میں غلطی میں نہ ہوں تو ایسی ہی دنیا کی بزرگوں نے مذمت کی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو دنیا دین کا ایک جزو ہو جاتی ہے۔ یہودیوں نے خدا کے احکام کی نافرمانی کی تھی۔ اُس کے فرائض کو ادا نہیں کیا تھا۔ عقبیٰ کے عذاب کے سوا خدا نے اُن کو دنیا میں بھی ذلت کا عذاب دیا۔ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ پس صاف ثابت ہے کہ دنیاوی عزت بھی ایک حصہ دینی عزت کا ہے۔ اسلام کوئی مجسم خوبصورت پتلی بنی ہوئی نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے تمہارے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے پس اگر وہ قوم جو اس دنیا میں مُسلمان کے نام سے مشہور ہے ذلیل و بے عزت و مفلس و بے قدر ہو جاوے تو از خود اسلام بھی ذلیل ہو جاوے گا۔ پس ہماری کوشش دنیاوی ترقی اور دنیاوی عزت میں اسلام کی شان و شوکت کی نیت سے ہونی چاہیئے۔ جس کو میں اصلی محبت اسلام و اصلی ثواب کے کام سے تعبیر کرتا ہوں۔ دنیا کے لیئے دنیا میں عزت حاصل کرنے کی کوشش ایک بیوقوفی کا کام ہے جس کا قیام ہر لحظہ مشتبہ و ناپائدار ہے۔

اسی خیال سے چند قوم کے ہمدردوں نے علیگڈھ میں **مدرستہ العلوم** قایم کیا ہے تمام لوگ یار و اغیار غالباً قبول کرتے ہیں کہ بالتخصیص قوم کی بھلائی اور قوم کی بہبودی کے لیئے قایم کیا گیا ہے۔ اور ہر دوست و دشمن بھی قبول کرتا ہے کہ تمام حصۂ ہندوستان میں فرد ہی جس کا نظیر موجود نہیں ہے۔ اب ہماری قوم کو خیال کرو اور اُسکی تعداد اور اُس کی مقدرت کو بھی دیکھو اگر قوم قومی ہمدردی پر متوجہ ہو تو ایسے ایسے سو مدرسے قایم کر سکتی ہے۔ مگر آٹھ دس برس کا عرصہ کوشش کرتے گذر گیا۔ قوم کی عدم توجہی کے سبب وہ بھی ابتک پورا نہیں ہوا۔ اُس کی کھُدی ہوئی بنیادیں قوم کا مونھ تکتی ہیں کہ کب ہمارا پیٹ بھرا جاویگا۔ اُسکی ناتمام عمارتیں خدا سے دُعا کرتی ہیں کہ کب ہمکو پورا کرنے کی قوم کو توفیق دے گا۔ اُسکے طالب علم چھپّر میں اور درختوں کے سایہ کے تلے نماز پڑھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہماری قوم دنیا میں زندہ ہے یا خدا کے ہاں چل بسی۔ وضو کے حوض کے مونھ میں خاک بھری ہوئی ہے۔ قوم کا کوئی شخص اُس کو پانی چوانے والا نہیں ٭

اے عزیزو۔ شاید یہ نتیجہ میری شامت اعمال کا ہو مگر اس کام میں مجھ کو ایک قلی کا سا درجہ ہے۔ میں ملحد سہی۔ کافر سہی۔ مگر کیا تمہارے لیئے مسجد و خانقاہ و امام باڑہ بنانے میں چمار و چوہڑے چھپیتری نہیں ڈھوتے اور اُس مقدّس عمارت کو تعمیر نہیں کرتے۔ تم مجھ کو بھی ایسا ہی سمجھو اور اپنی قومی بھلائی کے کام میں مدد دو ۔

چند بزرگ اس جلسہ میں ایسے ہوں گے جنہوں نے اس قومی کام کو اور جو کچھ وہاں ہوتا ہے اُس کو دیکھا ہے۔ چند ایسے بزرگ بھی یہاں موجود ہوں گے جنھوں نے اس مدرسہ میں پڑھا ہے۔ میں کچھ ہی ہوں اور میرا طریقہ کچھ ہی ہو مگر دیکھو کس طرح وہاں پنجگانہ نماز ہوتی ہے۔ کس طرح سُنّی و شیعہ طالب علم آپس میں محبّت و اُلفت سے رہتے ہیں۔ کس طرح دونوں فریق کی دنیاوی تعلیم ہوتی ہے۔ کس طرح دونوں فریق کو اُنھیں کے مذہب کے مولویوں اور مجتہدوں سے مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ کس طرح سُنّی و شیعہ طالب علموں کو مذہبی امتحان کے نتیجہ پر انعام اور سکالرشپیں ملتی ہیں۔ پس تم مجھ سے غرض مت رکھو۔ قومی کام سے غرض رکھو۔ اگر اُس میں کچھ نقص دیکھو تو بے شک مجھ پر لعنت کرو ۔

اے عزیزان من از شما نجات خود را طلبگار نیستم۔ مارا با خدائے ما بگذارید بجہتِ نجاتِ من خدائے من و جدِّ من کافی است۔ غیرتِ قومی و حمیّتِ اسلامی را بجوش آرید و کارے کہ بجہت فلاح و صلاح قوم شما اساس یافتہ بہرِ تکمیل آں اعانت و امداد فرمائید واجرکم علی اللہ "۔

اے صاحبو۔ میں نے آپ کا بہت سا وقت ضایع کیا ہے۔ اب میں تیسرے برادر عزیز یعنی خاندانوں کی حالت بہت مختصر سی طور سے بیان کروں گا۔ یہ امر نہایت روشن ہے کہ ہمارے قدیم خاندان بالکل برباد ہو گئے ہیں اور جو موجود ہیں اُن کی بربادی کی بھی علامتیں ظاہر ہیں۔ ایک بڑے سیّاح کا قول ہے کہ قوم کی خوشحالی یا بربادی کا ثبوت اُس قوم کی عمارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس اب تم تمام ہندوستان میں پھرو اور قدیم شہروں اور قدیم قصبوں میں جاؤ اور دیکھو جو معبد کہ ویران و شکستہ حال پاؤ گے وہ مسلمانوں کی مسجدیں ہوں گی جو کسی زمانہ میں نہایت عالی شان اور بے نظیر تھیں۔ جو چھت بوسیدہ اور خم درخم رسیدہ دیکھو گے وہ سقف خانہ مسلم ہوگی۔ جو دیوار لنبیدہ اور از سرتا پا اُفتادہ پاؤ گے وہ دیوار کسی مسلمان کے محل سرائے کی ہوگی۔ اے رئیسان پٹنہ۔ مَیں خدا کا شکر کرتا ہوں اور تمکو مُبارکباد دیتا ہوں کہ تمہارے پاس بہت سے عالی شان محل ہیں اور دُعا دیتا ہوں کہ خُدا اُن کو قایم رکھے مگر تم اُن کے سبب اپنی قوم کے حال سے غافل نہ ہو اور دیکھو کہ

تمہاری قوم کے قدیم خاندان جن کا ادب اور وقار اب تک تمہارے دل سے نہیں گیا کس حال میں ہیں۔ خاندانوں کی ترقی زمانہ کی چال کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ جس طریقہ سے تمہارے بزرگوں کے خاندان بنے تھے اور نام آور ہوئے تھے۔ ترقی پائی تھی۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ افسوس ہے کہ زمانہ نے اپنی چال بدل دی۔ مگر تم اُسی چال پر قایم ہو۔ اِس زمانہ میں منزل رسان نہیں ہے۔ اس زمانہ میں فتحیابی اُس کو ہے جو تعلیم و تربیت میں حسب مقتضائے اِس زمانہ کے فتحیابی حاصل کرے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے خاندان کے بچے۔ ہمارے خاندان کے نوجوان لڑکے تعلیم اور تربیت سے عاری ہیں۔ اُن کے بزرگوں کو۔ اُن کے مربیوں کو اُن کی تعلیم سے عار ہے۔ تو پھر کیا ہمکو موجودہ خاندانوں کے قایم رہنے یا نئے خاندانوں کے قایم ہونے کی توقع ہوسکتی ہے +

ہملوگوں میں ایک جوہر شرافت کا شمار کیا جاتا تھا جس طرح وہ نسب پر بولا جاتا تھا اُسی طرح عادت اور اخلاق پر بھی اطلاق ہوتا تھا۔ ہمارے بزرگ بلاشبہ ایک خاص قسم کی متانت ایک خاص قسم کی وقار ایک خاص قسم کے ادب سے مالامال تھے۔ اُن کی سچائی اُن کی صاف دلی۔ اُن کی آپس میں سچی محبت۔ اُن کی آپس میں نہایت مستحکم دوستی ایسی تھی جس کا ہمکو ہمیشہ فخر رہے گا۔ اُن کی عادتوں اور خصلتوں کو اُن کی اولاد اُن کے ہمسائے اُن کی قوم کے بچے دیکھتے تھے۔ وُہی سیکھتے تھے اور ویسا ہی بننا چاہتے تھے۔ وہ سب مرگئے اور اپنی خوبیاں اور اپنی خصلتیں اپنے ساتھ لیگئے۔ اب ہمارے خاندانوں کے بچوں کو نہ کوئی نمونہ ہے جسکو دیکھکر وہ کچھ سیکھیں اور نہ کوئی نیک صحبت ہے جس کا اثر اُن کے دل پر ہو۔ زمانہ حال کی تہذیب و شایستگی و ادب نے دوسری رنگت پکڑی ہے مگر اُسکو بھی تعلیم و تربیت و صحبت چاہیئے کہ یہ بھی ہمارے خاندان کے لڑکوں کو نصیب نہیں پس اُن کا حال اس مثل کے مطابق ہوگیا ہے کہ " ازاں سُو رانده و ازیں سُو درمانده " نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے۔ جو امیر ہیں اُن کے لڑکے ماماؤں اور اناؤں کے لڑکوں خدمتگاروں اور خدمتگاروں کے لڑکوں کی صحبت پلتے ہیں جب اَور کچھ بڑے ہوتے ہیں اور اُن کا دل کسی قسم کے ولولوں کے پیدا کرنے کے لائق ہوتا ہے تو اَور قسم کے بدرویہ اور بد اطوار لوگ اُن کے گرد ہوتے ہیں وُہی اُن کے مصاحب اور وُہی اُنکے دلی دوست شمار کیئے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ نوبت پہنچ جاتی ہے جس کو آپ صاحب بخوبی جانتے ہیں۔ جن کو اس قدر مقدور نہیں ہے اُن کے بچے بازاروں اور گلیوں میں خاک چھانتے پھرتے ہیں اور کوئی شُہدپن کی ایسی بات نہیں جو وہ نہ سیکھتے ہوں۔ قوم

کے چند بدنصیب خیر خواہوں نے جن کی قسمت میں آپ لوگوں سے بلکہ اپنی تمام قوم سے شنا فری و سخت کلامی سُننی تھی۔ قوم کی زبان سے کافر و ملحد بننا تھا۔ ان مصیبتوں کے دُور کرنے کی فکر کی اور چاہا کہ ایک ایسا گھر بنایا جاوے جس میں ہماری قوم کے بچے با امن و امان رہیں اور اُن بلاؤں اور آسیبوں سے جن کا میں نے ابھی ذکر کیا بچے رہیں۔ مگر جب قوم کی بدنصیبی ہو تو کوئی کل کیونکر سیدھی پڑے۔ یہ ایک قومی کام تھا اور بغیر قومی مدد کے پورا نہیں ہو سکتا یہ کام دو چار آدمیوں کے کرنے کا نہیں ہے بلکہ قوم کی قوم کے کرنے کا ہے۔ خدا ہماری قوم کو توفیق دے کہ اس بات کو سمجھیں اور اس گھر کے پورا کرنے پر آمادہ ہوں ۰

اے رئیسو۔ تم خوب یاد رکھو کہ جب تک تم اپنی اولاد کو صغیر السنی میں اپنے گھروں سے علیحدہ نہ کروگے تاکہ صحبت بد سے الگ رہیں اور اُن کی زندگی تعلیم یافتہ زندگی ہو جاوے اُس وقت تک خاندانوں کا سنبھلنا اور قوم کا عزت پانا محال ہے۔ ایسے بورڈنگ ہوس میں جو گورنمنٹ کالجوں سے علاقہ رکھتے ہیں یا بڑے بڑے وارڈ انسٹی ٹیوشنوں میں جو ہندوستان میں چند امیروں کے لڑکوں کے لیئے مقرر ہیں میری رائے میں تربیت نہیں ہو سکتی۔ ہماری قوم کے لیئے ایسے بورڈنگ ہوس درکار ہیں جن کا اہتمام اور نگرانی خود ہمارے ہاتھ میں ہو۔ ہماری قوم کے معزز اور باوجاہت لوگ اُس کا انتظام کرتے ہوں وہ لوگ بورڈروں کو مثل اپنے بچوں کے سمجھتے ہوں اور بورڈر اُن کو اپنے بزرگ باپ کی مانند جانتے ہوں۔ اگر اُس کا نمونہ تم کو دیکھنا ہو تو آؤ ہمارے ساتھ علیگڈھ چلو اور ہمارے کالج کے اُن پیارے عزیز بچوں کو دیکھو جو بطور بورڈر کے وہاں رہتے ہیں جن کی صورت دیکھکر ہمارے دل میں پیار آتا ہے۔ جن کے خیال سے ہماری روح خوش ہوتی ہے۔ اُن کو جو محبت ہمارے ساتھ ہے اُس کا تماشہ دیکھو۔ باپ سے زیادہ ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ ہماری خفگی سے کوئی چیز اُن کو زیادہ رنج دینے والی نہیں ہوتی۔ ہماری جھڑکی۔ ہمارا طمانچہ۔ ہمارے ہاتھ کی سُنٹی سے اُن کو عبرت اور نصیحت ہوتی ہے۔ مگر وہ اُسکو ایسی ہی عزت سے قبول کرتے ہیں جیسے بیٹا اپنے باپ کی تادیب و تنبیہ کو۔ چلو ہمارے عزیز مگر ہمارے باعث افتخار مولوی سمیع اللہ خاں کا حال دیکھو کہ بورڈروں کے پیچھے کس طرح اپنی جان لگائے ہوتے ہے۔ کسی بورڈر کی بیماری میں اُن کی بے قراری کو دیکھو اور اندازہ کرو کہ آیا باپ کو اُس سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ خود اپنی آنکھ سے چل کر دیکھو کہ جو محبت اور سرپرستی مولوی سمیع اللہ خاں بورڈروں کی کرتے ہیں آیا کوئی باپ اپنے بیٹے کی بھی کرتا ہے یا نہیں ۔ مولوی مشتاق حسین کا جو حال بورڈروں سے تھا وہ تو عجائبات دنیا سے کچھ کم

نہ تھا۔ گو اُن کو دنیاوی ترقی اور دنیاوی عزت بہت کچھ ہے خدا اور زیادہ کرے۔ مگر میری آنکھ میں جو عزت دین و دنیا میں اُن کو بورڈروں کی خدمت سے نصیب ہوتی اُسکے مقابلہ میں حیدر آباد کی عزت کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ چلو اور مولوی محمد کریم صاحب اور مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب اور مولوی محمد اکبر صاحب کا حال دیکھو۔ کہ وہ بورڈروں کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں۔ ایسا بورڈنگ ہاؤس البتہ ہماری قوم کے بچوں کو تربیت دینے کے قابل ہوسکتا ہے۔ مگر افسوس اے ہماری قوم کے بزرگو۔ کہ تمکو اُن کی قدر نہیں۔ خدا تم کو ایسا دل دے کہ اُس کی قدر کرو اور ایسی بصیرت دے کہ تم اُسکو پہچانو۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

۱۹

جوابِ ایڈریس

انجمن اسلامیہ بریلی

جناب پریسیڈنٹ و دیگر صاحبان !

سب سے اوّل میں آپ صاحبوں کا شکر اُس ایڈریس کے لیئے کرتا ہوں جو انجمن اسلامیہ رائے بریلی کی جانب سے اس وقت مجھ کو دی گئی ہے۔ اے صاحبو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُس ایڈریس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ میری حیثیت سے بہت زیادہ ہے۔ میں قوم کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اگر میں نے قوم کی کوئی خدمت ایسی کی ہے جس کو قوم پسند کرتی ہے تو میری نسبت صرف اسیقدر کہا جاسکتا تھا جتنا کہ ایک آقا اپنے خادم کی خدمت سے خوش ہوکر اُس کو کچھ کہتا ہے ٭

میں اپنی تمام قوم کا جسپر اسلام کا اطلاق ہوسکتا ہے خواہ وہ سُنّی ہو یا شیعہ دل سے خادم اور خیر خواہ ہوں۔ خدا سے ہمیشہ میری یہ دُعا ہے کہ میری زندگی قوم کی خدمت۔ قومی ہمدردی اور قومی خیر خواہی میں آخر ہو۔ میرے **دادا فخر موجودات عالم محمّد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم** کے اخیر وقت پر جو کلمہ زبان مبارک پر جاری تھا وہ **اُمّتی اُمّتی** تھا۔ گو میں آں حضرتؐ کے ذرّیات میں ہوں جس کا بلاشُبہ مجھ کو بڑا فخر ہے مگر اُنھیں کی اُمت مَیں بھی ہوں۔ میری آرزو یہ ہے کہ میرے اخیر وقت پر میری زبان سے جو کلمہ جاری ہو وہ **قومی قومی** ہو ٭

اے ممبران انجمن اسلامیہ رائے بریلی۔ مَیں جس کو انجمن مُسلمانان رائے بریلی کہنا پسند کرتا ہوں میں نے انجمن کے قواعد کو دیکھا اور نہایت خوش ہوا۔ اُن قواعد کو جہاں تک تعلیم سے تعلق ہے وہ عام تعلیم ہے جس کی حد سے زیادہ ضرورت عام لوگوں کے لیئے ہے۔ میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے اُس تعلیم کے لیئے وُہی قدیم اور پُرانا طریقہ تعلیم کا از سرِ نو زندہ کرنا چاہا ہے جو انقلاب زمانہ سے بالکل مٹ گیا تھا۔ مجھ کو پُورا یقین ہے کہ ہماری قوم کی عام تعلیم کے لیئے اُس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے مجھ کو نہایت خوشی ہوگی اگر

میں اپنی زندگی میں اُس مرے ہوئے طریقہ کو پھر زندہ پاؤں اور ہر اشراف اور رئیس کے دروازہ پر میاں جی کو بیٹھا ہوا دیکھوں جو محلہ کے عام لڑکوں کو وہی کتابیں پڑھاتا ہو جو ہمارے بزرگ پڑھاتے تھے +

اے صاحبو۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ تحصیلی اور دیہاتی حلقہ بندی کے مکتبوں کے جاری ہونے سے تعلیم کو بہت وسعت ہوگئی ہے۔ مگر میں اس امر کو صحیح نہیں سمجھتا۔ افسوس ہے کہ اس وقت کسی تحریری رجسٹر کا دکھانا ہماری قدرت سے باہر ہے مگر میں اپنے یقین کامل سے کہتا ہوں کہ ہر ضلع و قصبہ میں مجموع تعداد اُن لڑکوں کی جو میاں جیون کے مکتبوں میں پڑھتے تھے اُس تعداد سے بہت زیادہ تھی جو آپ تحصیلی و حلقہ بندی کے مکتبوں میں ہے۔ علاوہ اس کے سب لوگ اس بات کو قبول کریں گے کہ اُن مکتبوں کی تعلیم حال کے تحصیلی و حلقہ بندی مکتبوں کی تعلیم سے بہت زیادہ عمدہ تھی۔ گو اُس تعلیم کا درجہ ادنےٰ درجہ کی تعلیم یا عام تعلیم سے زیادہ نہ تھا مگر اُس تعلیم سے تحریر و تقریر کی بہت زیادہ لیاقت حاصل ہوتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے انشاؤں کے پڑھنے سے تاریخ میں بھی کسی قدر واقفیت پیدا ہوتی تھی۔ فارسی زبان کا کسی قدر مذاق پیدا ہوتا تھا۔ شعر اشعار کا بھی کچھ لطف دل میں سماتا تھا گو ارتھ مٹک حال کے قاعدہ پر نہ آتی ہو مگر سیاق کے طریقہ پر روزمرہ کے کام آنے کا حساب جانتے تھے۔ لیلاوتی کے گُر یاد کر لیتے تھے۔ تحصیلی و حلقہ بندی کے مکتبوں میں جن میں اُردو یا ہندی پڑھائی جاتی ہے کسی قسم کی لیاقت پیدا نہیں ہوتی۔ نہ املا درست ہوتا ہے نہ انشا۔ اگر ہماری قوم اُس پُرانے طریقہ کو پھر زندہ نہ کرے تو قومی عزت و افتخار جو ہم کو تھا وہ باقی نہیں رہے گا۔ کسی قوم کے لیئے اس سے زیادہ بے عزتی نہیں ہے کہ وہ اپنی قومی تاریخ کو بھول جاوے اور اپنے بزرگوں کی کمائی کو کھو دے +

قدیم طریقہ عام تعلیم کا نہایت کم خرچ ہے۔ بہت تھوڑے سے خرچ میں ہر قصبہ و شہر میں متعدد جگہ میاں جیون کے مکتب قایم ہو سکتے ہیں۔ لڑکوں کو بھی گھر سے نکلکر محلہ کے مکتب میں جانا نہایت سہل اور آسان ہوتا ہے۔ اُن کے مربیوں کو بھی ہر طرح پر طمانیت رہتی ہے اور اس طرح پر مکتب جاری ہونے سے نہایت وسعت سے عام تعلیم پھیل سکتی ہے +

پُرانے قصبوں اور شہروں میں بہت سی مسجدیں ویران پڑی ہیں۔ جن میں نہ کوئی نماز پڑھنے والا ہوتا ہے نہ اذان دینے والا۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح مسجدوں کے ویران ڈال رکھنے کا عذاب اُس شہر و قصبہ کے رہنے والوں پر نہ ہوگا۔ آپ غور کریں

اگر ہر ایک مسجد کے متعلق ایک معلم ہو جو لڑکوں کو تعلیم بھی دے اور مسجد کو بھی آباد رکھے تو کس قدر وسعت عام تعلیم کو ہو سکتی ہے۔ میں نہایت مضبوطی سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ملک میں اس طرح پر نہایت آسانی ہے۔ اسّی نوّے ہزار بلکہ ایک لاکھ مکتب قایم ہو سکتے ہیں۔ کسی قصبہ پر اس طرح مسجدوں اور محلوں میں مکتب قایم کرنے میں دس پندرہ روپیہ ماہواری سے زیادہ خرچ نہیں پڑ سکتا۔ ہر قصبہ میں اس قدر روپیہ جمع ہونا کچھ دشوار امر نہیں ہے۔ صرف اُس قصبہ کے شرفار کو دل سے اُسپر متوجہ ہونا اور اُس کو انجام دیتے رہنا شرط ہے ؞

آپ نے شاید سُنا ہو گا کہ میں اس قصبہ کے لیئے ایک کانگریس قایم کرنے والا ہوں مگر نہایت خوشی سے رائے بریلی کے بزرگوں کو مُبارکباد دیتا ہوں کہ اُنھوں نے اس معاملہ میں سبقت کی اور جو امر میرے خیال میں تھا قبل اُس کے کہ مَیں اُسکو ظاہر کروں اُنھوں نے اُس کو کر دکھایا۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کا یہ مدرسہ پہلا مدرسہ ہے جو پُرانے طریقہ تعلیم کو پھر زندہ کرنے کے لیئے سب سے پہلے قایم ہوا ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ آپ سب صاحب جو رائے بریلی سے علاقہ رکھتے ہیں اس امر کا نہایت خیال رکھینگے کہ یہ مدرسہ ابتر و ضایع نہ ہونے پاوے اور نہایت استحکام سے قایم رہے ؞

آپ نے اپنے ایڈریس میں ذکر کیا ہے کہ ہمکو دوسری قوم کے علوم پڑھانے میں بھی عذر نہیں ہے۔ شاید اس فقرہ سے انگریزی پڑھانے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے مگر میں کہتا ہوں کہ ایسے مدرسہ میں جیسا کہ آپ کا مدرسہ ہے انگریزی پڑھانے کا خیال ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ہماری قوم میں انگریزی زبان اور انگریزی علوم کی تعلیم کی شدید ضرورت ہے۔ ہماری قوم کے سرداروں اور شریفوں کو لازم ہے کہ اپنی اولاد کو انگریزی علوم کی اعلےٰ درجہ تک تعلیم دیں۔ مجھ سے زیادہ کوئی شخص نہ نکلے گا جو مُسلمانوں میں انگریزی زبان اور انگریزی علوم کی ترقی دینے کا حامی اور خواہشمند ہو۔ مگر ہر امر کے لیئے موقع اور محل ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کے اس مدرسہ میں مسجد کے صحن میں جس کے قریب آپ مدرسہ بنانا چاہتے ہیں پچھتر لڑکے پڑھ رہے ہیں جس حیثیت و درجہ کے یہ لڑکے ہیں اُن کو انگریزی پڑھانے سے کوئی فایدہ مترتب نہیں ہونے کا۔ اُن کو اُسی قدیم طریقہ عام تعلیم میں مشغول رکھنا اُن کے حق میں اور ملک کے حق میں اور قوم کے حق میں زیادہ تر مفید ہے۔ اگر بالفرض آپ نے اُن کو انگریزی کے دو چار حرف پڑھائے اور وہ اے۔ بی۔ سی۔ ڈی پڑھنے لگے تو اُس سے کیا فایدہ

ہے بلکہ ایسے مدرسہ میں انگریزی کو داخل کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ انگریزی کا تو ایک حرف بھی اُن کو نہ آوے گا اور اُس عام تعلیم سے بھی جو اُن کے اور مُلک کے حق میں نہایت مفید ہے محروم رہجاوینگے +

علوم انگریزی میں ترقی کرنے کو ہماری قوم کے لیئے دوسرا طریقہ ہے - اگر آپ اپنی انگریزی تعلیم کے لیئے کوئی مدرسہ بنانا چاہیں تو آپکو سب سے اوّل اس قدر سرمایہ پیدا کرنا چاہیئے کہ کم سے کم ایسا اسکول قایم ہوسکے جو ضلع اسکول کے برابر ہو - حالانکہ میرے نزدیک ضلع اسکولوں میں بھی تعلیم نہایت ناقص ہوتی ہے - اگر آپ ایسا کرسکیں تو انگریزی تعلیم کا شروع کرنا کچھ مضایقہ نہیں - مگر جب تک آپ ایسا نہیں کرسکتے اور کوئی ادنٰے طریقہ سے انگریزی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو اپنی اولاد کی عمر ضایع کرتے ہیں - اس کرنے سے نہ کرنا اُس کے حق میں بہتر ہے - عام تعلیم میں کوشش کرنا بھی قوم کے لیئے نہایت مفید ہے - جو امر کہ آپنے اختیار کیا ہے اُس کے مناسب حال یہ ہے کہ آپ ایسی کوشش کریں کہ ان لڑکوں کو کچھ لکھنا پڑھنا اور ضروری کارروائی کے موافق حساب کتاب آجاوے اور ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے اُنکو پڑھائے جاویں جن سے نماز روزہ کے ضروری ضروری مسائل جو روزمرہ پیش آتے ہیں اور مسلمانی مذہب کے سیدھے سادے عقاید اُن کو معلوم ہو جائیں +

اس وقت مَیں نہایت شرمندہ ہوں کہ ہمارے پریسیڈنٹ صاحب نے نہایت بڑا کام جس کے لایق مَیں نہیں ہوں میرے سپُرد کیا ہے - یعنی یہ کہ مَیں اُس مدرسہ کی عمارت کی جو انجمن اسلامیہ رائے بریلی بنانی چاہتی ہے پہلی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھوں - اے صاحبو مَیں ایک گنہگار آدمی ہوں - درحقیقت ایسے کام کا ایسے شخص کو سپُرد کرنا جیسا کہ میں ہوں نامحل ہوں - اِس کام کے لیئے کسی بزرگ و مقدس شخص کو منتخب کرنا زیبا تھا - میں نے اس خیال سے کہ آپ صاحبوں کی دل شکنی نہ ہو اُس کو اس بھروسا پر قبول کیا ہے کہ خدائے رحیم جس طرح نیک آدمیوں کا خدا ہے اُسی طرح ہم گنہگاروں کا بھی خدا ہے - وہ اپنی عفو پر نظر رکھے گا اور ایک گنہگار کے ہاتھ سے اینٹ رکھے جانے کو بھی قبول کرے گا - اور آپ کی انجمن اور اِس عمارت کو قایم و برقرار کرے گا - آمین + [1]

---

[1] اس کے بعد مقام بنیاد پر گئے اور اینٹ اپنے ہاتھ میں لی - اور یہ کہکر کہ "بسم اللّٰہ علیٰ ملۃ الاسلام" اُس اینٹ کو رکھدیا +

۲۰

اسپیچ نسبت مسودہ قانون ترمیم مجموعہ ضابطہ فوجداری

مورخہ ۹ مارچ ۱۸۶۳ء

میرے لارڈ۔

جو کہ غالباً صرف یہی ایک ایسا موقع ہے جو مجھ کو اس ضروری قانون کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنے کے واسطے ملیگا۔ اس لیئے میں اُس کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں ٭

میرے لارڈ میں اس بات سے واقف ہوں کہ اس بل کی نسبت اخبارات میں بہت بحث ہوئی ہے۔ اور یوروپین اور یوریشین باشندوں کے غیر سرکاری گروہ میں اُسکی نسبت سب سے بڑا تہلکہ مچا ہوا ہے۔ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ قانون مجوزہ سے اُن کی آزادی خطرہ کی حالت میں ہے میری ذرا بھی خواہش نہیں ہے کہ میں اس تحریک کو نازیبا اغراض سے منسوب کروں۔ اور میں ہرگز یہ بات نہیں کہتا ہوں کہ جو خیالات اس تحریک سے ظاہر ہوتے ہیں اُن پر قانونی کونسل بخوبی غور نہ کرے۔ ہندوستان کی قانونی کونسل کو قانونی تجویزوں کی نسبت عوام کی رائے اور خیالات کے دریافت کرنے کی کبھی اس قدر فکر نہیں ہوئی ہے جیسی کہ ہندوستان کی موجودہ گورنمنٹ کو ہے اگرچہ ہر طرح پر میری یہ خواہش ہے کہ جو رائیں یوروپین اور یوریشین لوگوں نے ظاہر کی ہیں اُن پر بخوبی غور کیا جاوے۔ لیکن میرے لارڈ میں اقرار کرتا ہوں کہ جو طریقہ مسودہ قانون کے برخلاف تحریک کرنے والوں نے اختیار کیا ہے اُس پر میں دلی افسوس کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ تحریک کرنے والوں نے میرے ہم وطنوں کے برخلاف نہایت سخت اور کسیقدر بے احتیاطی کے ساتھ کلمات استعمال کیئے ہیں۔ میں اس بات پر اُس تحریک کے موجدوں کے لحاظ سے بھی اسقدر دل سے افسوس ظاہر کرتا ہوں کہ جیسا کہ خاص اپنے ہم وطنوں کے فیلنگ کے لحاظ سے اور میرے لارڈ میں اس مقام پر اپنی دلی اُمید ظاہر کرتا ہوں کہ ہندوستان کے کسی حصہ میں میرے ہم وطن اُن شخصوں کی نظیر کی پیروی نہ کریں گے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ واضعان قانون کے غور کے واسطے دلائل اور دعووں کے پیش کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ عام طور پر ہیجان کر کے سخت گفتگو کرنا ہے ٭

اگرچہ ہندوستان کے باشندے اس مسودہ قانون کے انصاف اور عمدگی اور مصلحت

کے مؤید ہیں تاہم اُن کو اُس کی تائید میں کسی قسم کا مجمع کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور اگر میں نیٹو سوسائٹی کے سرگروہوں کے خیالات سے واقف ہوں تو میری یہ پیشین گوئی کچھ بہت غلط نہ ہوگی کہ ہندوستان کے باشندے اس مسودہ قانون کی تائید میں کسی عام مجمع کرنے کی جانب رجوع نہ کرینگے۔ وہ اس بات پر قانع ہیں کہ اس قانون کا فیصلہ خاص اُس کے حُسن و قبح کی بُنیاد پر چھوڑ دیا جاوے۔ اگرچہ میں خود ہندوستان کا باشندہ ہو کر اس مسودہ قانون کی منظوری کی ہر طرح پر توقع رکھتا ہوں۔ لیکن میں اُمید کرتا ہوں کہ میرے ہموطن اپنے اس ارادہ پر قایم رہیں گے کہ جو کارروائی اس مسودہ قانون کی نسبت ہو اُس کو سنجیدگی اور مؤدبانہ خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہیں +

میرے لارڈ۔ یہ بات کچھ میری سمجھ سے خارج نہیں ہے کہ غیر سرکاری یوروپین اور یوریشین فرقہ کو جو امتداد زمانہ اور فاصلہ کی طوالت کے سبب سے اُن اثروں سے علیٰحدہ ہیں جن کے باعث سے انگلستان میں پولیٹیکل خیال کو ترقی ہوتی ہے۔ ہندوستان کی حالتوں میں قوم اور مذہب کے امتیاز کا زیادہ لحاظ کرنا چاہیئے اور ایسے موقعوں پر اس بات پر زور دینا کہ وہ حکمران قوم سے متعلق ہیں اور ملک کے عام قانون میں اپنے واسطے خاص قواعد کا دعویٰ کرنا چاہیئے میرے لارڈ میں ان سب باتوں کو سمجھتا ہوں لیکن اُسی کے ساتھ مَیں اس خیال سے باز نہیں رہ سکتا کہ جو مخالفت اس مسودہ قانون کی نسبت کی گئی ہے وہ بیشتر اس سبب سے ہے کہ لوگوں کو اس قسم کے معاملات میں ہندوستان کے توانین کی تواریخ سے کافی واقفیت نہیں ہے اور جو خفیف تبدیلی قانون مروّجہ میں اس مسودہ قانون کے رُو سے کرنی تجویز کی گئی ہے اُسکے سمجھنے میں اُنھوں نے غلطی کی ہے۔ میرے لارڈ۔ میں **کانسٹیٹیوشنل لا** کے مسائل سے واقف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا ہوں لیکن اس مسودہ قانون کے برخلاف جو اَور مقامات پر یہ حجت پیش کی گئی ہے کہ ہندوستان میں حضور **قیصر ہند** کی یوروپین اور یوریشین رعایا اس قسم کے کوئی کانسٹیٹیوشنل حقوق رکھتے ہیں جن کے سبب سے وہ ہندوستان کی مجلس واضع قانون کے اختیار سے باہر ہیں اُس کی قانونی صحت کی نسبت مَیں بلا تامل شبہ کر سکتا ہوں۔ مَیں ہندوستان کی مجلس واضع قوانین کا ایک **ناچیز ممبر** ہونے کی حیثیت سے اس قسم کی پابندی کو ناپسند کرتا ہوں۔ ہم نے اپنے **اختیارات انگلستان** کی بڑی پارلیمنٹ سے حاصل کیئے ہیں اور جب تک ہم اُن اختیارات سے تجاوز نہ کریں اُس وقت تک میرے نزدیک اُن تمام معاملات میں جو ہندوستان سے متعلق ہیں اور اس کونسل کی قانونی حکومت کی نسبت شبہ کرنا بیجا معلوم ہوتا ہے۔ تواریخی واقعات پھر ظہور میں آتے ہیں اور جو تحریک

بالفعل اس مسودہ قانون کے برخلاف کی گئی ہے اُس میں ہم اُنھیں دلیلوں اور رایوں کی تکرار پاتے ہیں جو بہت سے برس ہوئے کہ خطرہ پیدا کرنے والوں نے اُس وقت پیش کی تھیں جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی عدالتوں کے ہندوستانی ججوں کو صیغہ دیوانی کی اُن نالشات کی تجویز کا اختیار دیا گیا تھا جن میں یوروپین اور یوریشین فریق مقدمہ تھے - میرے لارڈ - مَیں اُمید کرتا ہوں کہ میں بغیر اندیشہ تردید کے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ جن مقدمات میں یوروپین شریک ہوتے ہیں اُن میں ہندوستانی ججوں کے اختیارات دیوانی کے عمل میں لانے سے قومی اختلافات کی بنا پر کوئی ناانصافی بلکہ شکایت بھی نہیں پیدا ہوئی ہے - اصل حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانہ کے خطرہ پیدا کرنے والوں کے اندیشے بے اصل تھے اور اُن کی پیشین گوئی غلط ثابت ہونے والی تھی - اُس وقت تمام برٹش انڈیا میں ہندوستانی جج اہل یورپ پر اختیارات دیوانی ایک ایسے طریقہ میں عمل میں لاتے ہیں جو درحقیقت اس الزام کے لایق نہیں ہیں کہ قومی امتیاز کا اُس میں اثر پایا جاتا ہے - لیکن میرے لارڈ بعض اوقات یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ دیوانی کا اختیار فوجداری کے اختیار سے نہایت مختلف ہے اور دیوانی کا اختیار صرف جایداد پر مؤثر ہوتا ہے - لیکن فوجداری کا ذاتی خصلت اور آزادی پر مؤثر ہوتا ہے اور جس حالت میں کہ یوروپین اور یوریشین لوگ ہندوستانی ججوں کے دیوانی کے اختیار کی اطاعت کرنے پر رضامند ہوں تو اُس سے کچھ یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فوجداری کے معاملات میں بھی وہ ویسا ہی کریں ◆

میرے لارڈ - میں اقرار کرتا ہوں کہ مَیں اُس وجہ کو نہیں سمجھ سکتا جس پر یہ امتیاز مبنی ہے عدالت ہائے دیوانی کی ڈگریات ایک شخص کو دولتمند سے مفلس کر سکتی ہیں اور اختیار دیوانی کے بعض صیغہ ایسے ہیں جو صرف ذاتی تعلقات سے متعلق نہیں ہوتے ہیں بلکہ اُن میں ذاتی گرفتاری کے اختیارات بھی شامل ہوتے ہیں اور انصاف کی غرض سے اُن میں اُس قسم کی کارروائی کی اجازت دی گئی ہے جو فوجداری کی عدالتوں کے واسطے قرار دی گئی ہے - دیوانی کے مقدمات میں واقعات کی نسبت نتیجوں کے قرار دینے کا قاعدہ بیشتر وہی ہے جیسا کہ فوجداری کے مقدمات میں ہوتا ہے - ہندوستان میں دیوانی اور فوجداری کی عدالتوں میں امر حق کی تحقیقات ایک ہی قانون شہادت کے بموجب کی جاتی ہے - عدالت ہائے دیوانی کی تجویزوں سے فریقین کی نیک نامی پر قریباً اُسیطرح پر دھبہ لگ سکتا ہے اور اُن کی عزت برباد ہو سکتی ہے جیسے کہ اُن احکام سے جو فوجداری کی عدالتوں سے صادر ہوں - اور میرے نزدیک اُن دو قسموں کی عدالتوں کے جوڈیشل اختیارات کے درمیان امتیاز قرار دینے یا ایک قسم کے اختیارات کی دوسری قسم کے اختیارات کی بہ نسبت زیادہ تر وقعت کرنے کے لیئے کوئی معقول بنیاد موجود

نہیں ہے۔ اگر راست بازی اور انصاف اور بلحاظ قوم کی بے تعصبی دیوانی کے معاملات میں ہندوستانی ججوں میں پائی جاتی ہے تو اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ وُہی حقیتیں اُن کے انصاف فوجداری میں اُن مقدمات میں نہ پائی جاویں جن میں یوروپین اور یوریشین شریک ہوں جہاں تک کہ میں قانون مروجہ کو سمجھتا ہوں تمام ہندوستانی مجسٹریٹ اب بھی اُن معدلت فوجداری میں جن میں اہل یورپ نالشی ہوں اور بطور فریق ضرر رسیدہ کے عدالتوں سے چارہ جوئی کرتے ہیں اختیارات عمل میں لاتے ہیں۔ میں نے اب تک کبھی یہ نہیں سُنا ہے کہ یوروپین انگریزی رعایا نے ہندوستانی مجسٹریٹوں سے دادخواہی کرنے میں کوئی عذر کیا ہو بلکہ درحقیقت وہ بلاتامل ایسا کرتے ہیں۔ پس جبکہ یہ صورت ہے تو اس بات کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور عدالتوں کی نسبت اُن مقدمات میں جن میں یوروپین انگریزی رعایا کی نسبت نالشیں پیش کیجاویں اُس قسم کا اعتبار نہ کیا جاوے۔ فوجداری کے مقدمات میں مختلف دعوے اکثر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو مجسٹریٹ کہ دادرسی کے مجاز ہیں ضرور ہے کہ وہ سزا دینے کے بھی مجاز ہوں اور رعایا کے کسی فرقہ کا یہ کہنا ناواجب اور بیجا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہندوستانی مجسٹریٹوں کے روبرو چارہ جوئی کے واسطے جاوینگے لیکن اِس بات کو گوارا نہ کریں گے کہ جو نالش ہمپر کیجاوے اُس میں وہ ہماری نسبت تجویز کریں۔ میرے لارڈ درحقیقت اُس باب کا بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے کہ قانون مروجہ کے بموجب بھی ہندوستان کے باشندے یوروپین انگریزی رعایا پر اختیار فوجداری بہت کچھ عمل میں لاتے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ پریزیڈنسیوں کے صدر مقامات سے باہر بھی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ یوروپین انگریزی رعایا پر جو ہندوستانی مجسٹریٹوں کے روبرو بطور مدعاعلیہ کے حاضر ہوتے ہیں اُس خاص حق سے دست بردار ہوجاتے ہیں جو قانون مروجہ کے بموجب اُن کو دیا گیا ہے۔ ہائیکورٹ کے ہندوستانی ججوں اور پریزیڈنسیوں کے صدر مقامات کے مجسٹریٹوں کے اختیارات میں قومی تفرقہ کی بنیاد پر کوئی جوڈیشل ناقابلیت نہیں ہے اور مجھ کو اس بات کے کہنے میں تردید کا کچھ اندیشہ نہیں کرنا چاہیئے کہ ہندوستانی عہدہ داروں نے جبکہ اُن کو یوروپین انگریزی رعایا پر اختیار فوجداری دیا گیا ہے اپنا کام ایمانداری اور لیاقت کے ساتھ اور بغیر کسی تعصب کے جو قوم یا مذہب کے تفرقہ سے پیدا ہوا انجام دیا ہے۔ میرے لارڈ درحقیقت اُن تعلیم یافتہ شخصوں کے دلوں میں جو انصاف کے مقدس اور سنجیدہ کام میں مصروف ہوتے ہیں اُن دعووں کے سبب سے جو بنی نوع انسان علے العموم قانون کی حمایت اور کانشنس کی ہدایتوں کی نسبت اُن پر رکھتے ہیں اَور کسی خیال کیواسطے گنجایش نہیں

رہتی ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ مجھکو یہ صحیح اطلاع دی گئی ہے کہ جزیرہ **لنکا** میں جو اس مُلک کے متصل واقع ہے اور جو **برطانیہ** کی وسیع سلطنت کا ایک جزو ہے ہندوستانی مجسٹریٹ اور جج یوروپین انگریزی رعایا پر فوجداری کا اختیار عمل میں لاتے ہیں اور اُس ملک میں اِس جوڈیشل نااہلیت کو جو قومی تفرقہ پر مبنی ہو کوئی جانتا بھی نہیں ہے تاہم انگریزی سرمایہ اور انگریزوں کی تجارتی اولوالعزمی کو بجائے اس کے کہ وہ اُس جزیرہ سے جاتی رہی ہو نہایت ترقی ہوئی ہے جہاں تک کہ میں جانتا ہوں لنکا میں قہوہ کے کاشتکاروں کے مطالب بنگالہ کے نیل کے کاشتکاروں کے مطالب سے کسی حالت میں کمتر نہیں ہیں اور لنکا کے باشندے ہندوستان کے باشندوں کی نسبت کسی طرح پر کچھ کم ایشیائی نہیں ہیں اور نہ لنکا میں اُن کا کوئی نہایت مضبوط محب قوم بھی میزان شایستگی میں اپنے ہم وطنوں کی نسبت اُس سے زیادہ تر اعلےٰ رتبہ کا دعویٰ کرے گا جو وہ ہندوستان کے باشندوں کی نسبت قرار دیگا۔ مگر باوجود اس کے یورپین انگریزی رعایا پر فوجداری کے اختیار کے معاملہ میں برٹش انڈیا کا قانون لنکا کے قانون سے پیچھے ہے۔ اور میرے لارڈ میرے نزدیک یہ کچھ ناواجب بات نہیں ہے کہ ہندوستان کے باشندے یہ خیال کریں کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ جبکہ قانون میں اصلاح کرنے کی شدید ضرورت ہوگئی ہے ؂

میرے لارڈ۔ میں نے اب تک اس بات کے ثابت کرنے کے واسطے کوشش کی ہے کہ مجوزہ قانون بلحاظ اصُول کے کوئی نیا قانون نہیں ہے۔ اور اس قانون کے مخالفوں کے اندیشے حد مناسب سے زیادہ بڑھتے ہوئے اور بیجا ہیں اور لنکا کی نظیر سے ایک عملی ثبوت اس دلیل کا حاصل ہوتا ہے کہ اُن جوڈیشل ناقابلیتوں کے دُور کرنے سے جو بالکل قومی امتیاز پر مبنی ہوں انصاف کے مقدس معاملہ کو کچھ ضرر نہ پہونچے گا۔ اور میرے لارڈ میں اس مقام پر پھر یہ بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس مسودہ قانون کے منشا کو اُن شخصوں نے جو اس کے برخلاف تحریک کرنے میں ساعی ہیں نہایت غلط سمجھا ہے جیسا کہ میں نے اس مسودہ کو سمجھا ہے اُس میں یہ تجویز نہیں کی گئی ہے کہ ہر ایک ہندوستانی مجسٹریٹ کو انگریزی رعایا کی نسبت تجویز کرنے کا اختیار دیا جاوے۔ صرف اُنھیں ہندوستانیوں کے معاملہ میں جنہوں نے اپنی مسلم راست بازی اور لیاقت کی بدولت جوڈیشل سروس میں ایسے عہدے حاصل کیے ہیں جو رتبہ میں اعلےٰ درجہ کے انگریزی عُہدہ داروں کے مساوی ہیں۔ اس مسودہ قانون میں اُن جوڈیشل ناقابلیتوں کے دُور کرنے کی تجویز کی گئی ہے جو قومی امتیاز پر مبنی ہیں۔ اس قسم کے ہندوستانی عُہدہ داروں کی تعداد نہایت محدود ہے اور اسی وجہ سے اس مسودہ قانون کی

نسبت کسی معقول طور پر یہ نہیں خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ بغیر کافی غور و تامل کے پیش کیا گیا ہے یا یہ کہ اُس کے سبب سے عدل و انصاف کے انتظام کے موجودہ ذریعوں میں کسی بڑی عملی تبدیلی کا ہونا متصور ہے ❖

لیکن میرے لارڈ قطع نظر ان باتوں سے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ جس دلیل پر قومی امتیازات کا نہایت لحاظ کیا گیا ہے اُس میں بڑی غلطی ہے۔ جس چیز کی لوگ اُن ملکوں میں اطاعت کرتے ہیں جن کو شائستہ گورنمنٹ کی برکت حاصل ہے وہ کچھ خاص خاص شخصوں کی حکومت نہیں ہے بلکہ وہ قانون کے احکام ہیں۔ جبتک کہ قانون منصفانہ اور بے طرفدار اور بارحم ہوگا اور جبتک اُس قانون کا عملدرآمد ٹھیک ٹھیک طور پر کیا جاسکیگا اُس وقت تک اُن شخصوں کی قومیت جو قانون کی تعمیل کریں بار یک خیال والوں کے نزدیک بھی چنداں لحاظ کے لایق نہیں ہونی چاہئیے۔ جس چیز کی تعظیم اور ادب اور اطاعت درکار ہے وہ قانون کی حکومت ہے نہ کہ خاص خاص شخصوں کی۔ اور اگر وہ شخص جو ہندوستان کے باشندوں کو اپنی برابری کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں اس معاملہ پر ذرا تامل کے ساتھ غور کرینگے تو اُن کو بھی یہ بات معلوم ہوجائیگی کہ ہندوستانی مجسٹریٹ گورنمنٹ کے نوکر ہیں جن کے متعلق گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنا ہے قانون کے مناسب عملدرآمد کیواسطے انتظام کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے اور اس مقصد کیواسطے گورنمنٹ کو نہایت عمدہ ذریعہ جو بہم پہونچ سکیں منتخب کرنے پڑتے ہیں۔ اور یہ ایک پوچ اور غیرواجبی تجویز معلوم ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی رعایا اس بات پر اصرار کرے کہ عہدہ داروں کے انتخاب میں گورنمنٹ کسی خاص قوم یا فرقہ پر حصر رکھے۔ میری رائے ناقص میں تمام سوال جو اس بل سے پیدا ہوتا ہے عملاً وُہی ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے اصول کی نسبت کسی جدید فیصلہ کی حاجت نہیں۔ اس سوال کی نسبت اُسوقت بحث کی گئی تھی اور اُس کا فیصلہ ہوگیا تھا اور فیصلہ بھی عمدہ طور پر جبکہ انگلستان نے اپنی عالیحوصلگی اور انصاف سے ہندوستان کے باشندوں کو یہ حقوق عطا کیئے تھے۔ کہ سلطنت کی ملازمت میں ہندوستانیوں کو اُسی حیثیت پر نوکری دی جاوے جیسے کہ خاص انگریزوں کو۔ اس عمدہ فیصلہ کا پچھلے برسوں میں عملی طور پر نفاذ کیا گیا ہے اور انتظامی مصلحت اُس خفیف تبدیلی کی مقتضی ہے جو اس بل میں تجویز کی گئی ہے ❖

لیکن میرے لارڈ۔ اس مسودہ کی تائید میں انتظامی مصلحت کی بہ نسبت زیادہ تر اعلےٰ درجہ کی وجوہات موجود ہیں یعنی میں آزادی اور انصاف اور انسانیت کے اُن عمدہ اُصولوں کا ذکر کرتا ہوں جن کی جائے قرار کسی جگہ اسقدر نہیں ہے جیسے کہ اُس قوم کی طبیعتوں میں ہے

جس نے سب سے پہلے غلاموں کو اُن کی غلامی سے رہا کیا - اور جس نے سب سے پہلے ہندوستان کے باشندوں کو اس امر سے مطلع کیا کہ کانسٹیٹیوشنل حقوق کے معاملہ میں قانون کی نگاہ میں قوم و مذاہب کے امتیازات کی کچھ وقعت نہیں ہونی چاہیئے - دنیا کی تواریخ میں کبھی کسی قوم کو اپنے اصولوں کے مطابق اس قدر عمل کرنا نہیں پڑا ہے جیسا کہ انگریزوں کو ہندوستان میں کرنا پڑا ہے - اُس مجبوری کا دور کرنا جو کانسٹیٹیوشنل حقوق کے لحاظ سے انگلستان میں لوگوں کے بعض فرقوں کو لاحق تھی بمقابلہ اُس کام کے جو انگلستان نے ابتک ہندوستان میں ناحق کیا ہے محض ناچیز معلوم ہوتا ہے - ہندوستان کے قوانین کی تواریخ ایک تواریخ مستقل ترقی اور بخوبی غور کی ہوئی اصلاحوں اور اُس عُمدہ اصول کے رفتہ رفتہ احتیاط کے ساتھ جاری کرنے کی ہے کہ انگریزی سلطنت کی رعایا کے درمیان قوم اور رنگ اور مذہب کے اختلاف کے سبب سے اُن کے قانونی حقوق میں کوئی اختلاف نہ ہونا چاہیے اور جبکہ حکومت انگریزی ایک طرح پر فرماں برداری چاہتی ہے اور ہندوستان کے باشندوں سے خیر خواہی اور وفاداری کی توقع رکھتی ہے تو دوسری طرح پر وہ اُن کو حکمران قوم کے ساتھ برابری اور ہمسری کے حقوق عطا کرتی ہے - میرے لارڈ مجھ کو یقین ہے کہ یہ بات انھیں عمدہ اُصولوں کی بدولت ہے جو انصاف اور نیز معقولیت دونوں کے لحاظ سے قابل تعریف ہیں کہ انگریزی حکومت نے رعایا کے دلوں اور محبت پر اپنی بنیاد قایم کی ہے اور یہ ایک ایسی بُنیاد ہے جو نسبت اُس بُنیاد کے بہت زیادہ اُستوار ہے جو قدیم زمانہ کے فتحمندوں کی جن کی کارروائیاں ایک قوم کے دوسری قوم پر حکمرانی کیواسطے قایم کر سکتی تھیں - تواریخ یہ سبق سکھاتی ہے کہ کسی ملک کی فلاح و بہبودی کی برباد کرنیوالی اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے کہ حاکم اور محکوم کے درمیان قومی تفرقہ قایم رکھا جاوے - کوئی شخص مجھ سے زیادہ اس بات کا خواہاں نہیں ہو سکتا کہ انگریزی قوم اور ہندوستان کے باشندوں کے درمیان دوستانہ خیالات کو نسبت اُسکے اور بھی زیادہ ترقی ہو جیسیکہ اب تک ہوئی ہے - قدرت نے دونوں قوموں کو ایک پولٹیکل اور مَیں کہہ سکتا ہوں کہ ایک سوشل رشتہ میں ملایا ہے جس کو جُوں جُوں زمانہ گذرتا جاویگا اُسیقدر زیادہ استحکام ہوتا جاوے گا ◆

میرے لارڈ اگر مجھ کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ جو قانونی تجویز اس بل میں شامل ہے وہ دونوں قوموں کے درمیان دوستانہ خیالات کی ترقی کے برباد کرنے والی ثابت ہوگی تو میں اُس کے پیش کیئے جانے کی نسبت اعتراض کرتا - لیکن میری یہ رائے نہیں ہے - مجھ کو یقین واثق ہے کہ جبتک قومی امتیازات کو ملک کے عام قانون میں دخل ہوگا اُس وقت تک دونوں قوموں کے درمیان اصلی دوستانہ خیالات کی ترقی کے باب میں مزاحمتیں قایم رہیں گی - زندگی کی سوشل خوشی اور موافقت

پولٹیکل ہمسری سے اور ایک ہی قانون کے زیر حکم رہنے اور ایک ہی عدالتوں کے تابع رہنے
سے پیدا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ذات کا سلسلہ شاید اسقدر عرصہ تک ہرگز قایم نہ رہتا
اگر زمانہ قدیم کے مقنن برہمن کے واسطے ایک قانون اور سودر کیواسطے دوسرا قانون نہ بناتے
گو زمانہ سابق کی ضرورتیں کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن میرے لارڈ میں اُمید کرتا ہوں کہ انگریزی
حکومت کے ڈیڑھ سو برس گذر جانے سے ہم اب شایستگی کے اُس درجہ کو پہنچ گئے ہیں
جبکہ قومی امتیازات کو بہرکیف ملک کے عام قانون میں کم کرنا ہر ایک وجہ سے مناسب ہے۔
میرے لارڈ مجھ کو اپنی طرف سے تو یہ مستحکم یقین ہے کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ ہندوستان
کے تمام باشندے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ یوروپین ہوں یا یوریشین۔ اس بات کو
سمجھنے لگیں کہ وہ ہمسر رعایا ہیں اور اُن کے پولٹیکل حقوق یا کانسٹیٹیوشنل رتبہ میں قانون کی نگاہ
میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیئے اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کی تحت میں حفاظت
کا استحقاق جو اُن کو حاصل ہے وہ کچھ اُن کی قوم یا اُن کے مذہب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ
اُس بڑے حق کے سبب سے ہے جس میں سب شریک ہیں یعنی اُس جلیل القدر شاہنشاہ کی وفادار
رعایا ہونے کے حق کے سبب سے جس کے عہد دولت مہد نے ہندوستان کو امن اور
آسایش بخشا ہے اور اُس کو تجارتی اولوالعزمی اور زمانہ شایستگی کے ہنر اور فنون کے اکتساب
کیواسطے ایک مناسب مقام بنا دیا ہے۔ میرے لارڈ چونکہ یہ موقع غالباً اخیر موقع ہے جو قانونی
کونسل سے مخاطب ہو کر گفتگو کرنے کا مجھ کو حاصل ہوگا اس لیئے میں ایسی گفتگو کو بغیر کہے اس بات
کے ختم نہیں کر سکتا کہ حضور کا عہدِ حکومت اس بات پر دل سے مبارکبادی کا مستحق ہے کہ
اُس میں ایک ایسا مسودہ قانون پیش کیا گیا جس کے ذریعہ سے میں یقین کرتا ہوں کہ حسد انگیز
قومی امتیازات بہت کچھ دُور ہو جاوینگے۔ اور آخر کار حکام اور محکوم کے درمیان اس ملک میں
جس میں بہت سی قومیں مختلف مذاہب کی رہتی ہیں دوستی اور باہمی ادب اور ہمدردی کو ترقی ہوگی۔

۲۱

لکچر جو ۲۳- جنوری ۱۸۸۳ء کو مقام لودھیانہ میں "قومی تعلیم" "قومی ہمدردی" اور "باہمی اتفاق" کے مضمون پر دیا +

جناب صدر انجمن اور دیگر احباب!

آپ صاحبوں نے جو مُسافر نوازی کی اور مجھ سے ایک ناچیز شخص سے ملنے کے لیئے تکلیف فرمائی ہَیں اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں - اپنی قوم کے اِس قدر بزرگوں کو اپنے ارد گرد دیکھنے سے میرے دل میں ایک قومی مجمع کی خوشی اور قومی ہمدردی کا جوش پیدا ہوتا ہے - ایک مشہور مقدس مقولہ ہے کہ "ید اللہ فوق الجماعۃ" یہ مقولہ میرے دل کو تسلی دیتا ہے کہ خدا ہماری قوم کو جس کا آفتاب اقبال اُفقِ زوال کے قریب پہنچ گیا ہے بلکہ اُسمیں غروب ہو گیا ہے اور کچھ کچھ شعاعیں اُس کی دکھائی دیتی ہیں برکت دیگا اور از سرِ نو ہماری قوم کو سر سبز و شاداب کرے گا - اوخُدا تو ایسا ہی کر - امین +

اے دوستو مگر قوم کا لفظ ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنوں پر کسی قدر غور کرنی لازم ہے - زمانہ دراز سے جسکی ابتدا تاریخی زمانہ سے بھی بالاتر ہے قوموں کا شمار کسی بزرگ کی نسل میں ہونے یا کسی ملک کے باشندہ ہونے سے ہوتا تھا - **محمد رسول اللہ صلعم** نے (بابی انت وامی یا رسول اللہ) اس تفرقہ قومی کو جو صرف دنیاوی اعتبار سے تھا مٹا دیا اور ایک روحانی رشتہ قومی قایم کیا جو ایک حبل المتین لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے مضبوط ہے - تمام قومی سلسلے تمام قومی رشتے سب کے سب اُس روحانی رشتہ کے سامنے نیست و نابود ہو گئے اور ایک نیا روحانی بلکہ خدائی قومی رشتہ قایم ہو گیا اسلام کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ ترک ہے یا تاجیک وہ افریقہ کا رہنے والا ہے یا عرب کا وہ چین کا باشندہ ہے یا ماچین کا وہ پنجاب میں پیدا ہوا ہے یا ہندوستان میں وہ کالے رنگ کا ہے یا گورے کا بلکہ جس نے اس عروۃ الوثقیٰ کلمہ توحید کو مستحکم پکڑا وہ ایک قوم ہو گیا بلکہ ایک روحانی باپ کا بیٹا کیونکہ خدا نے فرمایا ہے " انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون " کون شخص ہے جو دو بھائیوں کو ایک باپ کا بیٹا نہیں جانتا - پھر جبکہ خود خدا نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی

فرمایا ہے تو ہم سب کا ایک روحانی باپ کی اولاد ہونے میں کیا شک رہا ہے ۔

اے بھائیو۔ مگر مجھے اس بات کے دیکھنے سے افسوس ہے کہ ہم سب آپسمیں بھائی تو ہیں مگر مثل برادران یوسف علیہ السّلام کے ہیں۔ آپس میں دوستی و محبت۔ یک دلی و یکجہتی بہت ہی کم ہے۔ حسد و بغض و عداوت کا ہر جگہ بد اثر پایا جاتا ہے جس کا نتیجہ آپس کی نااتفاقی ہے۔ شیطان جس نے خدا سے وعدہ کیا کہ "لاقعدن لہم صراطک المستقیم" ایک مقدس اور بظاہر نہایت نورانی حیلہ سے آپسمیں بھائیوں کے جن کو خدا نے بھائی بنایا ہے نفاق ڈالنے میں کامیاب ہوتا ہے اور جس طرح کہ ہمارے باپ آدمؑ اُسکے دھوکہ کو خالص دوستی سمجھکر دھوکہ میں آگئے اُسی طرح ہم بھی اُس کے دھوکہ میں آتے ہیں اور اُس نفاق کو جو ہر حالت میں مردود ہے ایک مقدس لباس پہناتے ہیں یعنی مذہبی تقدس لباس کا خلعت اُسے عنایت کرتے ہیں ۔

اے بھائیو۔ کون شخص ہے کہ جو اس بات کو نہیں جانتا کہ من قال لاالٰہ الّا اللہُ فہو مسلم۔ من استقبل قبلتنا فہو مسلم۔ ومن ہو مسلم فہو اخ"۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مشہور ہے کہ لانکفر اھل القبلۃ باینہمہ فروع مسائل میں اختلاف ہونے کے سبب کس طرح ہماری قوم نے اُس حبل المتین کی بندش کو توڑا ہے اور اُس رشتہ اخوت کو جسے خدا نے قایم کیا تھا چھوڑا ہے۔ جس قصبہ و شہر میں جاؤ۔ جس مسجد و امام باڑہ میں گذرو۔ باہم مسلمانوں کے شیعہ و سُنّی۔ وہابی و بدعتی۔ لامذہب و مقلد ہونے کی بنا پر آپس میں نفاق و عداوت پاؤ گے۔ اُن نااتفاقیوں نے ہماری قوم کو نہایت ضعیف اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ جمعیت کی برکت ہماری قوم سے جاتی رہی ہے۔ قومی ہمدردی اور قومی ترقی اور قومی امور کے انجام میں اس نالایق نااتفاقی نے بہت کچھ بد اثر پہونچایا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ وہ تعداد میں کم ہیں۔ دولت میں کم ہیں۔ تجارت میں کم ہیں۔ اور اس باہمی نفاق و عداوت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اصغر التصغیر کا صیغہ یعنی کم از کم ہو گئے ہیں۔ پس ہماری قوم کی ترقی کا سب سے اول مرحلہ یہ ہے کہ ہم آپس کی محبت سے اُس عداوت و نفاق کو یکتائی اور یکجہتی سے مبدل کریں ۔

برادران من۔ یکتائی اور یکجہتی سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے عقاید کو چھوڑ کر ایک عقیدہ پر ہو جاویں۔ یہ امر تو قانون قدرت کے برخلاف ہے جو ہو نہیں سکتا نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آیندہ کبھی ہوگا۔ مگر اس اتفاق کے قایم رکھنے کی جس کی ہمکو ضرورت ہے ایک اور عقلی و نقلی راہ ہے جس کی پیروی قومی اتحاد کا ذریعہ ہوسکتی ہے۔ انسان جب

اپنی ہستی پر نظر کرے گا تو اپنے میں دو حصے پاوے گا - ایک حصہ خدا کا اور ایک حصہ اپنے ابنائے جنس کا - انسان کا دل اور اُس کا اعتقاد یا مختصر طور سے یوں کہو کہ اُس کا مذہب خدا کا حصہ ہے جس میں دوسرا کوئی شریک نہیں - اُس کے عقاید کی جو کچھ بھلائی یا بُرائی ہو اُس کا معاملہ اُس کے خدا کے ساتھ ہے - نہ بھائی اُس میں شریک ہے نہ بیٹا نہ دوست نہ آشنا نہ قوم - پس ہمکو اُس بات سے جس کا اثر ہر ایک کی ذات تک محدود ہے اور ہم سے کچھ تعلق نہیں ہے کچھ تعلق رکھنا نہیں چاہیئے - ہمکو کسی شخص سے اِس خیال پر کہ وہ شیعہ ہے یا سُنّی - وہابی ہے یا بدعتی - لامذہب ہے یا مقلد یا نیچری یا اُس سے بھی کسی بد تر لقب کے ساتھ ملقب ہے جبکہ وہ خدا و خدا کے رسُول کو برحق جانتا ہے کسی قسم کی عداوت و مخالفت نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ اُسکو بھائی اور کلمہ کا شریک سمجھنا اور اُس اُخوّت کو جس کو خدا نے قایم کیا ہے قایم رکھنا چاہیئے - نہایت افسوس اور نادانی کی بات ہے کہ ہم کسی سے ایسے امر میں عداوت رکھیں جس کا اثر خود اُسی تک محدود ہے اور ہمکو اُس سے کچھ ضرر و نقصان نہیں - جو حصہ کہ انسان میں اُس کے ابنائے جنس کا ہے اُس سے ہمکو غرض رکھنی چاہیئے اور وہ حصہ آپس کی محبت - باہمی دوستی ایک دوسرے کی اعانت ایک دوسرے کی ہمدردی ہے جسکے مجموع کا نام قومی ہمدردی ہے - یہی ایک طریقہ ہے جس سے خدا کے حکم کی بھی اطاعت اور آپس میں برادرانہ برتاؤ - قومی اتفاق - قومی ہمدردی قایم ہو سکتی ہے جو قومی ترقی کے لیئے پہلی منزل ہے ؛

مگر ہمکو یہ بات بھی بھُولنی نہیں چاہیئے کہ ان روحانی بھائیوں کے سوا اَور بھی ہمارے وطنی بھائی ہیں گو وہ ہمارے ساتھ اُس کلمہ میں جس نے ہم مختلف قوموں اور مختلف فرقوں کو ایک قوم اور آپس میں روحانی بھائی بنایا ہے شریک نہیں ہیں - مگر بہت سے تمدنی امور ہیں جن میں ہم اور وہ مثل بھائیوں کے شریک ہیں - اِسی زمین پر ہندوستان کی ہو یا پنجاب کی - دکن کی ہو یا ہمالیہ کی - ہم دونوں رہتے ہیں - اُسی ملک کی ہوا سے - اُسی مُلک کے پانی سے اُسی مُلک کی پیداوار سے دونوں کی زندگی ہے - ہزاروں امور تمدن ایسے ہیں کہ بغیر ہمارے اُن کو اور بغیر اُن کے ہمکو چارہ نہیں - ہمسایہ کا ادب ہمارے مذہب کا ایک جزو ہے اور یہی ہمسائگی وسعت پاتے پاتے ہم مُلکی و ہموطنی کی وسعت تک پُہنچ گئی ہے - اُن ہم وطن بھائیوں میں بھی دو حصے ہیں - ایک خدا کا اور ایک ابنائے جنس کا - خدا کا حصہ خدا کے لیئے چھوڑو اور جو حصہ اُن میں ابنائے جنس کا ہے اُس سے غرض رکھو - تمام امور انسانیت میں جو تمدن و معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں ایک دوسرے کے مددگار رہو - آپس میں سچی محبت سچی دوستی

دوستانہ بردباری رکھو کہ دونوں قوموں کو ترقی کرنے کا یہی رستہ ہے +

اتفاق کی خوبیاں لوگوں نے بہت کچھ بیان کی ہیں اور وہ ایسی ظاہر ہیں کہ کوئی شخص اتفاق سے بھی اُن کو بھول نہیں سکتا بہت بڑے بڑے واقعات جو دنیا میں گذرے ہیں اور جن کو پُرانی تاریخیں یاد دلاتی ہیں اور جن کی یاد سے ایک عجیب اثر ہمارے دلوں میں ہوتا ہے وہ سب باہمی اتفاق کا نتیجہ ہے۔ ایک ناچیز ریشہ گیاہ جو تنہا نہایت کمزور ہوتا ہے باہمی اتفاق سے ایسا قوی و زبردست ہوجاتا ہے کہ بڑی سے بڑی قوت کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس وقت تعلیم یافتہ دنیا میں جو کچھ ترقی ہے یا نامہذب مُلکوں میں جو کچھ طاقت ہے وہ سب اتفاق کی بدولت ہے۔ بعض قابل ادب بزرگوں کا قول ہے کہ جس طرح اصلی دوستی دنیا میں ناپید ہے اسی طرح آپس کا اتفاق بھی ناممکن ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ تمام انسانوں کی طبائع اور اُن کے اغراض مختلف ہیں اور جبکہ اغراض مختلف ہیں تو ضرور ہے کہ وہ ایکدوسرے کے مخالف ہوں۔ کوئی قوم مہذب یا نامہذب ایسی نہیں پائی جاوے گی جس میں باہم حسد و نفاق۔ عداوت اور باہمی حقارت نہ پائی جاتی ہو۔ ہاں یہ بات سچ ہے مگر جس اتفاق پر ہم بحث کرتے ہیں وہ شخصی اتفاق نہیں ہے بلکہ قومی اتفاق ہے۔ آپسمیں ہمارے بمقتضائے بشریت کیسا ہی نفاق ہو جو خدا کے نزدیک ایک سخت گناہ ہے مگر وہ قومی اتحاد اور قومی اتفاق کا مانع نہیں ہے۔ اس دعوے کو میں ایک تاریخی واقعہ سے ثابت کروں گا۔ جس زمانہ میں کہ حضرت علی مرتضیٰ اور معاویہ ابن ابی سفیان میں محاربات ہو رہے تھے اور روم کیسر کا شاہنشاہ ہمارے اس باہمی جنگ وجدال کو نہایت غور سے تک رہا تھا روم کے شاہنشاہ نے اُس وقت کو غنیمت سمجھا اور مُسلمانوں کے مفتوحہ ملکوں پر فوج کشی کا ارادہ کیا حضرت معاویہ نے باوجود اُس شکررنجی کے جو حضرت علی مرتضیٰؓ سے تھی قیصر روم کو خط لکھا کہ " اگر تو نے مُسلمانوں کے ملک کے کسی حصہ پر فوج کشی کی تو یقین جاننا کہ علی مرتضیٰ کی طرف سے جو پہلا شخص فوج لیکر تیرے مقابلہ کو آویگا وہ میں ہوں گا" یہ خط اب تک تاریخ کی کتابوں میں بجنسہ موجود ہے۔ دیکھو باہمی نزاع نے قومی اتفاق میں کچھ خلل نہیں ڈالا تھا۔ اسی زمانہ کی تازہ نظیر پر خیال کرو کہ جن لوگوں نے البرٹ بل کی مخالفت کی وہ سب نہ آپس میں دوست تھے اور نہ سب کے اغراض متحد تھے بلکہ صرف قومی اتفاق تھا جس پر سب متفق تھے۔ قومی بھلائی یا قومی بُرائی کا اثر تمام قوم کے لوگوں پر پہونچتا ہے اور اسی لیئے جلب منفعت یا دفع مضرت میں سب لوگ متفق ہوتے ہیں اور شخصی تنازعات کو اُس وقت کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اس زمانہ میں جو سب سے بڑا سبب ہماری قوم کے تنزل کا ہے وہ یہی

ہے کہ اُس میں قومی اتفاق کا خیال نسیاً منسیاً ہوگیا ہے۔ کسی کو بجز اپنی ذاتی منفعت کے قومی بھلائی اور قومی منفعت کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ اگر کوئی کچھ کرتا بھی ہے تو اُسکو پہلے اپنی غرض مدنظر ہوتی ہے اور قومی بھلائی کے پردہ سے اُس کی پردہ پوشی کرنی چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کاموں میں برکت نہیں ہوتی +

بھائیو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری قوم میں نیکی کا خیال نہیں ہے۔ نہیں اُن میں بہت کچھ نیکی ہے اور بہت سے نیک کام اُن سے ہوتے ہیں۔ کیسی کیسی عالی شان مسجدیں۔ کیسے کیسے عالیشان امام باڑے۔ کیسی کیسی نفیس خانقاہیں اُن کی نیکی کی یادگاریں موجود ہیں۔ اب بھی شہر و قصبہ میں دیکھو گے کہ لوگ کس قدر خیر و خیرات کرتے ہیں۔ بھوکوں کو کھلاتے ہیں۔ حج و زیارت میں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ مسجدیں بنواتے ہیں۔ کوئی ایسا کام جس میں اُن کی دانست میں مذہبی نیکی ہو دل و جان سے اسمیں مصروف ہوتے ہیں۔ مگر اے دوستو۔ میں تمام لوگوں سے جو اس مجمع میں موجود ہیں نہایت ادب و عاجزی سے سوال کرتا ہوں کہ ہر ایک شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھکر سچے دل سے سوچے کہ وہ یہ سب نیکی کے کام کس لیئے کرتا ہے۔ سب لوگ قبول کرینگے کہ اس نیت سے یہ کام کیئے جاتے ہیں کہ قیامت میں اُن کو اُس کا بدلا ملیگا اور روز حشر میں اُن کو ثواب حاصل ہوگا۔ اگر یہ میرا خیال صحیح ہے تو اے بھائیو درحقیقت یہ سب کام خودغرضی اور ذاتی منفعت کے ہیں نہ ابنائے جنس کی بھلائی اور قومی ہمدردی کے۔ جب تک کہ ہمارے دل میں یہ جوش نہ پیدا ہو کہ جو کام ہم کریں وہ قوم کے لیئے کریں نہ اپنے ثواب آخرت کے لیئے اُس وقت تک قومی ہمدردی کا جوش پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر ابھی ایک مسجد بنانے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لیئے ایک مکتب قایم کیا جاوے تو ہر شخص کی خواہش ہوگی کہ بقدر اپنی استطاعت کے اُس میں اعانت کرے۔ ایک غریب آدمی جس سے کچھ نہ ہوسکتا ہو وہ بھی کسی نہ کسی دن اُس مکتب کے کسی طالب علم کو دو روٹی اور دال کے پیالہ دینے پر ہمت کرے گا ایسا کرنے سے اُس کے دل کا اصلی خیال یہ ہے کہ اُسکو ثواب ہوگا جو عین خودغرضی اور ذاتی منفعت کا نشان ہے برخلاف اس کے اگر کوئی ایسا کام کیا جاوے جو قوم کے لیئے نہایت ضروری ہو اور کیسی ہی کچھ قوم کو اُس کی ضرورت ہو اور اُس کے نہ ہونے سے کتنا ہی کچھ قوم کا نقصان ہوتا ہو اور کیسی ہی کچھ وہ ذلیل ہوتی جاتی ہو مگر لوگوں کے خیال میں اُس سے ثواب آخرت کی کچھ توقع نہ ہو تو بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اُن کی طرف متوجہ ہوں۔ برادران من اس تقریر سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اُن ثواب کے کاموں کو بُرا جانتا ہوں یا اُن کی کچھ حقارت کرتا ہوں بلکہ میرا مقصد اس تقریر سے اور ان مثالوں سے یہ ہے کہ میں اصلی قومی ہمدردی کو

آپ صاحبوں کے ذہن نشین کرنے میں کوشش کروں اور قومی ہمدردی کے کاموں میں دوسرے کاموں سے جو امتیاز ہے اسکو تمثیلوں سے بتلاؤں ◆

برادران من - کوئی قوم اور کوئی ملک اس سے خالی نہیں ہے جو اپنے ذاتی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے متعدد قسم کے کاموں میں نہایت سرگرمی سے کوشش نہ کرتا ہو اور بے انتہا روپیہ اُس میں نہ صرف کرتا ہو - بلکہ اس زمانہ میں جو ملک مہذب و تربیت یافتہ کہلاتے ہیں وہ اِن کاموں میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں - مگر اُسی کے ساتھ وہ لوگ خالص قومی ہمدردی اور خالص قومی بھلائی کے کاموں میں بھی پیچھے نہیں رہے ہیں - اگر وہ دائیں ہاتھ سے آخرت کے کاموں میں کوشش کرتے ہیں تو بائیں ہاتھ سے خالص قومی بھلائی کے کاموں میں بھی بلا خیال ثواب آخرت کوشش کرتے ہیں - ہماری قوم میں یہی بات نہیں ہے - اگر وہ بھی اپنا داہاں ہاتھ خدا کے کاموں میں اور باہاں ہاتھ خالص قومی ہمدردی کے کاموں میں لگاوے تو جو ادبار ہماری قوم پر ہے بہت جلد دُور ہو جاوے اور خُدا ہماری قوم کے دونوں ہاتھوں میں قوت دے - آمین ◆

اے دوستو - اگرچہ میں نے اپنی پریشان تقریر سے آپ کا وقت ضایع کیا مگر مجھ کو اجازت دیجئے کہ قومی ترقی کی نسبت جو میرے خیالات ہیں اُن کو بھی کسی قدر بیان کروں نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہماری قوم میں اب تک اپنے باپ دادا کا فخر باقی ہے - اگلے بزرگوں کی عظمت کو یاد رکھنا قوم کی آیندہ ترقی کی یک گونہ بشارت ہے - ایک مدت دراز سے ہماری قوم کی ترقی مثل ایک ایسی بند جھیل کے ہوگئی تھی جس کا نہ پانی بہتا ہو نہ اُسمیں کچھ حرکت ہو اور نہ اُس میں کسی اور طرف سے پانی آتا ہو - تند ہوا کے جھوکوں اور آفتاب کی گرمی سے اُس کا پانی روز بروز خشک ہوتا جاتا ہو - مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ چند سال سے اُس بند پانی میں کچھ حرکت آتی ہے - تمام ملک میں کیا بنگالہ کیا ہندوستان کیا پنجاب اور کیا دکن سب کی زبان پر سب کے قلم پر یہ بات جاری ہے کہ مسلمانوں کی حالت خراب ہے - وہ روز بروز تنزل کرتے جاتے ہیں اُن کو کچھ کرنا چاہیئے - وہ لوگ صرف کہنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ کچھ کرتے بھی جاتے ہیں - جا بجا انجمنیں قایم ہوتی ہیں - اخباروں میں آرٹیکل پر آرٹیکل لکھے جاتے ہیں - مدرسے اور اسکول بناتے ہیں - یہ نہایت عُمدہ نشانیاں ہیں - جس قوم کو یہ خیال ہوا کہ ہم تنزل کی حالت میں ہیں اور اُس کے ساتھ اُس میں کچھ تحریک بھی پیدا ہوئی تو یہ پہلی سیڑھی ترقی کی ہے - ایسی حالت میں یہ امر بھی لازمی ہے کہ ترقی کرنے والوں کے خیالات مختلف ہوتے ہیں - کوئی کچھ کرنے لگتا ہے کوئی کچھ - اپنی قوتوں کو بعوض اس کے کہ ایک جگہ جمع کریں

پریشان کر دیتے ہیں جو کام اصلی ہے اُس کو چھوڑتے ہیں اور جو اُس کی فرع ہے اُس کو اختیار کرتے ہیں جس کے سبب سے کسی میں بھی کامیابی نہیں ہوتی - اس زمانہ میں یہی حال ہماری قوم کا ہے مگر پانی کا خاصہ ہے کہ جب وہ بہتا ہے تو چاروں طرف پھیلتا ہے پھر رفتہ رفتہ جو ٹھیک رستہ ہے اُسکو اختیار کر لیتا ہے اس لیئے ہمکو اپنی قوم سے اُمید ہے کہ رفتہ رفتہ وہ بھی ٹھیک رستہ قومی ترقی کا پالیگی اور تمام مختلف خیالات ایک اصلی مرکز کی طرف جمع ہو جاوینگے

اے بھائیو تعلیم کا اور خصوصاً قومی تعلیم کا معاملہ جیسا نازک ہے ویسا ہی مشکل بھی ہے ہماری قوم نے نہ کبھی اُسپر غور کی ہے اور نہ اُن ملکوں کو جہاں قومی تعلیم کو ترقی ہے دیکھا ہے اور اگر دیکھا ہے تو اُس کی ترقی کے اسباب پر بہت کم غور کی ہے - میرے بال اسی فکر میں سفید ہو گئے ہیں - قومی تعلیم پر غور کرتے کرتے پچیس برس سے زیادہ کا زمانہ گذر گیا ہے - وہ زمانہ اب نہیں رہا کہ ہم لوگوں کو مسجدوں اور خانقاہوں میں بٹھا کر اور اُن کو خیرات کی روٹی دیکر یا چھوٹے موٹے اسکول و مکتب قایم کر کے قومی تعلیم کو ترقی دے لینگے - یہ کام اُس وقت مفید ہوتے ہیں جبکہ قوم نے اعلےٰ سے اعلےٰ سامان قومی تعلیم کا مہیّا کر لیا ہو مگر ہم نے اُس اعلےٰ تعلیم کا جو درحقیقت قومی ترقی اور قومی افتخار کا باعث ہے کچھ سامان نہیں کیا تو اس پانی کی پھوہار سے کھیتی سرسبز نہیں ہوتی - ہماری وُہی مثل ہے کہ مرجھائے ہوئے درخت کی جڑھ میں پانی دینے کے عوض اُس کے پتّوں پر پانی چھڑکتے ہیں اور سوکھے ہوئے چشموں میں سے نہریں کھود کر پانی لانے کی توقع کرتے ہیں - مجھ کو اُمید ہے کہ ہماری قوم اس باریک مگر نہایت روشن نکتہ پر کبھی کبھی غور کرے گی اور اُس وقت میری اُن باتوں کی جو اِس وقت قابل مضحکہ یا شیخ چلّی کے خیالات معلوم ہوتے ہیں قدر کرے گی - مگر مجھ کو یہ ڈر ہے کہ وقت جاتا نہ رہے اور ایسے وقت پر ہم کرنا چاہیں - جب کچھ کرنے کے قابل نہ رہیں - اے خدا ایسا وقت ہماری قوم پر نہ آنے دے اور اس سے پہلے کہ ہم کچھ کرنے کے قابل نہ رہیں ہمکو سنبھال لے - آمین *

انھی تمام خیالات کا باعث ہے جو میں نے **علیگڈھ** میں ایک **قومی مدرسہ** قایم کرنے کی کوشش کی ہے اور میرے دوستوں نے جو درحقیقت بانی مدرسہ کے لقب پانے کے وُہی مستحق ہیں اُس میں مدد دی ہے - آپ کو معلوم ہے کہ علیگڈھ میرا وطن نہیں ہے نہ میری وہاں کوئی جاگیر ہے نہ زمینداری - صرف قومی تعلیم کے لیئے مناسب مقام خیال کر کے اُس جگہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی ہے - قومی بھلائی کے خیال پر اپنا وطن چھوڑ کر وہاں کی سکونت اختیار کی ہے - مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ مدرستہ العلوم ایسے طور پر قایم ہوا ہے جو ایسی تعلیم و تربیت کے لیے جو اس زمانہ میں قومی ترقی کے لیئے درکار ہے مناسب و مفید ہے

جب تک کہ کوئی خود جا کر اُس کو نہ دیکھے طالب علموں کی طرز معاشرت اُن کی پابندی صوم وصلوۃ کو ملاحظہ نکرے۔ اُس کے بورڈنگ ہوسوں کو اور اُن میں طالب علموں کے رہنے کی کیفیت کو اُن کی دینیات کی تعلیم کو اُن کی دنیوی تعلیم کو بچشم خود نہ دیکھے اُس کی حالت بخوبی بیان نہیں ہوسکتی ہَیں نہایت خوش ہوں کہ اِس مجمع میں بعض بزرگ ایسے موجود ہیں جنہوں نے بچشم خود ان سب باتوں کا معائنہ کیا ہے۔ وہ مدرسہ ہماری قوم کے بچّوں کے لیئے اُن کی تعلیم کا گھر ہے کہ تمام ہندوستان میں اُس کے سوا دوسرا گھر نہیں ہے۔ اُس نے بہت کچھ ترقی کی ہے جو اُمید سے بہت زیادہ ہے۔ بی۔ اے کلاس تک اُس میں پڑھائی ہوتی ہے اور طالب علم کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس قدر کثرت سے مسلمان طالب علم اُس میں ہیں کہ میں بظن غالب بلکہ بطور یقین کے کہہ سکتا ہوں کہ اُسقدر مُسلمان کسی کالج و اسکول میں نہیں ہیں۔ حال میں وہ کالج انٹرنس و ایف اے امتحانوں کے لیئے سنٹر ہوگیا ہے۔ پس قومی گھر یا قومی تعلیمگاہ ایسے درجہ تک پہونچگئی ہے کہ اگر قوم دلی کوشش اور بے نظیر فیاضی سے مدد کرکے اُسکو تکمیل تک نہ پہونچاوے تو نہایت افسوس کا مقام ہوگا۔ اے دوستو۔ ہَیں نہایت صداقت سے تمکو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ تدبیر قومی بھلائی کی قومی مدد سے پوری نہ ہوئی تو آیندہ کوئی تدبیر قومی ترقی کی کبھی کامیاب نہ ہوگی اور مجھ کو اور قوم کے تمام خیر خواہوں اور ترقی میں کوشش کرنے والوں کو یقین ہوجاوے گا کہ ہماری قوم کی جان کندنی ایسی حالت پر پہنچ گئی ہے جس سے جاں بری ممکن نہیں ہے۔ او خدا تو ایسا مت ہونے دے۔ آمین ؞

برادران من۔ ہماری گورنمنٹ نے اپنی مہربانی سے اپنی رعایا کی تعلیم میں بہت کچھ کیا ہے تمام رعایائے **ملکہ معظمہ قیصر ہند** کو شکر گزار ہونا واجب ہے مگر میں تم سے سچی بات کہتا ہوں کہ قومی تعلیم اور قومی عزّت ہمکو اُس وقت تک حاصل نہیں ہونے کی جب تک کہ ہم اپنی تعلیم کا کام خود اپنے ہاتھ میں نہ لینگے۔ گورنمنٹ کی قدرت سے خارج ہے کہ وہ ہمارے تمام مقاصد کی تکمیل کرسکے۔ قومی کاموں میں صرف گورنمنٹ پر بوجھ ڈالنا اور اُسی کے ہاتھ کو تکتے رہنا نہایت بُزدلی اور بے عزّتی کا کام ہے۔ ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے قومی کام کو خود اپنی مستعدی سے انجام دیں اور گورنمنٹ سے صرف اُسکی امداد کے متوقع رہیں۔ اگر یہ ہوگا تو قوم اور گورنمنٹ دونوں اپنا فرض ادا کرینگی ؞

ہماری قوم کا جو حال ہے وہ غیر قوموں کی نظروں میں نہایت حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ میں ایک واقعہ بیان کروں گا۔ اگر مُسلمانوں میں کچھ غیرت ہے تو اُسکو سُنکر بجز مرجانے

اَوْر کوئی علاج نہیں۔ کیمبرج یونی ورسٹی لنڈن کے ایک کالج میں بہت سارو پیہ توفیر
میں جمع ہوگیا تھا اور اُس کے خرچ کرنے کو جگہ نہ تھی۔ وہاں کے منتظموں نے تجویز کی۔ کہ
اُس کالج میں جو گرجا ہے بہت عمدہ نہیں ہے اُسکو توڑ کر عُمدہ گرجا بنایا جاوے اور دسؔ
لاکھ روپیہ اُس میں خرچ کرنا تجویز ہوا۔ اتفاقاً ایک مُسلمان بھی وہاں موجود تھا اُس نے کہا کہ اگر
یہ روپیہ ہمکو مِل جاتا تو ہماری قوم کے لیئے ایک عُمدہ کالج جس کی ضرورت ہے بَن جاتا اور گرجا
کی تعمیر سے بھی زیادہ مفید و ضروری کام میں کام آتا۔ یہ سُنکر ایک شخص نے جو اُس کالج سے
تعلق رکھتا تھا جواب دیا کہ اگر تمہاری قوم ایسی ہے کہ وہ اپنی تعلیم کا انتظام بھی نہیں کر سکتی
تو اُس کا جیتے رہنے سے مرجانا بہتر ہے وہ اِس لایق نہیں ہے کہ اُسکی کچھ بھی مدد کیجاوے۔
ہماری قوم کا اب یہ حال ہوگیا ہے کہ وہ قومی کام کی طرف کچھ بھی توجّہ نہیں کرتی۔ بڑے افسوس
کی بات ہے کہ لودھیانہ سے شہر میں جو ایک بڑا شہر ہے اور جہاں بہت سے مسلمان آباد
ہیں مشنری اسکول بہت کثرت سے ہیں اور مُسلمانوں کو یہ شرم نہیں آتی کہ مشنری تعلیم گاہوں
میں وہ اپنے لڑکوں کو بھیجتے ہیں۔ اُن کو کچھ جوش پیدا نہیں ہوتا۔ اُن کو کچھ غیرت نہیں آتی
کہ وہ اپنے لڑکوں کا خود کچھ بندوبست کریں وہ کُتّے کی طرح اپنے لڑکوں کو خیراتی روٹی پر جلاتے
ہیں اور ایسے خیراتی اسکول میں اپنی اولاد کو تعلیم کے واسطے بھیجتے ہیں اور خود کوئی بندوبست
اپنے بچّوں کی تعلیم کا نہیں کرتے۔ مگر اے بھائیو اِس بات کو سمجھو کہ خود تعلیم دینے کا خیال
کرکے ایک چھوٹا مدرسہ قایم کرنا اور ایک ہندوستانی سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہواری کا ہیڈ ماسٹر
مقرر کرکے ایک قومی تعلیم کا بندوبست کرنا بالکل ناممکن ہے۔ تعلیم اُس وقت تک نہیں ہو سکتی
جب تک تعلیم کا پورا سامان اور عُمدہ مدرس اور ایک عمدہ تعلیم گاہ موجود نہ ہو۔ اے بھائیو
اپنے بچّوں کی عُمدہ تعلیم کا خیال کرو اور اُن کی زندگی کو خراب مت کرو۔ اس مجمع میں امیر اور
غریب سب لوگ جمع ہیں خیال کرو کہ ان سب کے لڑکے کس قسم کی صحبت میں رہتے ہیں
اور کن لوگوں کے ساتھ اپنی ابتدائی عُمر کا زمانہ بسر کرتے ہیں۔ اور اسی سبب سے وہ کیسے
خراب ہوتے ہیں۔ بہت سے لڑکے اپنے مربّیوں کے طریقے دیکھ دیکھ کر جو جو باتیں سیکھتے ہیں
وہ اُن کی تعلیم اور تربیت پر جو کچھ خراب اثر ڈالتے ہیں اُس کو آپ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں۔ قومی
تعلیم ایک بند مکان میں ہونی چاہیئے جہاں پر کہیں سے بیرونی صحبت کا اثر نہ پہونچتا ہو۔ قوم
کے لڑکے ایک محفوظ بورڈنگ ہوس میں ملکر رہیں آپس میں بورڈر ہونے اور ہم کالج ہونے کی وجہ سے
آپس میں محبت رکھیں۔ آپ لوگ ہمارے محمڈن کالج کو دیکھیں کہ آپس میں طالب علم
کیسا دوستانہ اور برادرانہ برتاؤ رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی بیماری میں کیسی مدد کرتے ہیں

ایک دوسرے کے رنج وراحت میں کیسے شریک ہوتے ہیں۔ اسی ساتھ کی وجہ سے ان کے اخلاق باہمی درست ہوتے ہیں۔ آپ اس بات کو خوب یاد رکھیئے کہ قومی تعلیم کبھی علاحدہ علاحدہ نہیں ہوسکتی۔ اپنے اپنے طور پر تعلیم کرنا بچوں کو سوائے غارت کرنے کے اور کچھ نتیجہ نہیں دیتا۔ اے میری قوم کے لوگو اپنے عزیز اور پیارے بچوں کو غارت نہ کرو۔ اُن کی پرورش کرو۔ اُن کی آیندہ زندگی اچھی طرح بسر ہونے کا سامان کرو۔ مجھ کو تم کچھ ہی کہو۔ میری بات سُنو یا نہ سُنو۔ مگر یاد رکھو کہ اگر تم ایک قومی تعلیم کے طور پر اُن کو تعلیم نہ دوگے تو وہ آوارہ اور خراب ہوں گے۔ تم ان کی ابتر حالت کو دیکھوگے اور بے چین ہوگے۔ روؤگے اور کچھ نہ کرسکوگے تم اگر مرجاؤگے تو اپنی اولاد کی خراب زندگی دیکھکر تمہاری روحیں قبروں میں تڑپیں گی اور تم سے کچھ نہ ہوسکیگا۔ ابھی وقت ہے اور تم سب کچھ کرسکتے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ میں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر اور چند روز تم اسی طرح غافل رہے تو ایک زمانہ ایسا آویگا کہ تم چاہوگے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دو۔ اُن کی تربیت کرو مگر تم سے کچھ نہ ہوسکیگا (چیئرز) مجھ کو کچھ کہو۔ کافر۔ ملحد۔ نیچری۔ میں تم سے خدا کے سامنے کچھ سفارش نہیں چاہتا۔ میں تم سے اپنی شفاعت کے واسطے خواستگار نہوں گا۔ میں جو کچھ کہتا ہوں۔ تمہارے بچوں کی بہتری کے لیئے کہتا ہوں۔ تم اُنھیں پر رحم کرو۔ اور ایسا کچھ کرو کہ آیندہ کو پچتانا نہ پڑے +

وما توفیقی الّا باللہِ العلیِ العظیم +

(بڑے زور سے چیئرز)

۲۲

تقریر جناب بہادر ڈپٹی قادر بخش خانصاحب

جناب سیّد صاحب۔

جو جو کوششیں آپ نے ہماری قوم کی بھلائی کے واسطے کیں اس کے شکریہ ادا کرنے کرنے کے واسطے ہمکو الفاظ نہیں ملتے اور نا ممکن ہے کہ کس طرح سے ہم اسکا صلہ ادا کردیں بجز اس کے کہ ہم دعا مانگیں کہ خدا اس کا صلہ آپ کو دے۔ سیّد صاحب نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ "مجھ کو اس کا صلہ نہیں چاہیئے۔ خدا اس کا صلہ بھی قوم ہی کو دے"۔ آپ نے یہاں تشریف لانے اور تکلیف اُٹھانے سے جو کچھ عزّت ہمکو دی یہ بھی اسی قومی بھلائی کا سبب تھا ہم آپ سے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ آپ کی دعوت بھی ہم سے نہیں ہوسکتی۔ دعوت کا نام لینا بھی گویا موبنہ چڑانا ہے مگر تاہم ہم لوگوں نے اور انجمن قصور نے تھوڑا تھوڑا کرکے روپیہ جمع کیا ہے جو ابھی موجود ہے یہ آپ کے پیشکش کیا جاتا ہے کہ آپ قبول فرماویں۔ یہ متفرق روپیہ جو رئیس اور عُہدہ دار غیر عہدہ دار پیش کرتے ہیں درحقیقت قوم کی بھلائی کے لیئے ہے جس کا قوم کی بھلائی میں صرف کرنے کا آپ کا ارادہ ہے اور دعوت کا صرف حیلہ ہے۔ جو لوگ اس میں شریک ہیں میں اُن کی تفصیل بھی بیان کیا چاہتا ہوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ کن لوگوں نے ہمت اور فیاضی کی ہے اور جو لوگ اس میں شریک نہیں ہیں وہ سمجھیں کہ وہ کیسے پست ہمت ہیں*

فہرست جس میں چھوٹی اور بڑی سب قسم کی رقمیں تھیں پڑھی گئی اور جناب خان بہادر منشی قادر بخش خاں صاحب نے ایک تھیلی جس میں مبلغ ایک ہزار پانسو چوراسی روپیہ نورانی اور چار آنہ بھرے ہوئے تھے بتقریب دعوت از جانب احباب لودھیانہ و قصور سیّد صاحب کے پیش کی*

سیّد صاحب اپنی کُرسی پر سے اُٹھے اور کہا:۔

تقریر سیّد صاحب

اے دوستو۔ میں اُن دوستوں کا جنھوں نے قومی بھلائی کے واسطے چندہ دیا بہت شکر گزار ہوں۔ اس چندہ میں بہت بڑی بڑی رقمیں بھی ہیں اور چھوٹی بھی ہیں مگر میں اُن چھوٹی رقموں کی بہت زیادہ قدر کرتا ہوں کیونکہ اُن لوگوں نے اپنی بہت سی ضرورتوں کو

ملتوی رکھکر چندہ دیاہے - ایسی رقموں کی قدر بڑی رقموں سے بہت زیادہ ہے - اے صاجبو میں جو یہاں آیا تو میرے ساتھ جو مہربانی پریسیڈنٹ مجلس نواب صاحب نے کی اُس کا مَیں عمر بھر ممنون رہوں گا - مَیں اپنے دوستوں منشی قادربخش خاں خان بہادر اور مولوی فتح محمد صاحب کا جنہوں نے اس قومی کام میں کوشش کی شکر ادا کرتا ہوں وہ بھی اُسی قوم میں شامل ہیں جس کے ساتھ اُنھوں نے ہمدردی کی ہے - پس اگر وہ خود اپنا آپ شکر کریں تو بھی کچھ مضایقہ نہیں مگر وہ اپنا شکر خود نہیں کرسکتے اِس لیئے میں اُن کا شکر ادا کرتا ہوں ◆

۲۳

تحریر محمد معین الدّین صاحب

اے حاضرین باتمکین ۔!

آج ایک خاص خوشی کے سبب سے میں ایک ایسے لائق اور فائق مجمع کے سامنے کچھ تھوڑا سا بیان کرنے کے واسطے کھڑا ہوتا ہوں ۔ بلند ہمتی اور صبر سے جو کہ ہمیشہ عالموں اور مہذبوں کا شیوہ ہے آپ براہ مہربانی میرے اس ناکمل اور ٹوٹے پھوٹے فقرات کو سُنئیے ! اے حاضرین ! مجھکو یہ بات بخاید معلوم ہوتی ہے کہ میں آپکے سامنے آپ لوگوں کے یہاں جمع ہونے کا باعث بیان کروں کیونکہ آپ سب صاحبان نے وہ اشتہار جو کہ معاونان مدرسۃ العلوم کی طرف سے تقسیم کیا گیا تھا پڑھ لیا ہوگا ؛

اے صاحبان ! آج کا دن اس شہر کیواسطے کیسا مبارک ہے کہ یہاں آج وہ شخص تشریف فرما ہے کہ جس نے اپنے ہم قوموں کے واسطے جان اور مال سے دریغ نہیں کیا ؛

اے عالیجناب سیّد صاحب ! ہم آپکا شکریہ اُس مستقل مزاجی کی بابت ادا کرتے ہیں جسکو آپ نے اپنی قوم کی بہبودی کی بابت برتا ہے ؛

اے ہمارے معزز سیّد صاحب ! ہم آپکی عنایتوں کا شکریہ پُورے طور پر ادا نہیں کرسکتے ۔ ہم اللہ تعالےٰ سے دُعا مانگتے ہیں کہ آپ کی محنتوں کا نتیجہ جو آپ نے ہمارے واسطے کی ہیں ہمیشہ صفحہ روزگار پر قایم رہے ؛

اے عالی جناب سیّد صاحب ! آپ نے مدرسۃ العلوم کی نگرانی میں گرمی کی دھوپ اور سرما کی سردی اُٹھائی ۔ حالت بیماری میں بھی آپ نے قوم کا غم کھایا ! آپکی قومی محبت کی یہ یادگار ہمیشہ صفحہ روزگار پر رہیگی ؛

اے حاضرین ! ہمکو جناب آنریبل سید صاحب کا شکریہ بدل و جان ادا کرنا چاہئیے اگر مُسلمانوں کے خیرخواہوں اور مدرسۃ العلوم کی تاریخ بنائی جائے تو ہر صفحہ پر بخط جلی جناب **آنریبل سیّد صاحب** کا نام پایا جائیگا ؛

اے حاضرین ! میں آپکی خدمت میں بکمال خوشی عرض کرتا ہوں کہ وہ دن نزدیک آتا جاتا ہے کہ جناب آنریبل سیّد صاحب کے ظلّ عاطفت میں یہ مدرسۃ العلوم ایک یونیورسٹی

بنجائیگا اور اُن کے معزز مددگاروں کے نام آب زر سے اُسپر لکھے جائینگے - ہم دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سید صاحب کی حیات میں ترقی فرماوے اور اُن کو حوادثِ روزگار سے مامون رکھے ❖

اے حاضرین ! بانیان مدرسۃ العلوم کی صرف ہم ہی تعریف نہیں کرتے بلکہ آیندہ نسلیں بھی اُن کو اپنے خیرخواہوں کی طرح یاد کریں گی کہ جن کے ذریعہ سے ہماری وہ قوم جو کسی زمانہ میں سب سے زیادہ عالم اور مہذّب تھی اور یُورپ میں جسکی بدولت علم اور تہذیب کا چرچا پھیلا تھا اور اب جہالت میں پڑی ہے - گرداب ادبار سے نکلتی جاتی ہے - اور اے صاحبان آیندہ نسلیں اسی کی بدولت فخر کیا کرینگی اور پھر اپنے تئیں اُسی مرتبہ پر پہونچائینگی ❖

اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ اس زمانہ میں وہ شخص کون ہے کہ جس نے اپنے تمام اوقات مسلمانوں کی بہبودی میں صرف کیئے ہوں اور وہ کون شخص ہے کہ جس نے اپنی تمام خوشیوں اور اپنے آرام اور تندرستی کو اپنی قوم کی بہبودی کے لیئے خرچ کیا ہو ؟ اے صاحبان آپ بے شک ڈھونڈھیں اور تلاش کریں مگر سوائے آنریبل سید صاحب کے اَور کوئی باین صفت موصوف نپاؤگے ❖

اگر کوئی اجنبی شخص علیگڈھ جا نکلے اور کالج کے خوشنما مکانات اور باغات کو دیکھے تو بلاشُبہ وہ دریافت کریگا کہ اسکا بانی کون ہے اور اپنے دل میں کہیگا کہ بلاشبہ یہ کسی ایسے شخص کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ جسنے اپنے آپ کو فنا فی القوم کے مرتبہ تک پہنچایا ہو ❖

اے صاحبان ! میں آپکی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس عُمدہ کام میں شامل ہونے والوں کے نام جنہوں نے اسپر عمل فرمایا " ان اللہ لایغیر ما بقوم حتےٰ یغیروا ما بانفسہم " کبھی صفحہ روزگار سے محو نہونگے - اسپر جو سوال ہو سکتا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ گو خدانخواستہ لاکھوں برسوں کے بعد تبدیلات زمانہ کے سبب سے یہ عمارت پاکیزہ صفحہ روزگار سے محو ہو جائے اور جہاں اب باغ ہیں جنگل ہی جنگل نظر آئے تو بھی اے سامعین اُن خیرخواہوں کے نام زبان زد خلائق رہینگے - اگر کوئی مُسافر اُس ویرانہ پر سے گذرے گا تو غیب سے اُن عمارات کے بانیوں کے نام سُنیگا جن میں سب سے پہلے خیرخواہ قوم سیّد صاحب کا نام ہوگا ❖

اے صاحبان ! اگرچہ یہ بات بیفائدہ ہے مگر میں بیان کرنے سے باز نہیں رہ سکتا اور اس سے پہلے کہ میں بیٹھوں بڑے افسوس کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ میرا دل بہت بھرا ہوا ہے لیکن میری زبان بہت کمزور ہے (لکنت کرتی ہے) ورنہ میں جناب آنریبل سید صاحب

کی کوششوں کو اور عنایتوں کو جو اُنہوں نے اہل اسلام یعنی اپنی قوم کی بہبودی کے واسطے کی ہیں وضاحت سے بیان کرنا۔ !

اب میں دعا کرتا ہوں کہ ہمارے معزز خیرخواہوں کی طرح جنہوں نے قومی ہمدردی کو ایسے زور وشور سے اپنے اس بے سروپا اور زیر وزبر شدہ قوم کو جو کہ علم دولت وغیرہ وغیرہ میں پیچھے سب سے پڑی ہوئی ہے کوشش کی ہمارے اَور بھی معزز صاحبان کو ایسی کوشش کرنے کی توفیق حاصل ہو۔ آمین

الراقم ـــــــــــ آثم

معین الدین احمد عفی عنہ

اسکے بعد سید صاحب اپنی کرسی پر سے اُٹھے اور اس طرح پر گفتگو کی :۔

تقریر سید صاحب

اے میری قوم کے نوجوان عزیز بچے۔

میں نہایت خوش ہوں اپنی اُس عزت سے جو تم نے اپنے پیارے اور دلچسپ خیال ظاہر کرنے میں میری نسبت ظاہر کی۔ زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ تمہارے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوئے۔ تمہارے بیان میں کئی جگہ پر قوم کا لفظ آیا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ قوم کوئی چیز نہیں ہے جب تک کہ وہ قوم قوم نہ رہے۔ ایک ایک شخص جو اسلام کے گروہ میں داخل ہے وہ سب ملکر مسلمانوں کی ایک قوم کہلاتی ہے۔ جبتک وہ اپنے عزیز مذہب کے پیرو اور پابند ہیں تبھی تک وہ قوم ہیں۔ یاد رکھو کہ اسلام جسپر تمکو جینا ہے اور جسپر تمکو مرنا ہے اُسکو قایم رکھنے ہی سے ہماری قوم قوم ہے۔ اے عزیز بچے اگر کوئی آسمان کا تارہ ہو جاوے مگر مسلمان نہ رہے تو ہمکو کیا وہ تو ہماری قوم ہی نہ رہا۔ پس اسلام کو قایم رکھکر ترقی کرنا قومی بہبودی ہے اُمید ہے کہ تم ہمیشہ اُسکو قایم رکھوگے اور اُس کے ساتھ تمام باتوں میں ترقی کرتے جاؤ گے کہ یہی قومی ترقی ہوگی جو تمکو بھی فایدہ دیگی اور قوم کو بھی عزت ہوگی اور آیندہ آنیوالی نسلیں بھی اُس سے فایدہ اُٹھاویں گی (چیئرز نہایت جوش سے)

جس وقت سید صاحب یہ تقریر کرتے تھے مجھے تعجب ہوا تھا کہ اُنھوں نے اس طرز سے کیوں تقریر کی۔ بعد کو مجھے خیال آیا کہ سید صاحب کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ لودھیانہ کے مشن اسکول میں تعلیم پاتے ہیں اُس خیال پر سید صاحب نے اس طرز سے گفتگو کی

بعد اس کے منشی عبداللہ صاحب نے انجمن مفید عام لودھیانہ کی طرف سے ایک اڈریس

پیش کی اور عمدگی سے پڑھی اور ایک پیتل کے خوبصورت گول بکس میں بند کر کے نذر کی +
سیّد صاحب پھر کرسی پر سے اُٹھے اور اڈریس کا جواب دیا۔ وہ اڈریس اور سیّد صاحب
کا جواب ذیل میں مندرج ہے:-

۲۴

سپاس نامہ بعالی خدمت جناب آنریبل نجم الہند سید احمد خاں بہادر

منجانب انجمن مفید عام لودھیانہ

انجمن جب اپنے فرایض منصبی پر نظر ڈالتی ہے تو اس سے زیادہ کوئی فرض اُسکو نظر نہیں آتا کہ وہ انڈیا کے رفارمر اور ملک ہند کے نامی حکیم نجم الہند سید احمد خاں بہادر بانئی مدرسۃ العلوم للمسلمین کا خیر مقدم کرے - اور سید ممدوح کی خدمت میں خود اُن کے اور اُن کے رفقاء عالی منصب کی تشریف آوری اور احسانات کا جو انھوں نے قوم پر ملک پر کیئے ہیں اور جس میں سے انجمن کو بھی اِس وجہ سے کہ وہ بھی اُسی قوم اور ملک کی ہے جو اُن کی عنایات اور احسانات کا مرہون ہے حصّہ ملا ہے شکریہ ادا کرے ۔

یہ شکریہ گو بظاہر سید صاحب ممدوح کی خدمت میں انجمن کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے مگر جب نظر تعمق دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شکریہ شاکر اور مشکور لہٗ کے اتحاد کے باعث پھر اُسی طرف عود کرتا ہے جد ھر سے ادا کیا گیا - کیونکہ سید صاحب نے تو قومی ہمدردی کا کام ترقی کے اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ بغیر کسی مبالغہ کے یہ کہنا درست ہے کہ اُنھوں نے فنا فی القوم کا رتبہ اپنی ذات کے لیئے حاصل کر لیا ہے - اس کے ثبوت کے لیئے سامعین کے سامنے بھی ایک تازہ واقعہ ظاہر کر دینا کافی ہوگا کہ اُنھوں نے جناب نواب گورنر جنرل بہادر ویسراے ہند کی کونسل کی ممبری سے بعذر عدیم الفرصتی تار پر استعفا دیکر اس فقرہ کا کوئی بھی مستثنیٰ باقی نہ رکھا کہ "حضرت کے تمام اوقات صرف قوم کی خدمت اور ہمدردی میں صرف ہوتے ہیں" ٭

پس اس سے زیادہ قومی ہمدردی کا خیال کیا ہو سکتا ہے - اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ کونسا کام تھا جس سے ایسی کم فرصتی تھی - کیا کوئی تجارت یا سرکاری خدمت یا اور کوئی ذاتی منفعت؟ ہرگز نہیں - یہ تو ایسے الفاظ ہیں کہ جن کو اسجگہ استفہام انکاری کے طور پر بھی زبان پر لاتے ہوئے شرم آتی ہے - ہر شخص کا دل خوب جانتا ہے کہ وہ کام جس میں اسقدر مصروفیت تھی صرف قوم کے ڈوبتے ہوئے بیڑے کو پار لگا دینے کی سعی صادق تھی جو کامیابی کے ساتھ سرسبز ہوئی اور ہوتی جاتی ہے ٭

آپنے ہمارے بیڑے کو ساحل مراد پر پہونچانے کے واسطے ممالک مغربی و شمالی میں نہایت بلند و مستحکم لائیٹ ہوس تعمیر کیا ہے جس سے اہل ہند کو سلامتی کا کنارہ سامنے نظر آنے لگا ہے ؀

بہت سے جہاز علم تہذیب ترقی کی کھیپ سے لدلدا کر منزل مقصود کو روانہ ہوئے ہیں جن کے ناخدا اخدا کے بتائے ہوئے قاعدے وبالنجم ھم یہتدون کے موافق ہند کے ستارہ کی طرف ہروقت دیکھتے ہوئے اور اُسکی رفتار سے راستہ کا پتہ لیتے ہوئے سیدھے چلے جارہے ہیں جو بہت جلد اُس بندرگاہ پر لنگر انداز ہونگے جو ممالک مغربی و شمالی کے لائیٹ ہوس کی روشنی سے منور ہے اور عنقریب ہم اُسکو بندرگاہ سوئیس سے زیادہ آباد دیکھنے کی اُمید کرتے ہیں کیونکہ ملک ہند کی حالت موجودہ کو جب ہم پہلی حالت سے موازنہ کرتے ہیں تو باعتبار ترقی تعلیم و تہذیب کے ایسا نمایاں فرق نظر آتا ہے جس کے خیال کرتے ہی بے ساختہ یہ شعر مُنھ سے نکلتا ہے۔ ؎

سہیلے بر اوج عجم تافتہ ؀ ادیم یمن رنگ زو یافتہ

دیکھو اس روشن ستارہ کے پرتو سے اس ملک کے بہت سے مُردہ دلوں میں جان تازہ آگئی ہے اور وہ حب قومی کی خوشبو سے ادیم یمن کی طرح مہک رہے ہیں ؀

سید صاحب! گو باعتبار لقب آپ کو نجم الھند کہا جاتا ہے لیکن آپ نے اس براعظم کے باشندوں کی طبیعتوں کو اپنے نورانی خیالات کے کرنوں سے روشن کرنے کے سبب نہ ستارۂ ہند بلکہ نیر اعظم ہند ہونے کا واقعی منصب حاصل کیا ہے ؀

الحق کہ قوم کا جہاز ایسی حالت میں تھا کہ اُس کے پار ہونے کے لیئے آپ جیسے روشن ستارہ اور ایسی جگمگاتی روشنی اور ایسے ہی ناخدا اور اُس کے ایسے عزم و استقلال اور ایسے ہی مبارک ہاتھ اور ایسے ہی سعی صادق اور ایسے ہی ہمدرد دل کی ضرورت تھی۔ اور یہ ساری باتیں آپ کی ذات مجمع الصفات کے سوا کسی ہمارے ہم وطن میں فی زمانناً دکھلائی نہیں دیتیں ؀

کچھ شُبہ نہیں کہ ہمدردی قومی آپ کے لیئے موضوع ہوئی ہے اور آپ ہمدردی کے لیئے آپ اپنی عالی ہمتی سے۔ فراخ حوصلگی سے۔ اولوالعزمی سے اور بلند نظری سے جو ہمارے خیالات کی رسائی سے بہت دور ہے کچھ ہی خیال فرماویں۔ مگر زمانہ دیکھتا ہے اور زبان حال و قال سے کہہ رہا ہے کہ اب اِس قوم کا شکستہ جہاز ساحل مراد پر پہنچا مگر یہ کس کی محنت سے۔ کس کی دلسوزی سے۔ کس کے شفقت بھرے ہاتھوں اور محبت بھرے دل کی جانفشانی سے؟

یہ دیکھیئے! میرے بولنے سے پہلے ساری مجلس کی آنکھیں بے ساختہ خودبخود بالاتفاق اُس

بابرکات کے مبارک چہرہ پر جا پڑیں جو اُس اسم سامی سے موسوم ہے جو ان سوالات کے جواب میں واقع ہوتا ہے۔ وہ کون ہے؟ ہمارے ذی احتشام مہمان جناب **سید احمد خاں بہادر نجم الہند** جن کی میزبانی کی عزت سے آج یہ انجمن خوشی کے مارے پھولی نہیں سماتی +

سید صاحب! ہند کی انجمنوں نے جو آپ کے ہی مقدس ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے ہیں اپنی اپنی لیاقت کے موافق آپ کی خدمت میں سپاسنامے پیش کیئے ہونگے اور کرتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ نہ آپ کی عنایت اور اوصاف کا بیان اُن میں ہوا نہ ہو سکتا ہے اور نہ آپکی ذات بابرکات اُسکی محتاج ہے۔ مگر اس انجمن نے جس کی عمر ابھی بہت تھوڑے دنوں کی ہے جس کی طفولیت کا زمانہ ابھی بہت باقی ہے جس کو آپ کی شفقت پر ابھی بہت دنوں ناز کرنا ہے اپنے ننھے سے موںھ سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنی خوشی کے جوش کا اظہار کرنا چاہا ہے جو اُسکو آپ کی قدم بوسی سے حاصل ہوئی اور جس کو ظاہر کرنے کی ابھی اُسمیں پوری قوت بھی نہیں آئی۔ اس بات کا انجمن خود اقرار کرتی ہے کہ یہ مختصر نذرانہ آپ کے سامنے پیش ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ مگر انجمن اپنے بساط عجز میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھتی جو پیش کش ہونے کی قابلیت رکھتی ہو۔ پس یہ خاکا انجمن کے خلوص عقیدت کا ان الفاظ کے ذریعہ سے کھینچکر آپ کی نذر کیا جاتا ہے تاکہ وقتاً فوقتاً آپ کو اس انجمن اور اس شہر کی یاد دلاتا رہے۔ اب اِس دُعا پر خاتمہ ہے کہ آپ کی نیکیوں کے موافق آپ کے کام میں برکت ہو۔

مورخہ ۲۳۔ جنوری سنہ ۱۸۸۴ء +

قادر بخش خاں	محمد عبد اللہ خاں عفہ عن اللہ	علی محمد خاں
ویس پریسیڈنٹ انجمن	سکرٹری انجمن مفید عام	خادم انجمن
	لودھیانہ	

جواب سید صاحب کی طرف سے

میں انجمن اسلامی لودھیانہ کے پریسیڈنٹ اور مربیوں کا جنہوں نے یہ اڈریس مجھے دیا ہے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس بات کے سُننے سے کہ لودھیانہ میں ایک انجمن اسلامیہ قایم ہوئی ہے مجھے اسقدر خوشی ہوئی ہے جس کو میں بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ میری خواہش اور دُعا ہے کہ مُسلمانوں کی یہ مجلس ترقی پائے۔ اڈریس میں جو الفاظ میری نسبت بیان کیئے میں اپنے تئیں ان الفاظ کا مستحق نہیں سمجھتا مگر اس وجہ سے کہ گو وہ شخص جس کے واسطے یہ اڈریس

پیش کیا گیا ہے اسکا مستحق نہ ہو مگر آیندہ اس کی اُمید پڑتی ہے کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا ہوجائینگے۔ جو الفاظ اس وقت جوش ہمدردی سے میری نسبت بیان کیئے وہ اس کے مستحق ہوں گے میں پھر شکریہ آپ کی عنایتوں کا کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ خدا آپکو خوش رکھے اور آپ کی مجلس کو برکت دے (چیئرز)۔

اس کے بعد ڈاکٹر عثمان خاں صاحب تخلص غنی کھڑے ہوئے اور سید صاحب کی تشریف آوری کی مبارکبادی میں یہ شعر پڑھے:-

ادائے شکر ہے تشریف کا لانا مُبارک ہو
غریبوں پر ہمیشہ لطف فرمانا مُبارک ہو

یہ رونق کرّ و فر اور شان شاہانہ مُبارک ہو
مُبارک ہو مُبارک ہو یہاں آنا مُبارک ہو

دُعا گو یا ادب تسلیم کو یہاں سر جھکائے ہیں
خوشی سب کو نہایت ہے کہ خود تشریف لائے ہیں

سید صاحب نے ڈاکٹر صاحب کا اُن کی اس مہربانی پر شکر کیا۔

اس کے بعد مولوی مرزا فتح محمد صاحب کھڑے ہوئے اور نہایت عمدہ اور لطیف طرز سے مندرجہ ذیل گفتگو کی:-

۲۵

تقریر مولوی مرزا فتح محمد صاحب مرحوم

جناب سید صاحب !

آپ کے احسانِ عام اور عنایتوں اور قومی ہمدردی اور دلسوزی کے شکریہ میں عہدہ برآ ہونا ایک ایسے فصیح ہندوستانی کا کام ہے جو آپ ہی کی طرح دل و دماغ رکھتا ہو۔ نہ میرے جیسے عام شخص کا۔ اس بارہ میں میں تو اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ "خاموشی از سپاس تو حد سپاس تست" دوسری یہ وجہ بھی نہیں ہے کہ جس چیز کا کوئی شکریہ ادا کیا جاتا ہے تو پہلے اُن چیزوں کا تذکرہ کرنا ضروری ہوتا ہے جن کی شکرگزاری منظور ہو اور اس تقدیر پر بھی پھر اُنھیں کارناموں کا تذکرہ کرنا لازم آتا ہے جو اپنی قوم کے لیئے کیئے ہیں پس اُن واقعات کا تذکرہ کرنا بھی ایک قوی دل آدمی کا کام ہے مجھے تو مسلمانوں کی پہلی اور موجودہ حالت پر خیال کرکے کچھ بولنے کی طاقت باقی نہیں رہتی۔ البتہ ان چند مختصر فقروں سے ان امور کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ جو احسان عام اور عنایتیں خواہ القائے قوم سے متعلق ہوں خواہ اخلاق و تمدن کے متعلق ہوں آپ کے جد امجد نے اپنی قوم کے لیئے مبذول فرمائیں وہ سب کی سب جناب نے باتباع اپنے جد امجد کے اپنی تمام قوم سے مرعی رکھیں۔ اور باطاعت اُن کے پورا کرنے کی کوشش کی۔ یہ سچ ہے کہ آپ نے اسلام کو دنیوی اور دینی برکتوں میں جیسا کہ وہ ابتدا میں تھا ویسا ہی دکھانے میں سعی فرمائی۔ مگر یہ ایک بندھا ہوا قاعدہ ہے کہ جس طرح تمام مادی چیزیں بسبب امتداد مدت کچھ کچھ تغیر پذیر ہوتی ہیں اسی طرح ہر ایک مذہب زمانہ کے گذرنے کے باعث سے بیرونی خیالات کے مل جانے سے کچھ اَور کا اَور ہی ہو جاتا ہے۔ جب اسلام کا آفتاب روشن ہوا جسکو تیرہ سو برس کا عرصہ گذرا ہے اُسمیں بموجب قاعدہ صدہا طرح طرح کی بیرونی آمیزشیں ہوتی ہیں۔ آپ نے صرف اُس روشن آفتاب اسلام سے کالے پیلے بادلوں کو جو بیرونی آمیزش سے غبارت ہے ہٹانا چاہا ہے اور اصلی روشن صورت دکھانے کی کوشش کی ہے۔ مگر انسانوں کا یہ ایک فطرتی اصول ہے کہ جس چیز کو وہ ذرا اجنبی حالت میں دیکھتے ہیں یا اپنی سمجھی ہوئی باتوں سے بڑھکر خیال کرتے ہیں اُس سے عموماً نفرت کیا کرتے ہیں۔ آپ نے اس مشکل سے مشکل تر معاملہ کو اس طرح حل کیا کہ آپ نے اُس اجنبی مفہوم کا خود نمونہ بنکر دکھایا۔ جو لوگ قوموں کے سلسلہ تنزل اور ترقی کے اسباب پر غور کرنے پر

متوجہ ہوئے ہیں بخوبی جانتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے امر کو بآسانی انجام دینے کے لیئے یا بہ طریقہ سہل ہے کہ بجائے کہنے کے عمل کر کے دکھایا جاوے اور کوئی طریقہ آسان نہیں ہے کیونکہ انسان بہ نسبت کانوں کے آنکھوں سے بہت جلد تعلیم پا سکتا ہے۔ سو آپنے اُن تمام نبوی اخلاق اور طرز طریق پر خود عمل کر کے دکھا دیا اس لیئے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ

شجاعت میں کرم میں عدل میں اخلاق حسنہ میں
وُہی رستہ ہے تیرا جو کہ رستہ تھا تیرے جد کا

الغرض ان مشکلات کے حل کرنے میں جو محنتیں مذکورہ بالا برداشت کی گئیں اُن کا شکریہ ادا کرنا بھی آپ ہی جیسے شخص کا کام ہو سکتا ہے۔ میں زبانی شکریہ سے قطع نظر کر کے ایک ضروری بات کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہر ایک حسینہ کا شکر زبانی ہی نہیں ہوتا بلکہ شکر کبھی اطاعت سے کبھی بعض افعال کے کرنے سے بھی ہوتا ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اکثر اوقات شکر علاوہ اپنے فرائض انسانی ادا کرنے کے جس کا شکر کیا جاتا ہے اُس کی خوشنودی کے لیئے بھی ہوتا ہی پس سید صاحب کی خوشنودی کس امر میں ہے۔ صرف اس امر میں کہ مدرسۃ العلوم کا کام ہر طرح سے مکمل ہو جاوے جسکا مکمل ہونا ہماری ہی بہتری کے لیئے ضروری سے ضروری تر ہے۔ یہ شکر "بیک کرشمہ دو کار" کا مصداق ہے۔ ایک سید صاحب کی خوشنودی اور پھر اس میں بھی ہماری ہی سراسر بہتری موجود ہے اور وہ یوں ہو سکتا ہے کہ مدرسۃ العلوم کو روپیہ سے مدد دی جاوے اگر میں غلطی نہیں کرتا تو ابھی مدرسۃ العلوم کی تکمیل کے لیئے قریباً بیس ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمدنی کا مہیا ہونا ضروری ہے اور اُس کی اسقدر ضرورت ہے کہ علاوہ روحانی برکات کی فضیلت اور بزرگی کے وہ جو دیسرائے اور گورنر جنرل ہند کی کونسل کا ایک آنریبل ممبر رہچکا ہے ایک ایک روپیہ اور آٹھ آٹھ آنہ کے لیئے ملکوں ملکوں مانگتا پھرتا ہے اور اُسکو بھی اپنی دعوت میں قبول کرنے سے عار نہیں کرتا اور پھر آٹھ آٹھ آنہ دینے والوں کا دل سے مشکور ہوتا ہے اسی سے سامعین خیال فرما سکتے ہیں کہ اُس ضروری کام کے لیئے روپیہ کی کہاں تک ضرورت ہے۔ پس اس مطلب پہ متوجہ ہونا اور اُسکو پورا کرنا سید صاحب کا اصلی شکریہ ہے اور یہ شکریہ ایسا سہل ہے جس کا ادا کرنا ہمارے قابو میں ہے۔ پس اس شکریہ کے ادا کرنے کی طرف توجہ ضروری اور کار آمد ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ ابھی سید صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر بہت جلد اسطرف توجہ نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر آپ توجہ کرنے کے قابل بھی نہ رہو گے۔ سو میں بھی کہتا ہوں کہ ایسے اسباب ہمارے گرد و پیش موجود ہوتے جاتے ہیں کہ اگر ہم مدعائے مذکور کے انجام میں کچھ بھی تغافل کرینگے تو پھر ہمکو اُسپر متوجہ ہونا ہی نہایت مشکل ہو جائے گا۔ پس اولاد پر

رحم کرو۔ علاوہ اس کے یہ بات نہایت شرم کی ہے کہ قریباً چھ کروڑ مسلمانوں سے تمام ہندوستان میں ایک تعلیمگاہ یعنی اپنے بچوں کی تعلیم پانے کا ایک گھر بھی نہ بن سکے۔ اگر دو دو پیسے فی مسلمان لیئے جاویں تو کسقدر روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ میں ایک اور ضروری بات بھی جو سید صاحب نے نہیں کہی اور شاید اُن کو کہنی مناسب بھی نہ تھی عرض کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ مدرستہ العلوم کسی قدر تعمیر بھی ہو چکا اور بی اے کلاس تک اُس میں تعلیم بھی ہوتی ہے۔ اور کالج کی حد تک بھی پہنچ گیا ہے اور جس کو خدا کے فضل سے اب یہ بات بھی حاصل ہو گئی ہے کہ اُس کے طلباً کا امتحان وہیں لیا جایا کرے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ اُس میں ابھی بہت کچھ کام باقی ہے۔ سید صاحب کی جو کچھ کہ عمر ہے وہ حد طبعی کے قریب تک پہونچ گئی ہے۔ خدانخواستہ اگر وہ ہم میں نہ رہیں تو پھر ہماری اس قوم سے جس کا اب یہ حال ہے کہ وہ کہنے سننے سے۔ ترغیب ترہیب سے۔ جھکارنے سے۔ پہلوں کے حالات سنانے سے۔ آیندہ کے خطرات جتانے سے۔ اپنی حالت پر رحم نہیں کھاتی اور اپنا کام نہیں کرتی۔ اُن میں سے بھی کوئی ایسا شخص پیدا ہو جو قومی آسودہ حالی کے لیئے بے شمار تکلیفوں کا متحمل ہو سکے۔ پس سید صاحب کو نہ شکریہ کی نہ تعریف کی نہ دُعا کی کوئی خواہش ہے صرف روپیہ کی ضرورت ہے سو ہم سب کو ادھر متوجہ ہونا چاہیئے اور روپیہ جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمکو یہ توفیق دے ✦

سید صاحب نے اس گفتگو کا نہایت مختصر لفظوں میں شکریہ کیا اور کہا:۔

تقریر سید صاحب

میں مولوی فتح محمد صاحب کی اسپیچ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو کچھ کہ اُنھوں نے قوم کو ہمدردی اور قومی کام کی طرف رغبت دلانے میں کی ہے جو کچھ اُنھوں نے اپنی طویل تقریر میں پہلے بیان کیا اُسکو اس وقت میں یوں ہی رہنے دیتا ہوں مگر جو الفاظ کہ اُنھوں نے اپنی اسپیچ کے اخیر میں بیان کیئے ہیں اُس کا شکریہ تمام مسلمانوں کو ادا کرنا چاہیئے اور تمام مسلمانوں کو اُسپر توجہ اور غور کرکے قومی کام کو جس کا اُنھوں نے ذکر کیا ہے انجام پہنچانا لازم ہے ✦

اس تقریر پر کارروائی ختم ہوئی اور قریب ۱۲ بجے رات کے جلسہ برخاست ہوا ✦

مَیں جب اُن پنجابی رئیسوں کی زبان سے نہایت عمدگی کے ساتھ ہمدردی اور قومی ترقی کے جوش میں بھرے ہوئے الفاظ پنجابی لہجہ میں سُنتا تھا تو چونکہ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ لائق پنجابی اسپیکروں کی تقریریں سُنوں مجھ کو عجب طرح کا لطف اس میں آتا تھا اور جب وہ سید صاحب کی

عمر کا حال بیان کرتے تھے اور لوگوں کو جلد اس قومی کام کی طرف توجہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے تو لوگوں کے دلوں پر عجب طرح کا اثر ہوا تھا بہتوں کی آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں۔ بہتوں کے آنسو جاری ہو گئے تھے ؛

اسی مقام لودھیانہ سے ایک فیض سید صاحب کا شروع ہو چلا تھا بہت سے مسلمان نوجوان تعلیم یافتہ مذہب اسلام پر جو شبہات اُن کو تھے سید صاحب کے سامنے بیان کرتے تھے اور سید صاحب اپنی پُر اثر تقریر سے اُن شبہوں کو رفع کرتے تھے۔ پنجاب میں علوم جدیدہ کی روشنی مُسلمانوں میں بہ نسبت ہمارے صوبہ کے زیادہ پہونچی ہے۔ وہاں مشنری اسکول اور مشنریوں کا کام بھی بہ نسبت ہمارے صوبہ کے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ مشنریوں کے اخبار بھی وہاں چھپتے ہیں۔ مباحثے اور رد و قدح کی کتابیں بھی زیادہ چھپتی ہیں۔ ہندوستانی عیسائی بھی جو تعلیم یافتہ بھی ہیں وہاں زیادہ ہیں۔ پس یہ ایک امر لازمی ہے کہ وہاں کے نوجوان تعلیم پانے والوں کے دلوں میں ہر قسم کے شبہات پیدا ہوں اور کم سے کم یہ کہ جو شبہات وہ سُنتے ہیں اُن کے تسلی بخش جوابوں کی اُن کو تلاش ہو۔ پس جس چیز کی وہ تلاش کرتے تھے سید صاحب کی تقریر میں پاتے تھے۔ میں نے سُنا ہے کہ ایک نہایت معزز مُسلمان پنجابی نے ایک بہت بڑے شہر میں ایک مجمع میں جسمیں بہت معزز لوگ جمع تھے نہایت صفائی اور سچائی سے کہا کہ میرے دل میں مذہب اسلام کی طرف سے اسقدر شبہات تھے کہ میں اسکو سچا مذہب نہیں جانتا تھا اور اُسکے چھوڑنے پر آمادہ تھا صرف سید صاحب کی تحریرات پڑھ پڑھ کر مجھکو اسلام کی سچی روشنی ثابت ہوئی اور اب جسقدر مجھ کو اسلام کے برحق ہونے پر یقین ہے شاید کسی کو نہو گا ؛

سید صاحب ابھی لودھیانہ ہی میں موجود تھے کہ انجمن اسلامیہ جالندھر کیطرف سے ایک ڈپوٹیشن استقبال کیواسطے یہاں پہنچا جسمیں بزرگان مندرجہ ذیل شامل تھے۔ منشی نہال الدین خاں صاحب رئیس جالندھر۔ ضیاء الدین خاں صاحب رئیس جالندھر۔ منشی گل محمد خاں صاحب رئیس و وکیل جالندھر۔ محمد سید از خاں صاحب رئیس جالندھر۔ ان سب بزرگوں سے نہایت خوشی سے ملاقات ہوئی اور یہ سب بزرگ لکچر کے جلسہ میں بھی شریک تھے اور جالندھر کی روانگی کے وقت آنے کا انتظار کر رہے تھے ؛

لودھیانہ کا سفر نہایت حسن و خوبی سے ختم ہوا۔ اسمقام پر جو کچھ ہوا اُسکی مبارکی خان بہادر منشی قادر بخش خاں صاحب کے لیئے ہے وہ نہایت عالیخیال اور قومی ترقی کے خواہاں ہیں قومی بھلائی کے کاموں میں ہمیشہ پیشقدمی کرتے رہتے ہیں سید صاحب کے چندہ یادگار میں بھی اُنھوں نے بہت کچھ کوشش کی تھی اور علیگڈھ میں تشریف لا کر مدرسۃ العلوم کو بھی ملاحظہ کیا تھا۔ خدا کرے کہ ہماری قوم میں خان بہادر سے اور لوگ بھی پیدا ہوں تاکہ قومی کاموں کے انجام میں مدد ملے خدا تعالیٰ خان بہادر کو زندہ و کامیاب رکھے آمین ؛

۲۶

ایڈریس انجمن اسلامیہ

بخدمت عالی جناب جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل
مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی

ہمارے آنریبل سید!

ہم ممبران انجمن اسلامیہ جالندھر اس ضلع کے مسلمانوں کی طرف سے خصوصاً اور دیگر باشندوں کی جانب سے عموماً آپ کی اس توجہ کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا اور آج ہمکو اپنی تشریف آوری سے اس سپاسنامہ کے ذریعہ سے اپنی محبت اور اخلاص دلی ظاہر کرنے کا موقع دیا۔

اس وقت ہم آپکو اس جلسہ میں رونق افروز دیکھکر نہایت مسرت اور خوشی سے اپنے آپ کو اور اپنے اس شہر و ضلع کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "مبارک ہے گورنمنٹ اور قوم کا خیر خواہ"۔

آپکی ذات بابرکات سے جو کارہائے نمایاں اور نیک کارروائیاں گورنمنٹ انگلشیہ دام اقبالہ کی خیر خواہی اور قوم و ملک کی بہتری کے لیئے وقوع میں آئی ہیں اس موقع پر اُن سب کا شمار کرنا ہمارا کام نہیں۔ لیکن اگر ہم اُن سب کے لحاظ سے آپ کی ذات پر فخر کریں تو نازیبا نہوگا۔

ہندوستان میں قومی ہمدردی کا لفظ گذشتہ صدی میں پہلے پہل آپ ہی کی زبان مبارک پر آیا اور آپ نے اُسے نہایت عمدہ اسلوب سے علمی اور عملی طور پر اس وقت تک نبھایا۔ وقتاً فوقتاً ہر ایک موقع پر مسلمان فرماں پذیر قوم کو گورنمنٹ کی منشاء مبارک سے مطلع کرنا اور گورنمنٹ کو قوم کی حالت زار پر توجہ دلانا اور اُن کے ضروری مطالب و مقاصد کو نہایت عجز کے ساتھ پیش کرنا آپ کا معمولی کام رہا ہے جو خیر خواہ ملک کا بھاری فرض ہے۔

جب آپ نے مسلمانوں کو علمی ترقی کے لحاظ سے بہت پست حالت میں دیکھا تو اُنہیں گورنمنٹ کے اس فیضان عام سے مستفیض ہونے کی پوری رغبت دلائی پھر جب آپ نے بعض لحاظ سے مسلمانوں کے لیئے ایک علیحدہ اسلامی کالج قایم کرنے کی ضرورت دیکھی تو لندن میں جاکر وہاں کی یونیورسٹیوں کو دیکھا اور اُن کے نمونہ پر علیگڑھ میں **مدرستہ العلوم للمسلمین**

کی بناڈالی ؛

اگرچہ اسلامی سلطنتوں کے مختلف عہدوں میں بغداد اور اندلس وغیرہ میں بڑے بڑے اسلامی بیت العلوم قایم تھے لیکن مفلس قوم سے بھیک مانگ کر بیت العلوم قایم کرنا آپ ہی کا کام ہے جو غالباً دیر تک صفحہ تاریخ پر آپ کے نام نامی کے ساتھ یادگار رہیگا ؛

ہم اس سے بھی غافل نہیں ہیں کہ کمال قومی ہمدردی نے آپ کو اس امر پر آمادہ کیا ہے کہ جس طرح معزز اور توانگر لوگوں کے لڑکے لندن میں جاکر امتحان سول سروس کے بعد معزز عہدوں پر ممتاز ہوتے ہیں اُسیطرح سے مفلس اور غریب مسلمانوں کے بچے بھی گورنمنٹ کے اس فیض سے محروم نہ رہیں - یہ بھی آپ ہی کی ہمت کا مقتضی ہے ؛

آپ نے ممبر کونسل ہونے کے زمانہ میں بھی قوم کو فراموش نہیں کیا - ٹیکس اور قاضیوں کا ایکٹ اس امر پر کافی دلیل ہے ؛

اہل ہنود اور عیسائی صاحبوں کو بھی آپ نے ہمیشہ نظر مساوات سے دیکھا ہے اور ہمقوم سمجھا ہے - چنانچہ مدرسۃ العلوم میں ہندو اور عیسائی طالب العلموں کے حقوق مسلمانوں کے برابر رکھے گئے ہیں اس لیئے ہنود اور عیسائی صاحبان بھی آپکی بے تعصبی کے شکرگزار ہیں ؛

ممبر کونسل ہونے کے زمانہ میں جو رائیں ملکی معاملات میں آپ ظاہر فرماتے رہے ہیں اکثر ہنود اُن کی قدر کرتے رہے ہیں بلکہ بعض ہندو اہل الرآء اپنے بعض ہم مذہب ممبروں پر آپکو ترجیح دیتے رہے ہیں ؛

اب جو آپ نے محض قومی ہمدردی کے لیئے پنجاب کا سفر فرمایا اور ہملوگوں کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع دیا اس لیئے ہملوگ اس سپاسنامہ کے ذریعہ سے اپنی خوشنودی اور شکرگزاری ظاہر کرکے آپ کو اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ عموماً قوم کے اہل الرائے آپ کے کارناموں کو غور کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - اور اُن کے حسن و قبح کو سوچتے ہیں اور یہی امر کامیابی کی دلیل ہے ؛

ہملوگ اُمید رکھتے ہیں کہ قوم کی کم توجہی کے وہم سے آپکی عالی ہمتی اور قومی خیرخواہی میں کسی طرح کا فرق نہیں آئیگا - اور اس انجمن پر آپ ہمیشہ بزرگانہ توجہات مبذول فرماتے رہینگے ؛

اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ خداتعالیٰ آزادی بخشنے والی گورنمنٹ کا سایہ **ہما پایہ** ہمارے سر پر ہمیشہ قایم رکھے اور اُسکے زیرسایہ ہماری قوم اور گورنمنٹ کے خیرخواہ کی کارروائیوں میں برکت دے - این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد ؛

آپکا مخلص - انجمن کا خیراندیش

یار محمد خاں عفی عنہ - اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

اڈریس از جانب طلباے گورنمنٹ اسکول جالندھر

جناب سید صاحب نجم الہند ۔

میں کُل طلبار گورنمنٹ اسکول کی طرف سے جناب سید صاحب بہادر نجم الہند کا اُن تکالیف کے عوض جو اُنھوں نے جالندھر تشریف لانے میں برداشت کی ہیں تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ ہم جناب سید صاحب بہادر کو اُن اُمید بھری آنکھوں سے دیکھتے ہیں جس طرح عرب میں دھوپ سے جلا ہوا قافلہ ایک سرسبز اور شاداب نخلستان کی طرف نگاہ کرتا ہے ۔

جناب سید صاحب صرف ایک قوم یا ایک خاص فرقہ کے ہی مددگار نہیں ہیں بلکہ وہ جناب بابو کیشب چندر سین اور سری سوامی دیانند سرستی کے پیرؤں کو بھی اُسی نظر عنایت سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہ خاص مسلمانوں کے ہی معاون نہیں ہیں بلکہ وہ کل ملک کے مددگار کُل ہندوستان کے جان نثار ہیں ۔ آج کا دن جالندھر کے واسطے عموماً اور ہم طلبار کے واسطے خصوصاً ایک مبارک دن ہے جس میں ہمکو ایک حامئے قوم اور معاون ملک بزرگ کی زیارت نصیب ہوئی ۔

بندہ بھگت رام طالب علم گورنمنٹ اسکول

جالندھر ۔ جماعت پنجم

ان اڈریسوں کے ختم ہونے پر شور و غل زیادہ ہوگیا ۔ ہرچند لوگ چُپ کرنا چاہتے تھے ۔ مگر غل بند نہ ہوتا تھا آخر کار سید صاحب اڈریسوں کا جواب دینے کو کھڑے ہوئے ۔ اُن کو دو اڈریسوں کا جواب دینا تھا اور اُن کا ارادہ تھا کہ ان اڈریسوں کا اور خصوصاً طالب علموں کے اڈریس کا جواب کسیقدر طویل دیا جاوے اُنھوں نے اڈریسوں کا جواب اس طرح پر شروع کیا ۔

تقریر سید صاحب کی اُن اڈریسوں کے جواب میں

پریسیڈنٹ و دیگر بزرگان ۔۔

بزرگان و رئیسان جالندھر نے جو کچھ مجھ ناچیز کی قدر و منزلت کی ہے اور جس مہربانی و محبت سے میرے ساتھ پیش آئے ہیں میں اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ اے دوستو جو کچھ آپنے میری خدمات قومی کا ذکر کیا ہے اور آپ نے براہ قدردانی اُسکی تعریف کی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ وہ آپ نے صرف براہ محبت و عنایت فرمایا ہے اور مجھے اس بات کا یقین ہے کہ جو کچھ کہا گیا

ہے وہ ایسے شخص کی نسبت کہا گیا ہے جو اُسکا استحقاق نہیں رکھتا مجھ کو آپ لوگوں کا یہ جوش ہمدردی دیکھکر خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس ملک کے ہندو و مُسلمانوں کو اس بات کا خیال اور جوش پیدا ہوا ہے کہ جس شخص کی نسبت وہ صحیح یا غلط طور پر خیال کرتے ہیں کہ وہ کچھ قومی خدمت کرتا ہے اُسکو تعریف کا مستحق سمجھتے ہیں۔ میں تو کسی طرح اس تعریف کا سزاوار نہیں ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگلے زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو واقعی اس تعریف کے مستحق ہوں گے جو آپ نے آج ایک ایسے شخص کی نسبت کی ہے جو حقیقت میں اُس کا مستحق نہیں ہے۔ اے حضرات۔ آپ نے جو کچھ میری اُس عزت کا ذکر کیا ہے جو برٹش گورنمنٹ سے مجھ کو عنایت ہوئی ہے۔ اُسکی بابت مجھ کو چند الفاظ کہنے ضروری ہیں۔ میں اپنی عالی قدر گورنمنٹ کا شکر گزار ہوں جس نے میری ناچیز خدمتوں کی عزت کی۔ مجھے بہت سے خطاب دیئے ٹیٹل دیئے عزت دی۔ مگر آپ یقین سمجھئے کہ میں اپنے اس قومی خطاب کو جو قوم براہ مہربانی مجھے دیتی ہے اُس سے بہت زیادہ معزز سمجھتا ہوں (چیئرز)۔ جو کچھ میری ناچیز خدمات کا بحیثیت ملازم یا رعایا گورنمنٹ ہونے کے آپنے ذکر کیا ہے اُس میں آپ مجھے معاف کیجئے گا کہ کچھ غلطی ہوئی ہے۔ میں نے گورنمنٹ کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میں نے اپنے پاک مذہب اور سچے ہادی کے حکم کی تعمیل کی ہے ہمارے سچے ہادی نے ہمکو ہدایت کی ہے کہ تم جس گورنمنٹ کے امن میں ہو اُنکی اطاعت کرو اُسکے خیر خواہ اور وفادار رہو پس جو کچھ کہ گورنمنٹ کی خدمت مجھسے ہوئی وہ حقیقت میں میرے مذہب کی خدمت تھی۔ آپ نے سنا ہو گا کہ ہمارے پیشوا نے کیا کہا تھا اُس نے ہمکو ہدایت کی ہے کہ حاکم وقت بادشاہ وقت کی اطاعت کرو" ولو کان عبداً حبشیا" پس آپ خیال کیجئے کہ جب ہمکو ایک کالے مونھ کے غلام بادشاہ کی اطاعت کی ہدایت کی گئی ہے تو ہم ان گورے مونھ والے حاکموں کی اطاعت سے کیوں منھ پھیریں ؛

جس وقت "ان گورے منھ والے حاکموں" کا لفظ سید صاحب کی زبان سے نکلا۔ تو اُنھوں نے مسٹر ہینگ کمشنر کی طرف اشارہ کیا۔ اُس وقت مسٹر ہینگ نے نہایت اخلاق سے بطور اشارہ شکریہ کے اپنی ٹوپی سر پر سے کسیقدر اُتار لی ؛

اس فقرہ پر اور لوگوں نے بھی نہایت زور سے چیئرز دیئے اور تالیاں بجائیں۔ جو لوگ پیچھے کھڑے ہوئے تھے اُنھوں نے اس شوق میں کہ کیا ہو رہا ہے آگے بڑھ آنے کا قصد کیا۔ اور دھکا پیل سے تمام انتظام میں ابتری پڑ گئی اور غل اسقدر ہو گیا کہ کہنے والے کی بات بھی سُنائی نہ دیتی تھی۔ تھوڑی دیر سید صاحب کھڑے رہے کہ اگر غل موقوف ہو تو وہ اور کچھ کہیں مگر غل موقوف نہ ہوا۔ جناب صاحب کمشنر بہادر خود اُٹھے اور غل بند ہونے اور لوگوں کے بیٹھ جانیکی

کوشش کی مگر کچھ فایدہ نہ ہوا۔ تھوڑی دیر اَور انتظار کر کے سید صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔ اِس انتظار میں کہ اگر انتظام ہو جاوے تو وہ پھر کھڑے ہوں حقیقت میں وہاں عام لوگ نہیں بلکہ عوام کثرت سے گھس آئے تھے جن کو لکچر سننے سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ صاحب کمشنر نے سید صاحب سے کہا کہ یہ عوام لوگ جاہل محض کیوں چلے آئے ہیں۔ سید صاحب نے کہا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ریچھ کے ناچنے کا تماشا ہے اس لیئے گھس آئے ہیں اور ہر شخص آگے بڑھکر اُس کو دیکھنا چاہتا ہے۔

جب دیر ہو گئی اور انتظام ہونے کی توقع نہ رہی تو سید صاحب اور صاحب کمشنر بہادر اُٹھ گئے اور مجلس کا خاتمہ ہو گیا۔ سید صاحب جناب صاحب کمشنر کے ساتھ ہوا کھانے چلے گئے اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی میں جا کر چلے پی قریب مغرب کے جناب صاحب کمشنر بہادر اُن کو کوٹھی قیام گاہ میں پہنچا گئے۔

صاحب کمشنر بہادر کو اس بے انتظامی کا افسوس ہوا اُن کے نزدیک لکچر ٹون ہال میں ہونا چاہیئے تھا جس میں ہر طرح کی خوبی تھی اور ہر طرح کا انتظام ہو سکتا تھا اُن کو اس بات کا نہایت افسوس تھا کہ منتظموں نے اُن سے کیوں نہ کہا تاکہ وہ خود ٹون ہال میں بخوبی لکچر ہونیکا انتظام کر دیتے۔

اس لکچر کے نہونے کا درحقیقت نہایت افسوس ہے۔ انجمن اسلامیہ جالندھر کیطرف سے سید صاحب کو لکھا گیا تھا کہ وہ اپنے لکچر میں اسلام کی گذشتہ اور موجودہ اور آیندہ حالت کی نسبت بھی کچھ بیان کریں اس لیئے سید صاحب نے جالندھر کے لکچر میں مندرجہ ذیل مضامین پر لکچر کا دینا قرار دیا تھا۔

۱- اسلام کی گذشتہ اور موجودہ حالت اور ترقی آیندہ کی سبیل۔
۲- قومی تعلیم اور یہ کہ وہ کیونکر ہو سکتی ہے۔
۳- اتفاق باہمی کی ضرورت مسلمانوں میں آپس میں اور ہندؤوں و مسلمانوں دونوں میں۔
۴- مسلمانوں کی سوشیل حالت آپس میں اور اُس کے برتاؤ کی موجودہ حالت مسلمانوں اور انگریزوں میں اور اُس کی ترقی کی ضرورت۔

سید صاحب کا ارادہ تھا کہ اس لکچر کو بھی پورا پورا لکھ لیں چنانچہ پہلا مضمون اُنہوں نے لکھ لیا تھا اور دوسرے مضمون کا بھی کچھ حصہ لکھا گیا تھا باقی لکچر ناتمام تھا جس کو وہ زبانی بیان کرتے۔

سید صاحب کا ارادہ تھا کہ اِس ناتمام لکچر کو چاک کر دیں مگر اُن کے دوستوں نے اصرار کیا کہ جسقدر لکھا ہوا ہے یہ بھی نہایت عمدہ ہے اُسیقدر کو اِس مقام پر چھاپ دیا جاوے۔ چنانچہ

وہ ناتمام مسودہ اُنھوں نے عنایت کیا جس کو ہم بجنسہ اسی مقام پر ثبت کرتے ہیں
بزرگان جالندھر یقینی میرے ممنون ہوں گے کہ اگرچہ اتفاقات سے نہایت
ضروری مضامین پر سید صاحب کا لکچر اُن کے شہر میں
نہ ہوا مگر میں اُس کا ایک حصہ اس رسالہ
کے ذریعہ سے اُن تک
پہونچاتا ہوں +

۲۷

ناتمام لکچر جو ۲۴ جنوری سنہ [illegible]ء کو مقام جالندھر میں اسلام کی گذشتہ۔ موجودہ اور آیندہ حالت۔ قومی تعلیم اور ہندوؤں مُسلمانوں اور انگریزوں کے باہمی اتفاق کے مضمون پر دینا تجویز ہوا تھا

صدر انجمن و دیگر بزرگان۔

آج مجھ کو آپ صاحبوں کی خدمت میں کھڑے رہنے سے نہایت خوشی ہے۔ میں آپ صاحبوں کی اُس عنایت و محبت کا شکر کرتا ہوں جس سے آپ نے مجھ کو یہاں بلایا ہے اور آپ صاحبوں کے ارشاد کی تعمیل سے جو افتخار مجھ کو حاصل ہوا ہے وہ ہمیشہ میرے لیئے عزت کا باعث ہوگا۔ مُسلمانوں کا مجمع میرے دل کو نہایت خوش کرنے والا اور اُن کی ترقی کے خیالات میری روح کو نہ صرف اس زندگی میں بلکہ آیندہ زندگی میں بھی تر و تازہ رکھنے والے ہیں۔ الحمد للہ کہ مَیں یہ دونوں باتیں یہاں پاتا ہوں۔

بزرگان من۔ اکثر بزرگوں کو اسلام کی گذشتہ اور موجودہ حالت اور ترقی آیندہ کی سبیل کی تفتیش رہتی ہے۔ اسلام کا لفظ اور اُسکی گذشتہ اور موجودہ حالت اور ترقی آیندہ کی سبیل کی تفتیش سُن کر مجھ کو تعجب ہوتا ہے۔ اسلام ایک لازوال نور ہے جو ہمیشہ سے روشن ہے اور ہمیشہ روشن رہے گا۔ اسلام خود خدا کا نور ہے جو مثل اُس کی ذات کے ازلی و ابدی ہے۔ یہی نور اسلام آدمؑ کے سینہ میں تھا۔ اسی نور اسلام نے نوحؑ اور شیثؑ اور یعقوبؑ و ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ و یحییٰؑ و عیسیٰؑ تمام انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو منوّر کیا تھا۔ یہی نور اسلام ہے جو فاران کے پہاڑ پر چمکا اور اسمٰعیلؑ کے دل میں اترا اور اُس کنکریلی ریتیلی زمین کو منوّر کیا جسکو ہم عرب یا حجاز کہتے ہیں۔ وہیں اُس نے اپنا گھر بنایا اور ابراہیمؑ نے کہا جبکہ وہ اور اسمٰعیلؑ اُس گھر کی دیواروں کو اُٹھا رہے تھے "رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" خدا نے اُس کو قبول کیا پس وہ مقبول ہے اور ہمیشہ مقبول رہیگا۔ اُسی نور نے آخرکار سینہ مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور کیا۔ وہ نور نہ کسی خاص قوم کے لیئے مخصوص تھا نہ کسی خاص مُلک کے لیئے۔ وہ

تمام دنیا کے لیے روشنی تھا اور روشنی ہے اور روشنی رہیگا - ہر ایک مسلمان کے سینہ میں وہی نور ہے - اُس میں نہ کبھی تغیر ہوا ہے نہ ہوگا - اختلاف فرق سے جو مذہب اسلام میں دکھائی دیتے ہیں اُس نور میں کچھ نقصان نہیں آتا - تھوڑی دیر کے لیے اسلام کے تمام مختلف فرقوں کا تصور کرو اور تمام مختلف باتوں یا مسئلوں کو حذف کرتے جاؤ حذف کرتے کرتے بہت کچھ رہجاوے گا جس پر سب فرقے متحد ہوں گے پس وہی نور اسلام ہے جو باوصف اختلافات کے سب میں بلا نقصان کے منور ہے ◆

مختلف فرقوں کے باہمی مباحثے اور ایک کو دوسرے کی تکفیر اُس پاک نور میں کچھ نقصان نہیں ڈالتی بلکہ اُس کو اور زیادہ منور کرتی ہے - ایک مسلمان فلاسفر یا یوں کہو کہ ایک بدبخت نیچری یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کو اگر دلائل عقلی اور مسائل علمی سے تطبیق دیکر استحکام دیا جاوے تو اُن کے دلوں میں جو علمی تحقیقاتوں پر وثوق رکھتے ہیں زیادہ تر مؤثر ہوگا - ایک مقدس عابد وزاہد خدا پرست سیدھا سادھا مولوی اُس کی تکفیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدائی باتوں تک انسان کی ناقص عقل نہیں پہونچتی مذہبی باتوں کو بغیر عقل کی مداخلت کے ماننا چاہیئے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو پہلے شخص کی باتوں سے تسکین ہوتی ہے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو دوسرے مقدس بزرگ کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں - مگر باوجود اس اختلاف کے نور اسلام کو برابر ترقی ہوتی رہتی ہے - لوگ سمجھتے ہیں کہ اُن دونوں کے دو مختلف رستے ہیں مگر درحقیقت یہ ایک غلطی ہے وہ دونوں اُسی ایک نور کے حامی ہیں اور اُن دونوں کی کوششیں ایک ہی مقصد اور ایک ہی منزل کو پہونچتی ہیں - **ابوذر غفاری** رحمۃ اللہ علیہ کا **حضرت عمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پکڑا آنا اور حضرت ابوذر کا کہنا کہ واللہ صاحب المال کافر اور حضرت عمر کا فرمانا لولا رجعت من ہذا الاجلدتک ثم قول ابی ذر افعل ماشئت انی سمعت عن حبیبی محمد رسول اللہ صاحب المال کافر وانا علیہ مادمت حیا فاخرجہ عمر رضی اللہ عنہ عن بلد حبیبہ صلعم فہذہ کلہا فی الظاہر متناقضۃ لکن من کلیہما یضئ نور الاسلام اعلیٰ من ضیاء الشمس فی نصف النہار

پس اے بھائیو تم اسلام کی گذشتہ اور موجودہ حالت کیا پوچھتے ہو اور اُس کی آیندہ ترقی کی سبیل کیا سوچتے ہو وہ خدا کا نور ہے وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے اور ویسا ہی رہے گا - وہ پورا ہے اور پورا ہوگا وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ◆

ہاں اگر تمہاری مراد اسلام سے اہل اسلام ہے تو بلاشبہ اُن کی گذشتہ اور موجودہ اور آیندہ حالت نہایت دل خراش ہے - اسلام مٹی کی یا چینی کی کوئی مورت نہیں ہے جو سب کو

دکھائی دے اسلام کی حالت مسلمانوں کی حالت سے دکھائی دیتی ہے اگر اُن کی حالت اچھی ہے تو اسلام کی حالت بھی اچھی ہے اگر اُن کی حالت بُری ہے تو اسلام کی حالت بھی بُری ہے۔ انسان کی اچھی اور بُری حالت کا ہونا دو امر سے متعلق ہے۔ ایک اخلاقی دوسرے تمدنی یعنی دنیاوی +

اخلاقی حالت کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک وہ ہے جس پر نجات عقبیٰ منحصر ہے۔ دوسرا وہ ہے جو دنیا میں لوگوں پر نیک اثر ڈالنے والا اور نیکی کا نمونہ بن کر لوگوں کو نیکی کی راہ بتانیوالا ہے اور عقبےٰ میں اعلےٰ درجات پر پہونچانے والا +

مَیں یقین کرتا ہوں کہ پہلا حصہ تمام مُسلمانوں کو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر یقین کرتے ہیں حاصل ہے۔ اس باب میں تمام اہل اسلام جو سابق میں گذرے اور جو ابموجود ہیں اور جو آیندہ ہوں گے سب برابر ہیں۔ دوسرے حصہ میں البتہ نہایت تفاوت درجات ہیں۔ اگلے زمانہ میں نہایت بزرگ اور مقدس باخدا ولی اللہ گذرے ہیں جن کے انفاس کی برکت سے لوگوں نے بہت کچھ ہدایت پائی ہے اُن کی برکت سے ہزاروں انسانوں کے دلوں میں نور خدا کی روشنی پیدا ہوئی ہے اُنھوں نے اپنے تئیں مجسم نیکی بناکر اسلام کو اور اسکی خوبیوں کو مجسم کر دکھلایا ہے وہ ہمارے سرتاج تھے اُن سے ہمیشہ ہمکو اور ہماری قوم کو افتخار کا باعث ہوگا۔ افسوس ہے کہ بظاہر ایسے بزرگوں سے ہمارا زمانہ خالی ہے یا شاید ہماری آنکھیں اس قابل نہیں ہیں کہ ہم ایسے بزرگوں کو دیکھیں۔ اس باب میں میں آیندہ کے لیئے پیشین گوئی نہیں کرسکتا کہ ہماری قوم میں ایسے مقدس و بزرگ لوگ پیدا ہوں گے یا نہیں مگر میں خدا کی رحمت سے نااُمید بھی نہیں ہوں۔ اے دوستو جبکہ ہمکو یقین کامل ہے کہ ہم نجات پاویں گے پھر ہمکو اَور کیا چاہیئے۔ فرض کرو کہ ہمکو اعلےٰ درجات عقبےٰ کے نہ ملیں گے لیکن ایک ذرا سا ہی کونہ بہشت کا مل جاوے گا تو وہ کیا کچھ کم ہوگا۔ مجھ سے تو اقرار نامہ لکھوا لو کہ مجھے تو بہشت میں پھونس کی ایک جھونپڑا کافی ہوگی +

عقبےٰ سے تو ہمکو بالکل طمانیت اور دلی تسلّی ہے جو کچھ فکر و تردد ہے وہ تمدنی حالت کا ہے۔ اگر ہماری دنیاوی حالت ذلیل ہوگی تو اُس کے ساتھ اسلام کی بھی ذلت ہے۔ ہمکو اپنی دنیاوی حالت کے درست کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے۔ نہ دنیا کے لیئے بلکہ دین کے لیئے۔ نہ اپنے لیئے بلکہ خدا کے لیئے +

ہمارے بزرگوں نے اس دنیا میں کیا علم میں اور کیا عمل میں۔ کیا دولت میں اور کیا حکومت میں۔ کیا شان میں اور کیا شوکت میں۔ کیا رزم میں اور کیا بزم میں کیسا کچھ اعلےٰ درجہ

حاصل کیا تھا جس کے سبب اسلام قوموں میں معزز تھے اور اسلام کی شان اُن سے دکھائی دیتی تھی اب ایک ہم ہیں کہ اپنے اسلاف کو بٹہ لگاتے ہیں نہ ہمارے پاس دولت ہے نہ حکومت نہ علم ہے نہ فضیلت نہ زر ہے نہ زور ہے سب سے ذلیل اور تمام قوموں سے بدتر ہیں ہر ایک ہمکو ٹھکراتا چلتا ہے۔ ہمارا سر ہر ایک کے پانوٴں کے تلے اور ہر ایک کا پانوں ہمارے سر پر ہے۔ اے دوستو تم یقین جان لو کہ جو شخص خدا کی خوشنودی چاہتا ہے جو شخص ثواب آخرت کا طالب ہے۔ جو شخص بہشت میں اپنے لیئے ایک موتی کا محل بنانا چاہتا ہے جو شخص قوم کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہتا ہے اُس کا فرض ہے کہ اپنی قوم کو اس ذلیل حالت سے نکالنے میں کوشش کرے۔ تم مسجدیں بناتے ہو بغیر اس کوشش کے کہ اُسمیں نماز پڑھنے والے بھی قایم رہیں۔ تم خانقاہیں بناتے ہو اور اُن میں عبادت کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کی سلامتی کی فکر نہیں کرتے۔ تم خدا کا گھر اینٹ مٹی سے بنانے پر رغبت رکھتے ہو اور زندہ خانہ زندہ خدا کی زندگی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ہوشیار ہو خبردار ہو جان لو کوئی عبادت کوئی خیرات کوئی خیر جاری قومی ہمدردی سے بہتر نہیں ہے*

اے بھائیو۔ قوم کی موجودہ حالت تو تمہارے سامنے ہے۔ اُسکی آیندہ حالت تمہارے ہاتھ ہے۔ اگر تم فیاضی کروگے۔ قوم کے ساتھ ہمدردی کروگے۔ اُسکی آیندہ حالت درست ہوجاوے گی۔ اگر بےپرواہی کروگے نفسانفسی میں پڑوگے قوم کی حالت روز بروز ذلیل وخوار و ابتر ہوتی جاوے گی۔ مگر اے دوستو میری بات سن لو میں سچ کہتا ہوں۔ سچی بات کڑوی لگتی ہے۔ میں نہایت دل سوزی سے تمکو سخت لفظوں میں سمجھاتا ہوں کہ اگر تم قوم کی بھلائی میں کوشش نہ کروگے۔ تو تمہاری آیندہ نسلیں اپنے اسلاف کو کوسیں گی۔ اور خود تمہاری روحیں اپنی اولاد کو ذلت کی حالت میں دیکھکر قبروں میں تڑپیں گی۔ پھر وہ عذاب اُن کو دوزخ کے عذاب سے بھی زیادہ سخت معلوم ہوگا۔ برائے خدا سمجھو اپنی جان پر اپنی اولاد کی جان پر اپنی ارواح پر رحم کرو اور قوم کی بھلائی پر متوجہ ہو*

دوستان من۔ قوم کی بھلائی اور ترقی اُسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ زمانہ کے مناسب اُن کی ترقی کے اسباب جمع کیئے جاویں۔ اس زمانہ میں قومی ترقی صرف زمانہ کی حاجتوں کے موافق تعلیم پر منحصر ہے ہمکو دینیات کی تعلیم اپنے عقاید اپنا مذہب درست رکھنے کے لیئے کافی ہے سو وہ کتنی ہے تم میری بات نہ سُنو اُس کی سُنو جس کی بات سُننی سب پر فرض ہے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس اعرابی سے کیا فرمایا جس نے کہا یانبی اللہ دلنی علی عملٍ اذا عملتہ دخلتُ الجنۃ قال تعبدِ اللہ ولا تشرک

شیئًا وتقیم الصّلوٰۃ المکتوبۃ وتودی الزّکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان قال والّذی نفسی بیدہٖ لا ازید علی ھذا شیئًا ولا انقص فلمّا ولّیٰ قال الّذی صلعم من سرّہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنّۃ فلینظر الی ھذا دینیات کی تعلیم تو تمام ہوئی اب آگے اسپر جتنی چاہو بحثیں بڑھاؤ اور جس قدر چاہو حاشیے لگاؤ۔ دنیاوی ترقی کے لیئے جو تعلیم درکار ہے وہ بلاشبہ پیچ در پیچ ہے مگر میں کہے دیتا ہوں جو تم چاہو سو کرو مگر جب تک تم اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم کا سامان مہیا نہ کرلو گے اور اپنی اولاد کی تعلیم کے لیئے ایک عالی شان گھر نہ بناؤ گے جس میں بھیجکر تم اپنے بچّوں کی تعلیم اُن کی صحت کی حفاظت اور اُن کے اخلاق اور عادات کی درستی اُن کے چال چلن کی نگہبانی سے بے فکر نہ ہو جاؤ اُس وقت تک یہ مطلب حاصل نہ ہوگا۔ بھائیو میں نے اُنہی خیالات سے توکلًا علی اللہ علیگڈھ میں ایک ایسا ہی عالی شان گھر تمہارے بچّوں کے لیئے بنانے کی بنیاد ڈالی ہے بہت کچھ اُس میں ہو چکا ہے اور بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ قومی گھر قوم کی امداد بغیر نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی قوم کے اُن بزرگوں کا جنہوں نے اُس میں مدد کی اور اپنی غیر قوم کے وطنی بھائیوں کا جنہوں نے فیاضی کی اور دردمند قوم کو خیرات دی اور حق انسانیت ادا کیا دل سے شکرگذار ہوں لیکن اگر وہ اپنی پوری مراد تک نہ پہونچے تو کیا کرایا سب اکارت ہے۔ اے بھائیو اگر تمکو خدا نے پلاؤ کی رکابی دی ہے تو ایک جھوٹی ہڈی اپنی قوم کے آگے بھی ڈالو اگر خدا نے تمکو سوکھی روٹی دی ہے تو ایک ٹکڑا اوکا اپنی قوم کے بھوکے بچّوں کو بھی دو۔ سب لوگ ملکر مدد کرو اور اُس قومی گھر کو پورا کرو اور ڈرو اُس دن سے جب خدا تم سے کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھ کو کھانا نہ دیا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھ کو پانی نہ دیا۔ میں حاجتمند تھا تم نے میری حاجت روائی نہیں کی۔ خدا ان سب باتوں سے پاک ہے مگر وہ اس پیرایہ میں تمکو سکھاتا ہے کہ قوم کی خبر لو۔ قوم کی مدد کرو۔ قوم کی حاجت روائی کرو۔ تم ان باتوں کو بخوبی سمجھتے ہو اور اگر نہیں سمجھتے تو اب سمجھ لو۔ آگے تمکو اختیار ہے۔ چاہو کرو چاہو نہ کرو۔ وما توفیقی الّا باللہ العلیّ العظیم وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ محمّدٍ وّ

آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّاحمین ٭

۲۸

تقریر سیّد صاحب

جناب پریسیڈنٹ اور ارکان مجلس امرت سر۔

میں انجمن اسلامیہ کے ممبروں کا جو اس مدرسہ کے بانی ہیں اور جو وہ ابھی چھوٹا دکھلائی دیتا ہے مگر جس کی نسبت خدا سے اُمید ہے کہ اُسکے فضل سے کسی وقت بڑا مدرسہ ہو جائیگا نہایت شکر کرتا ہوں کہ اُنھوں نے مجھ سے عاجز آدمی سے درخواست کی کہ میں یہاں حاضر ہو کر انعام تقسیم کروں گو میرے ہاتھ اس انعام کے تقسیم کرنے کے لایق نہوں مگر انجمن اسلامیہ کے ممبروں کے ارشاد کی تعمیل سے میں نے اس کو تقسیم کیا ہے خدا کرے یہ تقسیم اس اسکول کو اور اسکول کے لڑکوں کو مبارک ہو (چیئرز) میرے دوست خواجہ یوسف شاہ صاحب نے اس سکول کا کچھ حال اور اُسکی بنا اور قیام کا کچھ تاریخی حال بیان کیا ہے مجھے اُسکے سُننے سے خوشی بھی ہوئی اور افسوس بھی ہوا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خوشی کے اظہار سے پہلے افسوس کا بیان کروں تاکہ آپ کو منتظر نہ رہنا پڑے۔ معلوم ہوا کہ مدت سے یہاں کے بزرگوں کو ایک ایسے اسکول کے قایم کرنے کا خیال تھا۔ جیسے روشن ضمیر ممبر اور اپنی قوم کے لیئے دین و دنیا کی ترقی چاہنے والے اس شہر میں ہیں جو شہر کہ چھوٹا بھی نہیں ہے اور مُسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے تجارت گاہ ہونے کے سبب سے بمقابلہ اور مقاموں کے کم آباد اور کم دولتمند بھی نہیں ہے کسی اور شہر میں کم تر ہونگے مگر افسوس ہے کہ اُنھوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی اُمید آگے چلکر کچھ زیادہ ہو مُسلمانوں کا شہر مُسلمان نیک لوگوں کی آبادی مُسلمانوں کی تجارت گاہ ہونے کے لحاظ سے یہ امر بڑے افسوس کا ہے کہ یہ مدرسہ ریاست بہاول پور کی مدد پر چل رہا ہو اور پھر اُسپر گورنمنٹ کی مدد کی بھی حاجت ہو۔ اگر میں سُنتا کہ شہر کے مُسلمانوں نے فیاضی سے اسقدر مدد دی کہ اخراجات سے بھی زیادہ روپیہ ہو گیا تو میں بہت خوش ہوتا۔ آپ مجھ کو معاف کیجیے گا میں اپنے اس خیال کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا کہ مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ کسی دن اس طرف متوجہ ہو کر اپنے معمولی اور خصوصاً غیر ضروری اخراجات اور اپنے آرام کے مصارف اپنی رسومات کی فضول خرچیوں کو کم کر کے اپنے بچوں کے حال پر رحم کر کے آپس کی امداد سے اس مدرسہ کو غنی کریں گے اور اعلیٰ درجہ تک پہنچاویں گے۔ اے میری قوم کے لوگو کیا ہماری قوم ایسی بھی نہیں رہی ہے کہ اپنے بچوں کی ابتدائی تعلیم کا بھی بغیر بہاول پور کی ریاست اور گورنمنٹ کی مدد کے بندوبست

نہ کر سکے کیا اب ہماری قوم کے لوگ اپنے بچوں کی روٹی اور کپڑے کے واسطے بھی گورنمنٹ کو تکلیف دینگے اور اُس سے مدد مانگیں گے۔ آپ خوب خیال رکھیئے کہ گورنمنٹ کی مدد ہمارے آزادانہ انتظام میں کچھ نہ کچھ مخل ہوتی ہے جو ہم کرنا چاہتے ہیں اُس میں بہت سی پابندیاں کرنی پڑتی ہیں تمہاری ذاتی مدد میں تمکو کسی کی پرواہ نہ ہوگی جب تم اپنی مدد سے اپنا مدرسہ جاری کروگے تمکو اختیار ہوگا چاہو قرآن پڑھاؤ چاہو مذہب کی تعلیم کرو چاہو فارسی کا درس وغیرہ جو چاہو سو کرو یہ باتیں ہرگز تمکو اُسوقت تک حاصل نہیں ہو سکینگی جبتک تم گورنمنٹ کی ایڈ پر اپنا مدرسہ چلانا چاہو کچھ شک نہیں ہے کہ تم اس لایق ہو اور ضرور ہو کہ یہ کیا ایک اسکول ہے تم بہت بڑا اسکول قایم کر سکتے ہو۔ قوم کے حال پر یہی امر بڑا افسوس دلانے والا ہے کہ ہم لوگ قوم کے سوا گورنمنٹ کی مدد ڈھونڈھتے ہیں مگر یہ افسوس اسی اسکول پر نہیں ہے بلکہ ہر جگہ یہی افسوس ہے ہم خود بھی اسی افسوس میں شامل ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جب ہماری قوم چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیئے بھی بیرونی امداد پر بھروسا کرتی ہے تو یہ افسوس زیادہ ہو جاتا ہے۔ مجھے جس بات کی خوشی ہوئی وہ یہ ہے کہ ہماری قوم جو بالکل غفلت میں پڑی تھی اور اُسکو ذرا بھی خیال نہ تھا کہ اپنی اولاد کیواسطے اپنے بچوں کے لیئے کیا کرنا چاہیئے اُسپر اب لوگ متوجہ ہوئے ہیں زیادہ خوشی اس بات سے ہے کہ یہ امر کچھ امرتسر ہی میں نہیں ہے بلکہ اَور مقاموں میں بھی اسی قسم کی کارروائی ہو رہی ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ امرتسر نے بھی اس معزز کام کو اختیار کیا ہے اور آپ لوگوں کی کوشش امرتسر میں ایک اسکول قایم کرنے کی طرف مائل ہوئی ہے اور اُسمیں مذہبی تعلیم کی بھی بُنیاد پڑی ہے۔ یہ وہ خیال ہے جو بارہ۱۲ برس پہلے میرے خیال میں آیا تھا میں نے خیال کیا تھا کہ ہر مسلمان جو خدا پر یقین رکھتا ہے اور جو اسلامی مذہب رکھتا ہے اُسپر فرض ہے کہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم سے بھی غافل نہو۔ میں نے جو انعام آپکے کہنے سے تقسیم کیا اور شاید یہ پہلی عزت ہے جو آپ نے مجھ کو دی ہے تو اسبات کے دیکھنے سے مجھے زیادہ خوشی ہوئی ہے کہ چھوٹی عُمر کے لڑکے بھی انعام پانے والوں میں شامل تھے۔ جسقدر ایسے لڑکے اس قسم کے انعام پانے والوں میں شامل ہوں اُسیقدر قوم کو ملک کو اسکول کو مبارکباد دینا چاہیئے اسی سے آیندہ مُلک کی بہبودی اور ترقی کی اُمید ہے مجھے اُمید ہے کہ یہ جماعت روز بروز ترقی کرے گی۔ آپ مجھے معاف کرینگے اگر میں کچھ اپنا خیال بچوں کی مذہبی تعلیم کی نسبت بیان کروں۔ کتب مذہب اسلامیہ میں اعلےٰ سے اعلےٰ مسائل عقاید اور ادنےٰ سے ادنےٰ باتیں بھی بیان ہوئی ہیں بہت سے ایسے مسائل بھی ہیں جو اس لیئے کتابوں میں مندرج ہیں کہ اگر اتفاقیہ ضرورت پیش آوے تو جسکو ضرورت ہو دیکھ لے یا پوچھ لے۔ جب اسقدر جزئیات اُن کتابوں میں مندرج ہیں تو ضرور ہے

کہ اُن میں بہت سے مسایل ایسے بھی ہیں جن کو بھائی بہن سے باپ بیٹے سے صاف صاف بیان نہیں کرسکتا۔ مذہب اسلام میں جہاں اور بہت بڑے بڑے اصول ہیں وہاں یہ بھی بہت بڑا اصول ہے کہ الحیاء من الایمان اس لیئے میں مذہبی کتابوں کے معلموں سے نہایت عاجزی سے کہتا ہوں کہ اُن مسایل کی تعلیم اس طرح پر ہونی چاہیئے کہ لڑکوں کی حیاء باقی رہے اور یہ نوبت نہ آجائے کہ لڑکوں میں بے غیرتی آوے اور اُن کے ساتھ کے غیر مذہب کے لڑکے بلکہ خود اسی مذہب کے لڑکے باہر جاکر دل لگی کی طرح پر ہنسی اوڑادیں حجاب اور شرم جس حیثیت سے باقی رہے اُسیطرح پر تعلیم ہونی چاہیئے اور اس کا خیال رکھنا نہایت ضرور ہے ؞

اب میں اسکول کے مسلمان طلبہ کی نسبت چند لفظ کہنا چاہتا ہوں اگرچہ اکثر لڑکے بہت چھوٹی عمر کے ہیں جو شاید اس بات کو اچھی طرح نہ سمجھ سکیں لیکن کچھ لڑکے زیادہ عمر کے بھی ہیں اس لئے میرا یہ کہنا شاید بیجا نہ ہوگا۔ ہماری قوم کے لڑکے اس بات کو یاد رکھیں کہ ہمارا باعث نجات طریقہ اسلام کا ہے اُسکو ہم قایم رکھیں اسلام نے ہمکو یہ بھی سکھایا ہے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ سلوک رکھیں میں اس اسکول کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس میں ہندو اور مسلمان دونوں قوم کے لڑکے شامل ہیں ہندو ہمارے ہموطن بھائی ہوگئے ہیں جس نے جامۂ انسانیت پہنا ہے اُس کی یہ خواہش ہوگی کہ ہندوستان میں دونوں قومیں برابر ترقی کریں ہندو ہوں یا مسلمان یا ہندوستان کی کوئی قوم ہو ملک کی بہتری کے لیئے سب کو ایک ہونا چاہیئے اسکول کے طالب علموں میں علاوہ ہموطن بھائی ہونے کے اسکول بھائی ہونے کی بھی صفت ہوتی ہے اُمید ہے کہ یہ طالب علم پبلک لیف کے زمانہ کو پہنچکر باہم محبت رکھینگے جس سے مُلک کو ترقی ہوگی اب میں دوبارہ شکریہ کرتا ہوں اُس عزت کا جو ممبروں نے مجھے دی ہے اور جس سے مجھ کو ان چند الفاظ کے کہنے کا موقع ملا (چیرز) ؞

۲۹

شکریہ

جو مدرسین مدرسۃ المسلمین امرتسر نے جناب آنریبل سید احمد خاں صاحب خان بہادر سی ایس آئی کی خدمت میں پیش کیا

عالی جناب —

ہم جملہ مدرسین مدرسۃ المسلمین امرتسر ہندو و مسلمان آپ کی تشریف آوری سے جس کے لیئے ہم کیا بلکہ ہر شخص بہت دنوں سے اور دل سے مشتاق و منتظر تھا۔ اپنی اُمیدوں کے حسب منشاء پورا ہونے پر اعلےٰ درجہ کی خوشی اور مؤدبانہ شکریہ کا اظہار کرتے ہیں ⁕

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے وہ بزرگ آج ہمارے سامنے موجود ہیں جو تھوڑا عرصہ گذرا کہ بمقام پٹنہ میں ایک جم غفیر کے سامنے باواز بلند ہندو اور مسلمانوں کو ہندوستان کی دلہن کی دو رسیلی آنکھیں قرار دیکر اُس کی خوبی اور قدر و منزلت کے لیئے یہ ضروری تصور فرماتے تھے کہ برابر دونوں کی غور و پرداخت ہو۔ برابر دونوں کو فروغ ہو۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے غریب اور کس مپرس ملک کی ترقی کے وہ سچے خیر خواہ ہمارے سامنے موجود ہیں جو اپنے قلم جادو رقم سے لارڈ مکالی کی روح میں جان ڈالتے ہیں اور اپنی تحریروں سے اُن لوگوں کی تحریروں اور تقریروں کو رد کرتے ہیں جو اہل ہند کی تعلیم کو مشرقی علوم کی متعدد کتابوں اور پُرانے اور نامکمل خیالات پر محدود رکھنا چاہتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آج ہمارے مدرسہ میں ہمارے اور ہماری آیندہ نسلوں کی علمی اور عقلی اور اخلاقی ترقی کے وہ سچے مربی رونق افروز ہیں جنہوں نے اپنی کبھی جنبش نہ کھانے والی ہمت اور استقلال اور اپنی تحریر و تقریر کے پُر زور اثر سے ہندو مسلمان بلکہ بڑے بڑے معتقد رفاہ قوم کے اراکین سے بھی بلا قید مذہب چندہ لیکر بمقام علیگڈھ میں وہ عالی شان اور مشہور و معروف کالج قایم کیا جس میں ابتدائی تعلیم سے لیکر یونیورسٹی کی انتہائی تعلیم کا بندوبست ہے اور جو اپنی حیرت انگیز ترقی سے اس مُلک کے تمام پُرانے کالجوں سے سربرآوردہ ہوتا جاتا ہے اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے پچیس کروڑ ہندوستانیوں کے وہ فصیح البیان خیر خواہ

آج یہاں تشریف فرما ہیں جو اپنے ملک کے وکیل ہو کر کلکتہ کونسل ہال میں کھڑے ہو کر بیدھڑک اپنے بےزبان موکلوں کی وکالت کرتے تھے۔ اُن کے حقوق کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلاتے تھے۔ اُن کی شکایات سے گورنمنٹ کو مطلع کرتے تھے۔ اُن کی امن و آسایش کے لیئے نیک قوانین بنانے میں صلاح دیا کرتے تھے۔ تو ہمارے دل اُس حقیقی خوشی اور احسانمندی سے لبریز ہو جاتے ہیں جو ہر شخص کے دل میں اپنے مربی اور محسن کی تشریف آوری سے ایک زبردست اثر پیدا کیا کرتی ہے جس کے روکنے سے وہ قدرتاً عاجز ہوتا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ کہ جس وقت ہم یہ خیال کریں کہ وہ سب کارنمایاں جن کا گننا بھی اس وقت بہت مشکل معلوم ہوتا ہے ہمارے ملک ہی کے ایک عالی دماغ اور بلند ہمت عالی وقار کی ہیں تو ہمارے دل میں خوشی اور فخر نہو۔ کیا ممکن ہے کہ وہ مرد خدا جس کا نام اُن سب کارنامیوں کے سبب سے ہر خاص و عام کی زبان پر پڑھا ہوا ہے ہمارے شہر میں تشریف فرما ہو اور ہمارے مدرسہ تک قدم رنجہ فرماوے اور ہم اس میں اپنا اعزازہ امتیاز سمجھکر اُس کا شکریہ نہ بجا لاویں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم اسے اپنی خوش قسمتی و فخر سمجھکر بڑے ادب سے یہ دعا کر کر ختم کرتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ آپ کی عمر کو درازی بخشے اور آپ کے قوائے جسمانی اور دماغی کو جو اپنی قوم و ملک بہتری کو اپنا اعلےٰ فرض جان کر اُس کی ترقی و بہبودی میں مصروف رہنا اپنا فخر جانتے ہیں تقویت دے۔ اور جس قدر خیر خواہی اور ہمدردی آپ کے دل میں ہے اُس کو اور بھی زیادہ کرے۔ اور اس کے اظہار و تکمیل کا پورا پورا سامان آپ کے در دولت پر ہمیشہ مہیا رکھے۔ آمین ثم آمین ؞

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار ؞

تقریر سید صاحب بجواب ایڈریس مدرسین مدرسہ اسلامیہ امرت سر

حضرات مدرسان مدرسہ اسلامیہ ۔۔

میں آپ کا دلی شکریہ اس ایڈریس کے پیش کرنے کا خصوصاً اُن الفاظ کا جو آپ نے براہ عنایت میری نسبت ظاہر کیئے ادا کرتا ہوں آپنے اپنے ایڈریس میں مدرستہ العلوم کا کچھ ذکر کیا ہے اور میری کوششوں کا کچھ بیان کر کے مجھ کو اُس کا بانی قرار دیا ہے مگر حقیقت میں میں اُس کا مستحق نہیں ہوں کیونکہ میں نے تنہا کچھ نہیں کیا اور نہ کر سکتا تھا اس تعریف کے مستحق [illegible] کے اور بہت سے لوگ مستحق ہیں جنہوں نے اس میں کوشش

کی اور مدد دی ہے جن میرے دوستوں نے اُس میں مدد کی اور جو بانی ہونے کے لقب کے سزاوار ہیں اُن میں سے دو دوست وہ ہیں (حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب رئیس دتاولی اور راقم اقبال علی کی طرف اشارہ کیا) جو یہاں بیٹھے ہیں اور وُہی شمول اُور دوستوں کے اس تعریف کے مستحق ہیں آپ نے ہندوؤں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا جو بیان کیا ہے اُس کے متعلق میرا اپنا خیال چند مختصر لفظوں میں ادا کرنا چاہتا ہوں میرا خیال یہ ہے کہ مذہب اسلام کا سب سے بڑا اصُول خدا کو ایک جاننا اور انسانوں کو بھائی سمجھنا ہے - آپ خیال کیجئے کہ انسان کی زندگی دو حصوں میں بسر ہوتی ہے - ایک مذہب کے متعلق دوسرا دنیوی امور کے متعلق - مذہب کی رُو سے نہ میں کسی ہندو کی چتا پر جلوں گا نہ کوئی ہندو میری قبر میں دفن ہوگا مگر جو مخلوق کہ ایسی پیدا ہوئی ہے جیسے کہ ہم - جیسی صُورت خدا نے ہماری بنائی ہے ویسی ہی اُن کی بھی بنائی ہے - جس طرح کہ ہم آنکھ - ناک - کان رکھتے ہیں اُسیطرح وہ بھی آنکھ - ناک - کان رکھتے ہیں - پس جو مخلوق اس صورت کی ہو اُن کے آپس میں بھائی ہونے میں کچھ شک نہیں اور یہی سبب ہے کہ ایک کا دوسرے سے دنیوی امور میں بہت کچھ تعلق ہے - پس اُن سب کے ساتھ اُس طرح سے ملنا لازم ہے جس طرح اپنے بھائی سے اور اُن کو بھی ایسا پیار کرنا انسانیت کا مقتضٰی ہے جیسا اپنے بیٹے کو (چیئرز) *

۳۰

تقریر جو انجمن اسلامیہ امرت سر کے ایڈریس کے جواب میں بمقام امرت سر ۲۶۔جنوری ۱۸۸۴ء کو کی +

صدر انجمن و ممبران مجلس اسلامیہ و دیگر برادران و دوستان ۔

آج یہ دوسری عزت ہے جو امرت سر میں میری عزیز اور پیاری قوم نے مجھ کو دی ہے ۔ گو میں اس عزت کا مستحق نہیں ہوں مگر جو ہمدردی اور مسافر نوازی میرے ہم وطن اور میری قوم کے بزرگوں نے امرت سر میں مجھ ناچیز کے ساتھ کی اُس سے مجھے اُمید ہے کہ ہماری قوم میں اب یہ بات پیدا ہو چلی ہے کہ وہ جس شخص کو اپنے خیال میں مُلک کی بھلائی یا قوم کی خیر خواہی کرنے والا سمجھتے ہیں اُس کی قدر کرتے ہیں ۔ میں قبول کرتا ہوں کہ یہ ایڈریس جو مجھے دی گئی میں اُس کا مستحق نہیں ہوں مگر اس جوش سے جو اس وقت ظاہر کیا گیا ہے میں خدا سے اُمید رکھتا ہوں کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اس عزت کے مستحق ہوں گے (چیرز) میں سب سے زیادہ اپنے حالات جانتا ہوں میں ایک گنہگار شخص ہوں میرے اعمال اچھے نہیں ہیں مگر میرا دل خدا کی رحمت اور اُس کی بخشش سے مایوس نہیں ہے ایسے گنہگار کو مجلس اسلامیہ سے جس کا نام ہمیشہ مقدس ہے اور ہمیشہ مقدس رہیگا ایڈریس کا دیا جانا اُس کی بڑی اُمیدوں کا باعث ہے ۔ مجھ کو اُمید پڑتی ہے کہ جس طرح بندوں نے میرے گناہوں سے چشم پوشی کرکے مجھ کو عزت دی ہے خُدا بھی میرے ساتھ اُسیطرح پیش آئے گا اور میرے گناہوں کو معاف کرے گا ۔ آپ نے اس ایڈریس میں کچھ قومی ہمدردی کا ذکر کیا ہے ۔ اِس کا دعویٰ کرنا یا اُس کا مُستحق ہونا بہت مشکل اور اہم امر ہے ۔ میں اپنے تئیں نہ اس کے لایق سمجھتا ہوں نہ اس کا مستحق نہ اپنے میں ایسا مقدور دیکھتا ہوں کہ میں ایسا کام کروں جس سے میں اُس کا مستحق ہوں لیکن بے شک میرے دل میں ایک جوش اور ایک آرزو ہے کہ میری قوم جو ذلت میں پڑتی جاتی ہے ۔ دولت سے محروم ہوتی جاتی ہے شان و شوکت کو جو باپ دادا کی کمائی ہوئی تھی غارت کرتی جاتی ہے اُس کو پھر حاصل کرے جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اُس میں کوشش کرتا ہوں ۔ **مدرستہ العلوم** بے شک ایک ذریعہ قومی ترقی کا ہے یہاں پر قوم سے میری مراد صرف مسلمانوں ہی سے

نہیں ہے بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔ مدرستہ العلوم بلاشبہ مسلمانوں کی ابتر حالت کے درست کرنے کے لیئے اور جو افسوسناک محرومی اُن کو یورپین سائنس اور لٹریچر کے حاصل کرنے میں تھی اُس کے رفع کرنے کو قایم کیا گیا مگر اُس میں ہندو مسلمان دونوں پڑھتے ہیں اور تربیت جو ہندوستان میں مقصود ہے دونوں کو دی جاتی ہے۔ ہملوگ آپس میں کسی کو ہندو کسی کو مسلمان کہیں مگر غیر مُلک میں ہم سب نیٹو یعنی ہندوستانی کہلائے جاتے ہیں غیر ملک والے خدا بخش اور گنگارام دونوں کو ہندوستانی کہتے ہیں غیر ملکوں میں جب ہملوگ جاتے ہیں تو ہندو اور مُسلمان کے نام سے نہیں پُکارے جاتے ہیں بلکہ نیک دل لوگوں سے نیٹو یعنی ہندوستانی کا اور تنگ دل لوگوں سے نیگرو یعنی کالے مُنھ یا وحشی ہندوستانی کا لقب دونوں کو برابر ملتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ہندوؤں کی ذلت سے مسلمانوں کی اور مُسلمانوں کی ذلت سے ہندوؤں کی ذلت ہے۔ پھر ایسی حالت میں جب تک یہ دونوں بھائی ایک ساتھ پرورش نہ پاویں ساتھ ساتھ یہ دونوں دودھ نہ پئیں ایک ہی ساتھ تعلیم نہ پاویں ایک ہی طرح کے وسائل ترقی دونوں کے لیئے موجود نہ کیئے جاویں ہماری عزت نہیں ہو سکتی۔ مدرستہ العلوم کے قایم کرنے میں میرا یہی مطلب تھا مگر میرا کیا مقدور تھا کہ میں اُس کو انجام دے سکتا میں اُن لوگوں کا شکرگزار ہوں جنھوں نے اُس میں مدد کی۔ اس مد میں مَیں مسلمانوں کا اسقدر مشکور نہیں ہوں جس قدر ہندوؤں کا ہوں۔ جنھوں نے بطور خیرات کے اپنے بھائیوں کی مدد کی۔ مدرسہ کی عمارت کی دیواروں اور محرابوں پر بہت سے ہندوؤں کے نام کندہ ہیں جس سے ہمیشہ کو یہ یادگار قایم رہیگی کہ ہندوؤں نے اپنے درماندہ مُسلمان بھائیوں کی کس فیاضی سے مدد کی تھی *

سرکاری نوکری کی بھی نسبت مجھ کو یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی وقار اور کوئی عزت کسی قوم کو اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ حکمران قوم کے ساتھ درجہ حاصل نکرے اور اپنے ملک کی حکومت میں حصہ نہ لے دوسری قومیں مسلمانوں یا ہندوؤں کو محرری یا ادنے عہدوں پر دیکھکر عزت نہیں کرتیں اور نہ کرسکتی ہیں بلکہ جو گورنمنٹ اپنی رعایا کو اس قسم کے اعزاز سے محروم رکھے وہ بھی عزت کی نظر سے نہیں دیکھی جاسکتی عزت تبھی حاصل ہوگی جب ہمارے ملکی بھائی حکمراں قوم کے ساتھ برابر کے عہدے رکھتے ہوں۔ گورنمنٹ نے صداقت اور نیک نیتی نیک دلی اور انصاف سے اپنے ہر مُلک کی رعایا کو اُن عہدوں کے پانے کے لیئے برابر کا حق دیا ہے البتہ ہندوستانیوں کے لیئے بہت سی مشکلات اور بے انتہا موانع ہیں مگر ہمکو استقلال کے ساتھ کوشش کرنی چاہیئے۔ کسی تکلیف کے۔ کسی شکل کے۔ کسی مصیبت کے خوف سے پیچھے نہ رہنا چاہیئے۔ ہمارے ہندوستان کے بھائی بنگالیوں نے جو اس زمانہ میں

ہندوستان کی تمام قوموں کے فخر اور سرتاج ہیں کوشش کر کے ایک درجن بنگالی سویلین بنا لیئے ہیں مگر اُن کے بھائیوں کو کسی مُلک کے ہوں خواہ پنجاب کے یا ہندوستان کے مُسلمان ہوں یا ہندو اُن کو شرم نہیں آتی کہ وہ پیچھے رہے جاتے ہیں اور اپنی قوم کی آنکھوں میں غیر قوم کی آنکھوں میں ذلیل ہوتے ہیں۔ بنگالیوں کے بعد مَیں اَور بھائیوں کی بھی قدر کرتا ہوں کہ اُنھوں نے بہت کچھ کیا ہے مگر مَیں اِس کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ اُنہوں نے ابھی پورا کام نہیں کیا ابھی اُن کو بہت کچھ کرنا چاہیئے۔ ہم مُسلمانوں کو سب سے زیادہ غیرت کرنی چاہیئے کہ وہ سب سے پیچھے ہیں۔ اگر اُن کو یہ خیال ہے کہ اُن کے بزرگ بڑے معزز اور ممتاز تھے تو اُن کو اَور بھی زیادہ غیرت کرنی لازم ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ کوشش کر کے اپنے ملک میں ایسے عہدے حاصل کریں جن کے حاصل کرنے کا حق گورنمنٹ نے اُن کو بخشا ہے۔ گو میں نے یہ جُملہ خاص مُسلمانوں کی نسبت کہا لیکن اگر میں لال بہاری۔ گنگا رام۔ خدا بخش میں سے کسی کو مجسٹریٹ یا کمشنر یا اسی طرح کے کسی عُہدہ کی کُرسی پر بیٹھا دیکھوں تو مجھ کو برابر خوشی ہوگی کیونکہ اُسی وقت ہمارے مُلک کے لوگوں کی دوسری قوم کی نظروں میں کس قدر عزت ہوگی اسلیئے میں کہتا ہوں کہ تعلیم کے ساتھ کچھ اِسطرف بھی رغبت ہو کہ ہمارے ملک کے لوگ مقابلہ کا امتحان دیکر سول سروس میں داخل ہوں ۔

آپ نے براہ مہربانی میرے اُس ذریت میں سے ہونے کا جو مقدس اور پاک ہے اُس ایڈریس میں ذکر کیا ہے میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں اُس پاک شخص کی ذریت میں ہوں جس کے لب مبارک جو آخری وقت پر ہلتے تھے تو اُمتی اُمتی کہتے تھے۔ میں اس ذریت میں ہونے کا نہ اِس وقت بلکہ جب تک میں اِس دنیا میں ہوں فخر کروں گا اور مرنے کے بعد بھی مجھ کو اس کا فخر ہوگا مگر میں ٹھیک اُس ذریت میں ہونے کا اور اپنے فخر عالم دادا کے پوتے ہونے کا حق اُس وقت ادا کروں گا جب میں بھی مرتے وقت ایسی حالت میں کہ سانس کو سینہ میں گنجایش نہ رہی ہو اور ہونٹ بھی نہایت آہستہ اور خفیف حرکت کرتے ہوں **قومی قومی** کہتا ہوا مروں۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا ایسا ہی کرے۔ آمین۔ (بہت زور سے چیرز) ۔

۳۱

سپاس نامہ از جانب باشندگان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

بعالی خدمت جناب آنریبل سید احمد خاں بہادر

نجم الہند سی-ایس-آئی دام اقبالہٗ

جناب معلیٰ۔ آپکی تقریب رونق افروزی گورداسپور کو باعث فخر و مباہات سمجھکر ہم سب لوگ بشوق دل آپکو خیر مقدم کہنے کے واسطے حاضر ہوئے ہیں +

گو ہم میں سے اکثروں کو آپ کی زیارت کرنے کا موقع اس سے پیشتر حاصل نہیں ہوا۔ الاجناب کا نام نامی جو بسبب فنافی القوم ہونے اور قومی خدمات کے سبب سے نہ صرف خطۂ ہند میں بلکہ دور دراز ممالک میں بھی اظہر من الشمس ہے اُس کے دل افروز پرتوہ سے یہ گوشۂ پنجاب بے نور نہیں تھا۔ اور اس لیئے جو محبت اور عقیدت ایک سچے اور راست باز محب قوم اور خیر خواہ ملک سے قدرتاً قوم اور باشندگان ملک کو ہونی چاہیئے اُسکے ثبوت کے لیئے آج کی روز کسی خاص اظہار کی ضرورت نہیں بلکہ قوم کے اُس طریق عمل اور جوش محبت سے جو آپ اپنے گردو پیش دیکھ رہے ہیں یہ مقصود حاصل ہے +

آپکے لا انتہا انتھک اور مسلسل رفاہ عام کے کاموں اور خصوصاً مُسلمانوں کے ڈوبتے قومی جہاز کو بحر ناامیدی سے کنارہ مراد کی طرف تن تنہا دلیرانہ (فمن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ) پڑھکر ڈھکیلنے سے جو جو محنتیں تکالیف مزاحمتیں جناب نے اُٹھائی ہیں اُس سے ہم لوگ ناواقف نہیں ہیں +

تشریحاً اُن سب امور رفاہ عام کو جو آپ کی ذات والاصفات سے ظہور پذیر ہوئے ہیں ذکر کیا جاوے تو ہمارا یہ ایڈریس طول ہو جاویگا اس لیئے مختصراً عرض ہے کہ آپ کی وفادارانہ خدمات سلطنت ایام نازک ۱۸۵۷ء میں باعث فخر قومی ہیں۔ آپ کا معدلانہ طریق ایام حکومت جو ڈیشیل ضرب المثل رہیگا۔ مدرسۃ العلوم علیگڈھ کی بنا اور اُس کا عدم سے حالت موجودہ تک پہنچانا اور اُسکی آیندہ ترقی میں بدل و جان ساعی رہنا قوم پر وہ بھاری احسان ہے کہ نہ صرف موجودہ نسلوں کے لیئے بلکہ خدا کے فضل و کرم سے آیندہ ابدالاباد تک قوم کی خوشحالی و سرسبزی کی بنیاد

اور روحانی نعمتوں کا ذخیرہ لازوال آپ نے مہیا کر دیا ہے۔ جس کا شکریہ فرزندان ہند کی ہر ایک نسل پر دائما لازم ہے ⁂

شخصی کام ہمیشہ معرض زوال میں رہتے ہیں مگر جس عاقلانہ اور مدبرانہ تدبیر سے آپ نے اس قومی گھر کی قوم کی طرف سے بنیاد رکھی ہے۔ ہم بصدق دل خدا سے التجا اور دعا کرتے ہیں کہ جب تک خاک ہند کی نسلیں دنیا پر قایم ہیں یہ قومی ملجا ہمیشہ قایم رہیگی۔ آمین ⁂

طریق تعلیم اور نگرانی اخلاق طلبا اور انتظام مدرسۃ العلوم نہایت قابل اطمینان سُننے جاتے ہیں جس کی تحسین اور مبارکباد کے مستحق عموماً منتظمان و ارکان مدرسۃ العلوم اور خصوصاً آپ ہیں ⁂

ایک اور امر جس کی طرف آپ کا صلح کل خیال ہمیشہ مبذول رہا قابل نہایت طمانیت و شکرگزاری عامہ ہے اور وہ اتحاد مابین ہر فرقہ پیشہ اور خصوصاً ہندو اور مسلمان گروہان عظیم ہند کا ہے۔ آپکی تقریر ۱۸۸۳ء بمقام لاہور اور سال گذشتہ کا لکچر بمقام پٹنہ ایک مؤثر ہدایت اور کامل ثبوت آپ کی دلپذیر نیکوئی کا ہے جسکو ہم کبھی نہیں بھولینگے۔ جو نعمتیں اور برکتیں اس اتحاد سے ایک با امن اور عادل سلطنت قیصر ہند میں ہم باشندگان ملک کو حاصل ہوسکتی ہیں ان کا اظہار آپ کے عالی خیالات سے بخوبی ہوتا ہے اور یہ اُس پاک خیال کا نتیجہ ہے کہ آپ نے خوان نعمت مدرسۃ العلوم علیگڈھ بلا تمیز ملت ہر فرقہ اہل ہند کیواسطے عام کیا ہے ⁂

لیجس لیٹف کونسل ہند کے آنریبل ممبر ہونیکی حیثیت سے جو کچھ ملک کو فوائد آپکی رفاہ جو اور منصفانہ وکالت سے پہونچے ہیں اُن کا ہملوگ تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ کی تقاریر باجلاس لیجس لیٹف کونسل کو ہم نہایت غور اور توجہ سے پڑھتے اور سُنتے تھے اور اطمینان کے ساتھ فخر کرتے تھے کہ ہمارا راست باز وکیل نہایت مؤثرانہ اور مؤدبانہ ہمارے حقوق ہماری دلی خواہشوں اور فواید کو اُس عالی کونسل میں پیش کر رہا ہے جسکی نظیر دنیا میں بہت کم ملتی ہے ⁂

اخیر پر ہم اپنے اس ناچیز سپاسنامہ کو اس سپاس پر ختم کرتے ہیں کہ خداوند کریم قوم اور ملک کے بھاگوں سے آپ کو اُس عرصہ دراز تک زندہ و تندرست اور خوشحال رکھے اور ہمیشہ آپ کا مددگار ہو۔ آمین ⁂

سید صاحب کا جواب اڈریس

بزرگانِ من۔

آج اس پلیٹ فارم پر ایسے مقام میں جو پنجاب کے کونہ پر واقع ہے اس ہمدردی سے

جو میری عزت کی گئی ہے ہمیشہ جب تک میں زندہ رہوں گا اُسکو یاد رکھوں گا- سچ بات تو یہ ہے
کہ جن چیزوں کا آپنے براہ مہربانی مجھ کو مستحق تصور کیا ہے درحقیقت میں اُس کا مستحق نہیں
ہوں (لوگوں نے کہا نہیں نہیں) لیکن جو کچھ آپ نے کیا یہ آپ کی برادرانہ شفقت سچی محبت
ہمدردی اور جوش حُبّ قومی کا سبب ہے - آپ نے جو کچھ ذکر میری خدمات ۱۸۵۷ء کا کیا
اگرچہ جس شخص نے میرے سامنے یہ اڈریس پڑھی اُس کی خدمتیں مجھ سے بہت زیادہ ہیں اور
وہ مجھ سے بہت زیادہ تعریف کا مستحق ہے لیکن میں خوش ہوں کہ کچھ خدمتیں برٹش گورنمنٹ
کی اُس مکروہ زمانہ میں مجھ سے بھی ہوئیں - میں سمجھتا ہوں کہ ہر مسلمان پر بلکہ ہر رعایا پر جو عادل
گورنمنٹ کی رعایا ہو ایسا ہی کرنا فرض ہے **مدرستہ العلوم** جس کا آپ نے بہت
تعریف کے ساتھ ذکر کیا ہے واقعی ہماری قوم کے لیئے جس میں ہندو اور مسلمان سب
شامل ہیں ایسا ہی ہوگا جیسا آپ نے اُس کو خیال کیا مگر خدا اُس کو پورا کرے - اُس کے
بانی ہونے کا خطاب جو آپنے مجھے دیا ہے اصل میں اس کا استحقاق اُنہی لوگوں کو حاصل ہے
جنہوں نے روپیہ اور محنت سے اُس میں مدد کی اور مدد دیتے جاتے ہیں قومی کام میں واقعی
اُس وقت تک مدد نہیں ہوسکتی جب تک کہ لوگوں کے دلوں میں مُلک کی بھلائی قومی ہمدردی
اپنے مُلک کے تمام بچوں کی تربیت کا جوش نہ آجائے بے شک مَیں اس قدر کہوں گا کہ یہ جوش
میرے دل میں ہے مَیں ضرور کہوں گا اور یقین دلاؤں گا کہ میرے دل میں یہ جوش شاید زیادہ
ہے اُسی کے سبب سے میں نے قوم کی کچھ خدمت کی ہے اُس کے قوم بنانے کی مجھے تمنا
ہے مجھے اُمید ہے کہ ہندوستان میں جس میں خدا نے ہمکو اور ہمارے ہندو بھائیوں کو آباد
کیا ہے جس سے اُس کا منشا پایا جاتا ہے کہ ہم دونوں گروہ بھائی ہوکر اور ایک دوسرے کو بھائی سمجھکر
ایک دوسرے کو مدد دیں روز بروز ترقی کریگا پنجاب اور پلیٹ فارم گورداسپور پر یکجائی مجمع ان دونوں
گروہوں کا دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے اسی چیز کی ہندوستان میں ضرورت
ہے میرے یہاں آنے میں دونوں گروہوں نے ایک ساتھ خوشی کی اور ایک ہی سا ہمدردی
کا اظہار کیا جس سے میری اُمید کو بہت تقویت ہوتی ہے - میری دُعا ہے کہ خدا ہندوستان
میں ہندو اور مسلمان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی مدد کا خیال پیدا کرے اور
ایک کو دوسرے کا حامی کرے - آمین - اب میں اُس عنایت و محبت کا جو آپ جیسے بزرگوں
اور سرداروں نے مجھ جیسے ناچیز کے ساتھ اس پلیٹ فارم پر کی ہے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں٭

۳۲

لکچر جو مدرسۂ گورداسپور پنجاب میں ۲۷ جنوری ۱۸۸۴ء کو دیا

پریسیڈنٹ و دیگر بزرگان وطالبعلمان ـ

اِس وقت میں آپ صاحبوں کی خدمت میں تعلیم اور اتفاق پر چند الفاظ بیان کروں گا۔ جیساکہ مجھ سے ارشاد کیا گیا ہے۔ اے صاحبو مَیں اس لایق نہیں ہوں کہ اِس ہال میں جو ایک تعلیمگاہ ہے جس میں لایق ھیڈ ماسٹر اور ٹیچر موجود ہیں اور اَور بھی بہت سے لایق لوگ تشریف رکھتے ہیں تعلیم وتربیت کے باب میں کچھ کہنے کی جرأت کروں مگر میں اپنے خیال نسبت تعلیم اور اتحاد کے جو کچھ کہ ہیں اس لیئے بیان کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جو کچھ اُس میں غلطیاں ہوں گی اُس کی اصلاح ہوجائے گی۔ اے صاحبو ہمارے ملک ہندوستان میں جو کہ غالباً صدیوں سے ان دو قوموں سے جو ہندو اور مسلمان کے لفظ میں تقسیم کی گئی ہیں آباد ہیں اُن کے بزرگوں کی عظمت اور فضیلت اور ناموری ایسی نہ تھی جو بھولی جاوے ہندؤں کے بزرگ جس قدر کہ اُنھوں نے تمام علوم ریاضیات ۔ ہندسہ ۔ حساب ۔ لاجک ۔ فلاسفی نیچرل سینس میں ترقی کی آج تک اُن کی یادگار نشانیاں ہیں جس سے اُن کی اولاد کو فخر ہے۔ مُسلمان بعد کو اِس ملک میں آکر آباد ہوئے وہ بھی اپنے بزرگوں کی عُمدہ تحریرات عمدہ تالیفات اور تصنیفات پر فخر کرتے ہیں۔ اُنھوں نے علم کی ہر شاخ میں ترقی دی گویہ علم یونانیوں سے حاصل ہوئے مگر اُنھوں نے اُس کو ایسے درجہ ترقی پر پہنچایا کہ یونان اور انگلستان دونوں کو اُن کی شاگردی سے فخر حاصل ہوا۔ یہ باتیں یقیناً بہت سے لڑکے اور جوان یاد کرکے فخر کرتے ہوں گے مگر اے دوستو بزرگوں کی بات یاد کرکے فخر کرنا اور خود کچھ نہ ہونا حمیت کے خلاف ہے بلکہ اپنی جہالت اور کم علمی سے اُن بزرگوں کے نام کو بھی بٹہ لگانا ہے نہایت افسوس ہے ان دونوں قوموں پر جن کے بزرگ ایسے گذرے اور یہ جہالت میں پڑکر بزرگوں کو بھی بدنام کریں اس زمانہ میں علم کا بہت چرچا ہو رہا ہے لیکن ہمکو تعلیم کے معاملہ میں اوّل غور کرنا چاہیئے کہ کیا چیز ہے جس کو ہم سیکھیں اور کیا چیز ہے جس کا سیکھنا ہمکو مفید نہ ہوگا ۔ میں اُس بزرگ زبان کو جو سنسکرت ہے جس کو ہمارے ملک کے باشندوں کا ایک حصّہ عزیز رکھتا ہے اور واقعی وہ اپنا ثانی بھی نہیں رکھتی ہے یا اُس مقدس زبان کو جو عربی کہلاتی ہے جس کو میں دل سے مقدس سمجھتا ہوں اور جو اِس قابل بھی ہے کہ تمام علوم اور سینس اُس میں لائے جاسکتے ہیں دل سے

پسند کرتا ہوں - مگر باوجود ان سب خوبیوں کے جو اُن زبانوں میں ہیں سوال یہ ہے کہ ہمکو کیا کرنا چاہئے اگر ہم بغیر غور اور خیال ضرورت کے تعصب یا نیچرل خواہش سے اپنی اُن دونوں زبانوں کو تعلیم کا ذریعہ قرار دیں تو یقین کرنا چاہئے کہ جس چیز کے حاصل کرنے کی ہمکو ضرورت ہے اُسکو چھوڑ بیٹھیں گے (چیئرز) - میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان مقدس اور پُرانی زبانوں کو بالکل چھوڑ بیٹھیں - سمجھنے کی یہ بات ہے کہ بالفعل ہمکو ضرورت کس چیز کی ہے اور کون زبان ہمکو علوم کے اعلٰے مطالب کی طرف لیجا سکتی ہے - اُس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ **انگلش لینگوج** - ایک زمانہ تھا کہ ہمارے ہاں کی کتابیں علوم اور فنون سے بھری ہوئی تھیں مگر اب دیکھنا چاہئے کہ علوم اور فنون نے کہاں تک ترقی کی - میں سمجھتا ہوں کہ جن علوم کے بیج ہمارے بزرگوں نے بوئے تھے وہ اب برومند اور تناور درخت ہو گئے ہیں اور اُن میں ایسے پھل پھول لگے ہیں اور ایسی خوشنما شاخیں نکلی ہیں اور ایسے لذیذ میوے لگے ہیں کہ وہ ایک نئے درخت معلوم ہوتے ہیں - علوم جدیدہ جو بالکل نئے ہوں اور جن کا وجود مطلقاً ہمارے بزرگوں کے زمانہ میں نہ پایا جاتا ہو واقعی تھوڑے ہیں اور زیادہ وُہی ہیں جو اگلے بزرگوں کے پاس تھے مگر حقیقت میں اُس وقت وہ بیج تھے اور اب وہ پھلدار درخت ہو گئے ہیں - پس اب ہمارا اُن بیجوں پر ہی فخر کرنا اور اُن بار آور درختوں کے سایہ سے فایدہ نہ اٹھانا اور اُن لذیذ میووں کے ذائقہ سے محروم رہنا ہمکو نہ کچھ فایدہ دینے والا ہے نہ کچھ عزت بخشنے والا اگر ہم ہی علوم میں ترقی کرتے جاویں تو اُن بیجوں کا جو ہمارے باپ دادا نے بوئے تھے ہمکو فایدہ حاصل ہوگا نہیں تو ہم اُن پُرانے کُہنہ گلے ہوئے بیجوں کو جن میں بسبب کُہنگی کے نمو کی بھی طاقت نہیں رہی ہے ہاتھ میں لئے بیٹھے رہیں گے - ہمکو اب ہری ہری شاخیں اور میوے دار ٹہنیاں لینی چاہئیں - جو میووں کے گچھے اُس میں لٹک رہے ہیں اُن سے تمتع حاصل کرنا چاہئے - پس اب یہ بات قابل دیکھنے کے ہے کہ وہ علوم کن کن زبانوں میں ہیں اور اُن میں سے ہمکو کس زبان کو اختیار کرنا چاہئے تمام یورپ میں فرنچ زبان سب سے اعلٰے اور سب سے زیادہ شیریں اور سب سے زیادہ پولیٹ ہے - علوم جدیدہ بھی فرنچ زبان میں بہت زیادہ ہیں اور قریب زمانہ آنے والا ہے کہ جرمن زبان بھی اُس سے زیادہ علوم کے لئے مخزن ہو جاوے گی مگر وہ دونوں زبانیں ہمارے اختیار سے باہر ہیں - یہ علوم انگلش لینگوج میں بھی ہیں اور ہم جو کچھ ترقی کر سکتے ہیں اسی زبان کے ذریعہ سے کر سکتے ہیں - ہم انگلش گورنمنٹ کے زیر سایہ بستے ہیں جسمیں ہمکو ہر طرح کا امن و امان حاصل ہے - ہمکو اپنی گورنمنٹ کا بہت شکر گزار ہونا چاہئے کہ اُس نے ہمکو امن و امان کے سوا تعلیم میں بھی ایسی مدد دی ہے کہ کوئی سلطنت

کوئی بادشاہت ایسی ہمکو نظر نہیں آتی جس نے اپنی رعایا کی تعلیم میں ایسی مدد کی ہو اور عمدہ سامان تعلیم کا مہیا کر دیا ہو - ہندو اور مسلمان دونوں مجھ کو معاف کریں گے اگر میں یہ کہوں کہ بنارس کے گھاٹوں کی سیڑھیوں پر دریوزہ گری کر کے یا مسجد یا خانقاہوں میں بھیک کے ٹکڑے کھا کر پڑھنے اور ان عمدہ تعلیمگاہوں میں تعلیم پانے میں کس قدر فرق ہے - گورداسپور کوئی بڑا مقام نہیں ہے مگر دیکھیئے کہ گورنمنٹ کی طرف سے تعلیمگاہ موجود ہے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم شکر گزاری کے ساتھ تعلیم کا فایدہ نہ اُٹھاویں (چیرز) - مگر اے دوستو میری رائے اور میرا خیال یہ ہے کہ کوئی گورنمنٹ ہر ایک قوم کی تعلیم کا ذمہ اپنے اوپر نہیں لے سکتی ہے بلکہ میں مضبوطی سے اُس رائے پر ہوں کہ ممکن نہیں کہ گورنمنٹ اپنی تمام رعایا کی تعلیم کر سکے - اس سے بھی سخت میری رائے یہ ہے کہ کوئی قوم جس کو اپنے بچوں اور قوم کی تعلیم کی خواہش ہو جب تک وہ تعلیم کو اپنے ہاتھ میں نہ لیوے اُسکی خواہش کا پورا ہونا غیر ممکن ہے - جو کچھ مجھے افسوس ہے یہی ہے کہ ہماری قوم کو ہر جگہ یہی خواہش ہے کہ گورنمنٹ اسکول قایم ہو مگر یہ خواہش کسی طرح پوری نہیں ہوسکنے کی کیونکہ گورنمنٹ کی آمدنی بلحاظ اُس کے اور مصارف کے کسی قوم کی تعلیم کے واسطے کافی نہیں ہوسکتی ہندوستانیوں کو ترقی اُس وقت ہوگی جب وہ اپنے باہمی چندہ - اپنے انتظام - اپنی قوت سے بلا مداخلت گورنمنٹ اور اُسکے افسروں کے اپنی خود سری اور اپنی مرضی کے موافق اپنے بچوں کی تعلیم کریں (چیرز) - اے دوستو تم اس بات کو خیال کرو کہ گورنمنٹ جو ایسی وسیع مملکت ہندوستان میں حکومت کرتی ہے جس میں مختلف قومیں مختلف اغراض کے لوگ بستے ہیں - وہ کسی ایک قوم کی طرفداری یا بہتری کی کوشش نہیں کر سکتی اُسکو لازم ہے کہ اُس کے قواعد تعلیم ایسے ہوں جو یکساں سب سے متعلق ہوسکتے ہوں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ قوم کی ضرورتیں مختلف ہیں پس گورنمنٹ اپنی دور اندیشی کے قاعدہ سے کسی خاص فرقہ کی خاص ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی اور ہرگز نہیں کر سکتی ایک بات اور خیال کرنے کی ہے کہ انگریزی گورنمنٹ کی کچھ ہی تعریف کی جاتی ہو - کچھ ہی عمدگی اُس میں ہو مگر سب سے زیادہ عمدگی جو اُس میں ہے وہ یہی ہے کہ وہ تعلیم مذہبی سے بالکل علیحدہ ہے اگر گورنمنٹ کسی مذہبی تعلیم میں دخل دے گو کہ وہ نیک نیتی اور نیک دلی ہی سے کیوں نہ ہو ہمکو شبہ میں ڈالے گا اور بہت بڑا خیال ہمارے دل میں پیدا ہوگا - اس سبب سے بچوں کی تعلیم مذہبی گورنمنٹ کی مصلحت اُسکی پالیسی اور اُس کے انتظام حکومت کے بالکل خلاف ہے - پس اگر گورنمنٹ کے اسکول ہماری دنیوی تعلیم کے واسطے کافی ہوں تب بھی ایک ضروری جزو مذہبی تعلیم کا رہ جاتا ہے پس ہمارے ہم وطن اور ہم قوم لوگوں کو گورنمنٹ پر بوجھ تعلیم کا

نہ ڈالنا چاہیئے اور تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ وہ ہمکو مدد دے اس سے زیادہ گورنمنٹ سے مانگنا بے غیرتی ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے گورنمنٹ ہر اسکول میں مدد دینے کو تیار ہے۔ ہم کیوں کہیں کہ فلاں قسم کی تعلیم ہمکو چاہیئے اور فلاں قسم کے مدرسے یا کالج ہماری تعلیم کے لیئے ضرور ہیں۔ کیوں نہیں تعلیم کو ہم لوگ اپنے ہاتھ میں لیں اور جسطرح کی تعلیم کی ضرورت سمجھیں اُس طرح کی تعلیم دیں۔ کیمبرج یونیورسٹی میں ابھی ایک لیڈی نے ایک نیا کالج قایم کیا ہے۔ اُس فیاض لیڈی نے اُس کالج کے لیئے اپنے پاس سے اٹھارہ (۱۸) لاکھ روپیہ دیئے ہیں جو یہاں کے حساب سے بیس لاکھ ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں ہمارے مُلک کے ہر ضلع اور ہر قصبہ کے لوگ مدرسہ قایم کرسکتے ہیں۔ یہاں کی مردم شماری کچھ ہی ہو مگر دو دو (۲) روپیہ اوسط فی کس دینے سے یہاں کے لوگ لاہور کالج سے زیادہ عمدہ ایک کالج گورداسپور میں تیار کرسکتے ہیں لیکن ہمت اور ارادہ کی کمی ہے۔ تعلیم کے متعلق میں اس وقت یہ بحث کرنا نہیں چاہتا کہ کون کون علوم اور فنون عمدہ ہیں اور کون کون تعلیم میں شامل ہونے چاہیئے یہ بہت بڑا وسیع میدان ہے اور بہت لوگوں نے اس پر رائے دی ہے اس وقت میں اُس تعلیم کا ذکر کروں گا جس کو میں ادنٰے درجہ کی تعلیم کہتا ہوں اور جس کی عموماً مُلک کے لوگوں کو ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ انگریزی زبان عمدہ طور پر جاننا عمدہ گفتگو کرنا انگریزی اخباروں کا بخوبی پڑھنا۔ قانون انگریزی کو خوب سمجھنا اپنے خیالات کو انگریزی تحریر میں اچھی طرح ظاہر کرسکنا اسی تعلیم کی اشد ضرورت ہے مگر اُسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تعلیم سے تربیت جُدا نہیں ہوسکتی ہے (چیئرز)۔ اگر ہمارے مُلک کے لڑکے اسقدر تعلیم پا جائیں اور ایسی تحریر کرسکیں جس سے وہ لارڈ میکالی کا خطاب پاسکیں اور تربیت اُن میں نہ ہو تو وہ کسی کام کے نہیں۔ لارڈ میکالی میرے خیال میں وہ شخص ہے جس نے ہندوستان میں بھلائی کے درخت کا یا یوں کہو کہ علم کے درخت کا بیج بویا کوئی گورنر جنرل اور کوئی ویسرائے ہندوستان میں ایسا نہیں گذرا جس نے لارڈ میکالی سے زیادہ ہندوستان کو بھلائی پہنچائی ہو گو یقیناً اُس نے جو کچھ کیا اپنی گورنمنٹ کی خیرخواہی اور بھلائی کے لیئے کیا مگر اُسی کے ساتھ اصلی خیرخواہی اور بھلائی کی اصلی جان اُسی نے ہمارے مُلک میں بھی ڈالدی۔ اے دوستو تربیت اور تعلیم دو چیزیں ہیں۔ صرف تعلیم سے آدمی انسان نہیں بنتا بلکہ تربیت سے بنتا ہے بولنے میں تو یوں آتا ہے کہ تعلیم اور تربیت۔ مگر تربیت میری سمجھ میں تعلیم پر مقدم ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کو اس پر خیال کرنا چاہیئے کہ اگر لوگوں کی تعلیم کا گورنمنٹ کے اسکولوں پر بھروسہ کرتے ہیں تو کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ تربیت بھی پاسکتے

ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تعلیم کا اصلی مقصد مارل کی درستی ہے۔ بہت سے تعلیم یافتہ ہیں جن کا طرزِ اخلاق ایسا خراب ہے جس کو دیکھکر افسوس ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کاش وہ بے تعلیم ہی رہتے تو اچھا ہوتا۔ میں تمام ہندوستان میں جہاں تک خیال کرسکتا ہوں اور جن بڑے بڑے شہروں ہیں مَیں پھرا ہوں اور وہاں کے حالات سے واقف ہوا ہوں نہایت زور سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی کو اولاد کی تربیت کا خیال نہیں ہے۔ اے عزیزو۔ سمجھو کہ اگر لڑکے کسی گورنمنٹ اسکول میں پانچ گھنٹہ تعلیم پاکر آتے ہیں تو اُن کا باقی حصہ زندگی کا جو بالکل سادہ اور مثل ایک پودہ کی نرم شاخ کے ہوتا ہے کہ جس طرح پر چاہو ٹیڑھی یا سیدھی کرسکو کس طرح بسر ہوتا ہے۔ گھر کے نوکروں کی صحبت گلیوں میں بازاری لونڈوں کے ساتھ کھیلنا اُن کی صحبت میں بد اخلاقی کی باتیں سیکھنا اور فحش اور بد اخلاقی کے الفاظ جو وہ لونڈے بولتے ہیں اور بکتے ہیں اُن کو سُننا۔ اسی قسم کے غارت کُن رزائل میں اُن کی زندگی کا پاک حصہ بسر ہوتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ فرشتہ سیرت ہوتے شیطان سے بدتر اُن کے اخلاق ہو جاتے ہیں جبکہ لڑکوں کا چہارم حصہ ماسٹر کے پاس اور اُس سے زیادہ حصہ خراب حالت میں گذرتا ہے تو کیا اِس سے اُنکی تربیتِ اخلاق کی توقع ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری قوم اور ہمارے بچے تربیت یافتہ اور مہذب ہوں۔ دوسری قوموں میں عزت پاویں تو اُن کا پہلا فرض یہ ہے کہ تربیت کی فکر کریں (چیئرز) مَیں یہ نہیں کہتا کہ وہ سب کچھ میرے ہی خیال کے موافق کریں تم مجھ کو جانے دو۔ میرے خیال کی پیروی نہ کرو۔ تم خود سوچکر کوئی تدبیر نکالو۔ دیکھو یہ یورپین بچہ (ایک کم عمر لڑکا جو اُس وقت موجود تھا اُس کی طرف اشارہ کیا) جو اِس وقت موجود ہے کیا تم کوئی ایسا بچہ اپنی قوم میں نکال سکتے ہو۔ گو یہ بچہ ابتک سوسائٹی میں نہیں ملا مگر یہ اپنے ماں باپ کی تربیت سے کیسا نیک عادتوں کا نمونہ ہوا ہے۔ اگلے زمانہ میں ہماری اولاد بھی اپنے باپ اور اُس کے دوستوں کی صحبت سے فایدہ اُٹھاتی تھی اُن کے اخلاق حسنہ سیکھتی تھی واقعی وہ بہت اچھا طریقہ تھا مگر وہ تیلیاں جس ڈورے سے بندھی تھیں ٹوٹ گیا اب یہ دوسرا ڈورا اُن کے باندھنے کو ہونا چاہیئے۔ اب جو نسلیں موجود ہیں آپ مجھ کو معاف کیجیئے گا وہ اس لائق نہیں کہ بچے اُن سے تربیت پاسکیں پس مناسب ہے کہ اولاد کی تربیت کی فکر اور تدبیر کیجاوے۔ گورنمنٹ پر بوجھ نہ ڈالیئے اُس سے صرف مدد لیجیئے جو اُس کا فرض ہے اور جس کے ادا کرنے پر وہ موجود ہے۔ اس وقت ہندوستان میں خدا کے فضل سے دو قومیں آباد ہیں اور اس طرح سے ہیں کہ ایک کا گھر دوسرے سے ملا ہے۔ ایک کی دیوار کا سایہ دوسرے کے گھر میں پڑتا ہے ایک آب و ہوا کے شریک ہیں۔ ایک دریا یا کنوئیں کا پانی پیتے ہیں۔ مرنے جینے میں ایکدوسرے

کے رنج و راحت کا شریک ہوتا ہے ایک کو دوسرے سے بغیر ملے چارہ نہیں پس کسی چیز کو جو معاشرت سے علاقہ رکھتی ہے ان دونوں کا علیحدہ علیحدہ رکھنا دونوں کو برباد کر دیتی ہے۔ ہمکو ایک دل ہوکر مجموعی حالت میں کوشش کرنی چاہیئے اگر ایسا ہوگا تو سنبھل جائیں گے نہیں تو ایک دوسرے کے اثر سے دونوں قومیں تباہ اور بگڑ جاویں گی (چیئرز) پُرانی تاریخوں میں پُرانی کتابوں میں دیکھا اور سُنا ہوگا اور اب بھی دیکھتے ہیں کہ قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ افغانستان کے مختلف لوگ ایک قوم کہے جاتے ہیں۔ ایران کے مختلف لوگ ایرانی کہلاتے ہیں۔ یورپین مختلف خیالات اور مختلف مذاہب کے ہیں۔ مگر سب ایک قوم میں شمار ہوتے ہیں گو اُن میں دوسرے ملک کے بھی لوگ آکر بس جاتے ہیں مگر وہ آپس میں مِل جُلکر ایک ہی قوم کہلائے جاتے ہیں۔ غرض کہ قدیم سے قوم کا لفظ ملک کے باشندوں پر بولا جاتا ہے گو اُن میں بعض بعض خصوصیتیں بھی ہوتی ہیں۔ اے ہندو اور مُسلمانوں۔ کیا تم ہندوستان کے سوا اَور مُلک کے رہنے والے ہو۔ کیا اسی زمین پر تم دونوں نہیں بستے۔ کیا اِسی زمین میں تم دفن نہیں ہوتے ہو یا اِسی زمین کے گھاٹ پر جلائے نہیں جاتے۔ اِسی پر مرتے ہو اور اسی پر جیتے ہو تو یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو مُسلمان اور عیسائی بھی جو اِسی مُلک میں رہتے ہیں اِس اعتبار سے سب ایک ہی قوم ہیں (چیئرز) جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو اِن سب کو مُلکی فایدہ میں جو اِن سب کا مُلک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہیئے اِتفاق کی خوبیاں مجھ کو زیادہ بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے جو شخص اتفاق نہیں رکھتا وہ بھی سمجھتا ہے کہ وہ بُرا کرتا ہے جو لوگ کہ باہم برخلاف اور ایک دوسرے کے دشمن ہیں وہ بھی جب دل میں سوچتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک بُری بات ہے جو چیز نہایت عُمدہ اور خوب ہے وہ اتفاق ہی ہے اتفاق کر کے جو کچھ کیا جائے گا وُہی عُمدہ ہوگا پس اِس امر پر خیال کر کے باہم اتفاق کرنا چاہیئے اور اُس اتفاق کے ذریعہ سے قومی تعلیم اور تربیت حاصل کرنا چاہیئے۔ میں کچھ اَور زیادہ بیان کرتا مگر آپ مجھے معاف رکھیں کہ میں آج ہی ابھی آیا ہوں اور سفر کی تکان سے خستہ ہو رہا ہوں (بہت زور سے چیئرز)

۳۳

ایڈریس از جانب خاتونانِ پنجاب

بعالیخدمت آنریبل سید احمد خاں بہادر نجم الہند دام اقبالہٗ

سید صاحب۔ دنیا کی اخلاقی رسم ہے کہ کسی پر جب کبھی کوئی بزرگ احسان کیا کرتا ہے تو محسن کا شکریہ وہ شخص جس پر احسان کیا جاوے اپنے اوپر فرض سمجھتا ہے۔ ہم عاجز فرقہ پر آپ کے احسان کا بوجھ (نہ صرف اس وجہ سے کہ اپنی موجودہ نسل کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں سعی بلیغ فرمائی ہے بلکہ اس لیئے بھی کہ آیندہ نسلوں کی بہبود اور ترقی کی ایک مستحکم بنیاد ہندوستان میں قایم کی ہے) ایسا نہیں ہے کہ صرف باتوں باتوں ہی سے ٹل سکے اور نہ ہمارے اختیار میں ہے کہ آپکا شکریہ ما واجب ادا کر سکیں ٭

(۱)۔ حضور نے ہماری قوم کی اولاد پر وہ مہربانیاں اور مربیانہ سلوک کیئے ہیں جو چاند سورج کی طرح دنیا پر روشن ہیں۔ جب ہم سنتی ہیں کہ **مدرسۃ العلوم علیگڈھ** کے بورڈنگ ہوس میں ہماری قوم کے ننھے ننھے بچے بھی داخل ہیں اور اُن کی تعلیم تربیت و آسایش کے واسطے حضور کی توجہ سے ایسی عُمدہ عُمدہ تجویزیں کی گئی ہیں کہ بچے داخل ہونے کے بہت تھوڑے عرصہ بعد نہ صرف اپنے گھر کے آرام کو بُھول جاتے ہیں بلکہ جو نقص ہماری اکثر بہنوں کے ناتعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے ہمارے بچوں کی ابتدائے تربیت میں اثر پذیر ہو جاتے ہیں وہ ایسی خوش اسلوبی سے رفع کیئے جاتے ہیں کہ جن کے سُننے سے بے اختیار ہمارے دل سے دعائیں نکلتی ہیں ٭

(۲)۔ اللہ اللہ۔ ایک وہ دن تھا کہ قومی ترقی کو فروغ دینے میں ہماری قوم کی خاتونان تیرہ سو (۱۳۰۰) برس ہوئے اپنے وارثوں کو کیا کیا امدادیں دیتی تھیں اور اُن کے رنج و راحت میں کس کس ہمدردی سے شریک ہوتی تھیں کہ اُن کے مالک اُن کا یہ حال دیکھ دیکھ کر مال و جان قوم کی بہبودی پر تصدق کرتے رہے۔ سید! آج وہ دن ہے کہ ہم اپنی بے بسی اور قوم کی حالت دیکھکر آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکتیں۔ اے خدا ایک وہ زمانہ تھا کہ خاتونانِ عرب و ہند اپنے گھر کے مردوں کی قومی ترقی اور تعلیم کے معاملات میں اس قدر حوصلہ اور ہمدردی ظاہر کرتی تھیں آج ہم جو انہیں کی اولاد ہیں ایک بزرگ محسنِ قوم کے شکریہ کے لیئے چند موزوں الفاظ بھی

نہیں سوچ سکتیں ؎

(۳) گو زمانہ کے انقلاب کے باعث اُن باوقار خاتونان کی عالی حوصلگی اور استقلال کا دعویٰ کرنا چھوٹا مونھ بڑی بات ہے تاہم انسانی فرض کو ہم نہیں بھول سکتیں اور اُمید کرتی ہیں کہ آپ ہمارے اس باعقیدت دعائیہ ایڈریس کو جو غالباً اس قسم کا سب سے پہلا ہی ایڈریس ہوگا قبول فرماکر خاتونانِ پنجاب پر احسان فرماوینگے ؎

(۴) - اخیر میں ہماری یہ بھی التماس ہے کہ ہمارا ناچیز ہدیہ جو اس ایڈریس کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اُن نادار یا یتیم طلبا مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے واسطے قبول فرمایا جاوے جن کے والدین یا ورثا بسبب افلاس اُن کی مدد نہیں کر سکتے - ہم دل سے دعا کرتی ہیں کہ اے خدا ہمارے محسن سید کو ہماری قوم پر صد وسی سال سلامت رکھ اور وہ دن دکھا کہ جس طرح ہندوستان کے مردوں کی بہتری کیواسطے سید صاحب کو تونے اپنے فضل و کرم سے ایک ذریعہ بنادیا ہے ایسے ہی ہماری موجودہ حالت پر رحم کرکے ہمارے عاجز فرقہ کی بھی سُن اور ہماری قوم کے مردوں کو وہ عزم اور استقلال رفاہ عامہ میں عطا کر جو اُن کی قومی میراث ہے - آمین ؎

جواب اڈریس

بخدمت خاتونان پنجاب

اے میری بہنوں !

آج کی رات میرے لیئے شب قدر سے کچھ کم قدر کی نہیں - جو اڈریس تمہاری طرف سے مجھکو دی گئی وہ میرے لیئے ایک ایسی عزت ہے جو آج تک ہندوستان میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی - میں تمہاری اس شفقت کا دل سے شکر گزار ہوں ؎

اے میری بہنوں - میں اپنی قوم کی مستورات کی بہت زیادہ قدر کرتا ہوں - ہماری قوم کے مردوں نے اپنے باپ دادا کی بزرگی کو خاک میں ملادیا ہے مگر خدا کے فضل سے تم میں ہمارے باپ دادا کے بزرگ نشان بدستور موجود ہیں - یہ سچ ہے کہ ہم مردوں میں **شبلیؒ** اور **جنیدؒ** موجود نہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ تم میں ہزاروں لاکھوں **رابعہ بصری** موجود ہیں ؎

تمہاری نیکی - تمہاری بردباری - تمہاری محبت - ہر قسم کی مشکلات کی برداشت اور اُسپر صبر بچوں کی پرورش - گھر بار کا انتظام ہمارے فخر کا باعث ہے - اگر کوئی قوم تمام دنیا میں اپنے تئیں کسی قسم کا فخر دے سکتی ہے تو ہم اپنی مستورات کو دنیا کی قوموں پر فخر دے سکتے ہیں - یہ ہمارا فخر

تمہارے ہی سبب سے ہے ؟

اے میری بہنو۔ میں اپنی قوم کی خاتونوں کی تعلیم سے بے پرواہ نہیں ہوں۔ میں دل سے اُن کی ترقی تعلیم کا خواہاں ہوں۔ مجھ کو جہاں تک مخالفت ہے اُس طریقہ تعلیم سے ہے جسکے اختیار کرنے پر اِس زمانہ کے کوتاہ اندیش مائل ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنا پُرانا طریقہ تعلیم اختیار کرنے پر کوشش کرو۔ وُہی طریقہ تمہارے لیئے دین و دنیا میں بھلائی کا پھل دے گا۔ اور کانٹوں میں پڑنے سے محفوظ رکھیگا ؟

اے میری بہنو! جس قدر کہ تم اِس وقت موجود ہو شاید میں تم سب سے بلکہ اُن سے بھی جو اڈریس میں شامل ہیں اور اسوقت میں موجود نہیں ہیں اُن سب سے بھی عمر میں بہت بڑا ہوں۔ میں نے تم سب سے بہت زیادہ زمانہ دیکھا ہے۔ تمہاری دادیوں تمہاری نانیوں کے حالات تم سے زیادہ مجھ کو معلوم ہیں۔ تم غور کرو کہ تمہارے خاندانوں میں مستورات کی تعلیم کا کیا قاعدہ تھا۔ یہ قاعدہ تھا کہ ہماری قوم میں۔ ہماری رشتہ داری میں۔ ہمارے محلّوں میں جو معزز اور بڑا گھر ہوتا تھا جس گھر کی مستورات عمدہ فضیلت عُمدہ اخلاق میں فایق ہوتی تھیں اپنی قوم کی اپنے رشتہ داروں کی اپنے محلہ والوں کی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام اُس کے سپرد ہوتا تھا۔ اُن کا گھر اُن لڑکیوں کا گھر بھی ہوتا تھا اور تعلیم کا مکتب بھی ہوتا تھا۔ اسی گھر میں قوم کی بزرگ مستورات اُن پر نگاہ شفقت رکھنے والی ہوتی تھیں۔ کوئی شریف خاندان کی معلمہ اُن کی تعلیم پر نوکر ہوتی تھی۔ اور اُس گھر کی بزرگ مستورات درحقیقت اُن کی تعلیم دینے والی اور اپنے اخلاق و نیکی کے مجسم نمونہ سے اُن کو نیکی و اخلاق سکھانے والی ہوتی تھیں۔ شامت اعمال سے وہ سلسلہ برہم ہوگیا۔ خاندان تباہ ہوگئے۔ ہمارے بزرگ جو اس تعلیم کی قدر کرتے تھے دنیا سے جاتے رہے وہ بزرگ مستوراتیں جو اس کام کو انجام دیتی تھیں دنیا سے اُٹھ گئیں۔ تمام خاندانوں کے مرد جاہل و نادان رہ گئے جو ذلت کہ تمہارے خاندانوں کے مردوں پر خدا کی مرضی سے آئی ضرور تھا کہ اُس کا حصہ تمکو بھی ملے۔ پس وُہی بدبختی تمہارے خاندانوں کے مردوں کی ہے جسکا حصہ تم کو بھی ملا ہے اور جس کا ذکر تم نے پردہ سے اس اڈریس میں کیا ہے ؟

اے میری بہنو! تم یقین جانو کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں مردوں کی حالت درست ہونے سے پہلے عورتوں کی حالت میں درستی ہوگئی ہو۔ اور کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں ہے جس میں مردوں کی حالت درست ہوگئی ہو اور عورتوں کی حالت درست نہ ہوئی ہو۔ ان سچے واقعات نے میرے دل میں بہت کچھ اثر کیا ہے۔ مَیں نے تمہارے لڑکوں کی تعلیم پر جو کوشش کی ہے اُس سے تم یہ نہ سمجھو کہ میں اپنی پیاری بیٹیوں کو بھول گیا ہوں

بلکہ میرا یقین ہے کہ لڑکوں کی تعلیم پر کوشش کرنا لڑکیوں کی تعلیم کی جڑھ ہے۔ پس جو خدمت میں تمہارے لڑکوں کے لیئے کرتا ہوں درحقیقت وہ لڑکوں لڑکیوں دونوں کے لیئے ہے۔

میری یہ خواہش نہیں ہے کہ تم اُن مقدس کتابوں کے بدلے جو تمہاری دادیاں اور نانیاں پڑھتی آئی ہیں اس زمانہ کی مروجہ نامبارک کتابوں کا پڑھنا اختیار کرو جو اس زمانہ میں پھیلتی جاتی ہیں ؞

مردوں کو جو تمہارے لیئے روٹی کما کر لانیوالے ہیں زمانہ کی ضرورت کے مناسب کچھ ہی علم یا کوئی ہی زبان سیکھنے اور کیسی ہی چال چلنے کی ضرورت پیش آئی ہو مگر ان تبدیلیوں سے جو ضرورت تعلیم کے متعلق تمکو پہلے تھی اُس میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی ؞

تمہارا فرض تھا کہ تم اپنے ایمان اور اسلام سے واقف ہو اُسکی نیکی اور خدا کی عبادت کی خوبی کو تم جانو۔ اخلاق میں نیکی اور نیک دلی رحم و محبت کی قدر سمجھو اور اِن سب باتوں کو اپنے برتاؤ میں لاؤ۔ گھر کا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھو۔ اپنے گھر کی مالک رہو۔ اُسپر مثل شہزادی کے حکومت کرو۔ اور مثل ایک لائق وزیرزادی کے منتظم رہو۔ اپنی اولاد کی پرورش کرو۔ اپنی لڑکیوں کو تعلیم دیکر اپنا سا بناؤ۔ خداپرستی۔ خداترسی۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ ہمدردی اپنا طریقہ رکھو۔ یہ تمام سچی تعلیم نہایت عمدگی سے اُن کتابوں سے حاصل ہوتی ہے جو تمہاری دادیاں نانیاں پڑھتی تھیں۔ جیسی وہ اُس زمانہ میں مفید تھیں ویسی ہی اس زمانہ میں بھی مفید ہیں۔ پس اِس زمانہ کی نامفید اور نامُبارک کتابوں کی تمکو کیا ضرورت ہے۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ تمہارے خاندان کے مردوں کی نالائقی اور جہالت سے تمہارے متعدد حقوق جو خدا کے حکم سے تمکو ملے ہیں اور جن کا انسانیت کی رُو سے تمہارا حق ہے برباد ہو گئے ہیں۔ وہ حق پھر تمہیں واپس دلانے کی یہی تدبیر ہے کہ تمہارے لڑکوں کی تعلیم میں کوشش کیجائے۔ جبکہ وہ تعلیم یافتہ ہو جاوینگے وہ مغصوبہ حقوق از خود بے مانگے تمکو واپس ملینگے۔ اب میں تمکو دوبارہ یقین دلاتا ہوں کہ جو خدمت میں اس وقت کر رہا ہوں نہ صرف تمہارے لڑکوں کی ہی ہے بلکہ تمہاری لڑکیوں کی بھی ہے اگر خدا نے چاہا تو اُس سے دونوں برابر فایدہ اُٹھائینگے۔ اور لڑکے اور لڑکیاں دونوں علم کی روشنی سے روشنضمیر ہوں گے۔ اس وقت تمہارا اُن غریب بچوں کی پرورش کے لیئے جو مدرستہ العلوم میں پڑھتے ہیں امداد دینا تمہاری اُس ذاتی خصلت اور مادرانہ محبت کا نمونہ ہے جو خدا نے تم میں رکھی ہے۔ یہ تمہاری امداد اُن غریب بچوں کے لیئے مثل شیر مادر اثر رکھیگی۔ اور اُن کو اور مجھ کو اور مدرستہ العلوم کو اُس امداد سے جس طریقہ پر دی گئی ہے قومی عزت اور قومی افتخار حاصل ہوا ہے میں سب کی طرف سے اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ خدا تمکو دین و دنیا میں بہ برکت **سیدۃ النسا**

فاطمہ زہرا علیہا السلام کے خوش و خرم رکھے - اور جیسی کہ تم اس وقت باعث افتخار قومی ہو اُس وقت بھی جبکہ ہماری قوم کمال عروج پر ترقی کرے ہماری قوم کی باعث افتخار رہو آمین*

اے میری ہندو اور عیسائی بہنوں ! تم نے جو اپنی محبت اور وطنی یگانگت سے اپنی مسلمان بہنوں کے ساتھ اس اڈریس میں اور اس امداد میں جو مدرستہ العلوم کے غریب طالبعلموں کو دی گئی ہے شرکت کی وہ ایک نمونہ تمہاری محبت و یگانگت کا ہے میں دل سے اُس کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں کہ تم پر بھی خدا تعالیٰ کی برکت ہو اور ہر طرح کی ترقی اور خوشی تمکو نصیب رہے - **آمین** *

۳۴

لکچر جو ٹون ہال امرت سر میں "اتحاد باہمی اور تعلیم" کے مضمون پر ۲۹ جنوری ۱۸۸۴ء کو دیا۔

جناب صدر انجمن و دیگر صاحبان ۔

اس وقت میرا ارادہ ہے کہ آپ لوگوں کی خدمت میں جیسا کہ صاحب صدر انجمن نے فرمایا ہے "اتحاد باہمی اور تعلیم" کے باب میں اپنے خیالات ظاہر کروں ۔ صاحبان یہ ملک ہندوستان ایسا ملک نہیں ہے جس میں لوگ تعلیم اور علم کو نہ جانتے ہوں یہ نہایت قدیم اور پُرانا مقدس ملک ہے جس میں ایک قوم جو اُس میں رہتی تھی اُن میں بہت بڑے عالم بہت ذی رتبہ لوگ گذرے تھے جن کی زبان سنسکرت تھی جس کی خوبی اور عمدگی فواید علوم کے لیئے بالتخصیص مشہور ہے (چیئرز) سب کو معلوم ہے کہ اُس میں نہایت عُمدہ اور نفیس کتابیں فلسفہ اور لاجک کی موجود ہیں جو ایسی نہیں ہیں کہ جن پر ملک کو کچھ کم فخر نہ ہو ۔ اُس کے بعد ایک زمانہ آیا جب ہم لوگ یہاں گئے ہمارے باپ دادا علم میں کچھ کم مشہور نہ تھے شاید ہندوستان میں اُنہوں نے بہت کچھ نہ کیا ہو مگر ہمارے اسلاف وہ لوگ تھے جنہوں نے علم کو بہت ترقی دی ۔ بغداد ۔ قرطبہ ۔ غرناطہ کے دارالعلوم کسی کو بھول نہ گئے ہونگے ہمارے اسلاف ہی تھے جنہوں نے پُرانے یونانی علوم کو ایسی ترقی دی کہ اگر مقابلہ کیا جاوے تو اُنہوں نے اُن پُرانے علوم کو گویا ذرہ سے آفتاب بنا دیا تھا ۔ یُورپ اگرچہ اِس زمانہ میں علوم اور فنون میں مشہور ہے مگر پُرانی تاریخ کو معلوم ہوگا کہ اسپین کے دارالعلوم نے اُس کو یہ نعمت بخشی ہے (چیئرز) ۔ اور یورپ ہی کیا ہے دنیا بھر کو انھیں سے یہ فیض پہونچا ہے اگر ہمارے اسلاف یونانی علوم کو زندہ نہ رکھتے تو آج تمام دنیا میں کوئی بھی فلسفہ اور یونانی لاجک کا ایک حرف نہ جانتا ہوتا ایسے ملک میں جہاں دونوں قوم کے اسلاف ایسے مشہور ہوں اور جن کے سبب سے دنیا میں ابتک علوم قایم رہے ہوں علم کے فواید یا تعلیم کے متعلق کچھ بیان کرنا فضول ہوگا ۔ مگر دونوں قوموں کے فضائل تسلیم کرکے یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اب ہماری حالت کیا ہے اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس میں ہم ہیں ہماری اولاد کو کیا کرنا چاہیئے ۔ اے صاحبو کبھی انسان کی یہ خوبی نہیں ہے کہ بزرگوں کے نام پر فخر کریں اور خود کچھ نہ ہوں ۔ ہمارے ملک

اور ہماری دونوں قوموں کی یہ حالت ہے کہ اسلاف کے نام پر شیخی کرتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے۔ اُن لوگوں کو یہ غلط خیال کہ ہمارے اسلاف سب کچھ کر گئے اب ہمکو کچھ کرنا نہیں ہے دل سے نکال ڈالنا چاہیئے۔ زمانہ روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اگر زمانہ کسی حد تک منتہی ہوجاتا تو یہ خیال صحیح تھا کہ علوم منتہی ہوگئے۔ مگر ہر کوئی جانتا ہے کہ زمانہ رُکا نہیں وہ چلتا جاتا ہے ایسے حال میں یہ خیال کہ بزرگوں کے حاصل کیئے علوم کافی ہیں بالکل غلط ہے۔ گو یوروپ ہمارے علوم سے روشن ہوا مگر دیکھو کہ اُنھوں نے کیا کیا۔ علم کو جانچا اور بڑھا ذرہ برابر علم کو ایسی ترقی دی جیسے ایک بیج سے عالی شان درخت پیدا ہوجاتا ہے جو علوم پہلے ایجاد ہوئے تھے اُس وقت اُن کے ایجاد کرنے والوں کو زیادہ تحقیقات کا موقع نہ ملا تھا جو علوم اُس وقت نکالے گئے تھے اور اُن میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں اُن سے وہ لوگ بخوبی آگاہ نہیں ہونے پائے تھے یُورپ نے یہ احسان اُن پر اور تمام دنیا پر کیا کہ اُن غلطیوں کو نکالا اور صحیح مسائل اور صحیح علوم لوگوں کو بتائے اور جو علوم تکمیل کو پہونچے تھے اور نہ کار آمد تھے اُن کو کار آمد کیا اور تکمیل پر پہونچایا۔ ایک احسان اَور کیا کہ جدید علوم ایجاد کیئے جو روزمرہ کی زندگی کے واسطے کار آمد ہیں۔ اب یہ حال ہے کہ اگر کسی ملک میں یا کسی حصہ پنجاب میں تار برقی یا ریل نہ ہو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اندھیرے میں بے زبان اور دست پا شکستہ پڑے ہوئے ہیں دیکھیئے یہ تمام چیزیں یورپ کی ایجاد کی ہوئیں علوم کی برکت سے ہمکو ملی ہیں۔ جب زمانہ ایسی ترقی کرگیا ہے اور علوم نے یہ ترقی پائی ہے تو کیا ہمارا یہ کام ہے کہ ہم ان علوم پر نظر نہ ڈالیں یا جس قدر ہمارے اسلاف نے کیا ہے اُسیقدر ہم بھی کریں۔ اگر ہم اُسی پُرانے علم کو رٹتے جائیں اور ہم اُتنا ہی کریں جتنا کہ ہمارے باپ دادا نے کیا تھا تو ہم مثل ایک جانور کے ہونگے جو وُہی کام کرتا ہے جو اُس کا دادا پردادا کرتا تھا (چیئرز)۔ ہمارا کام دُنیا میں یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہم سے علم لیئے ہیں اور اُن کو ترقی دی ہے اب ہم اُن سے وُہی علوم لیں اور اُن کے سیکھنے میں کوشش کریں ہماری آیندہ نسلوں کو اور ہمارے واسطے بھی باعث فخر ہوسکتا ہے اور ایسا ہی کرنا ہمپر لازم ہے تاکہ ہم جدید علوم سیکھیں جن میں کہ روز بروز ترقیاں اور کار آمد چیزیں موجود ہیں۔ یہ علوم جب تلاش کیئے جاتے ہیں تو مختلف زبانوں میں یورپ کے ہمکو ملتے ہیں مگر یورپ کی بہت سی زبانیں ہماری دسترس سے باہر ہیں اور اگر ہم کسی طرح سے اُن کو حاصل بھی کریں تو ضرور ہم اُس میں ادھورے رہیں گے۔ ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ خدا کی کیا مرضی ہے۔ خدا کا حکم کوئی تحریری نہیں آتا مگر زمانہ کے حالات سے پایا جاتا ہے۔ اِس زمانہ میں ہمکو خدا کی یہ مرضی معلوم ہوتی ہے کہ انگلش نیشن ہندوستان میں حکومت کرے۔ اور ہم اُن کے

زیر سایہ بسیں اور جو کچھ فایدہ ممکن ہو اُن سے حاصل کریں خدا کی مرضی سے اُسپر ہمکو دسترس بھی ہے اس زمانہ میں جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم انگریزی زبان سیکھیں اور جو علوم اور فنون اس میں ہوں اُن کو حاصل کریں - میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہندو سنسکرت کو یا مُسلمان عربی زبان کو چھوڑ دیں - ہندؤں کو چاہیئے کہ اُسکو اعتدال کے ساتھ نہ افراط و تفریط کے ساتھ سیکھیں - مُسلمانوں کو بھی یہ لازم ہے کہ عربی زبان کی تحصیل نہ چھوڑیں - یہ ہمارے باپ دادا کی مقدس زبان اور ہماری قدیم ملک کی زبان ہے جو فصاحت و بلاغت میں سمٹک زبانوں میں لاثانی ہے مگر افراط و تفریط نہ ہو - اِس زبان میں ہمارے مذہب کی ہدایتیں ہیں لیکن جبکہ ہماری معاش ہماری بہتری ہماری زندگی باآرام بسر ہونے کے ذریعے بلکہ ہمارے اس زمانہ کے موافق انسان بنانے کے وسائل انگریزی زبان سیکھنے میں ہیں تو ہمکو اُس طرف بہت توجہ کرنی چاہیئے - یہ اغراض دنیوی ہم ہندو اور مُسلمان سب کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور وہ کسی طرح چھُوٹ نہیں سکتے - جو شخص ہماری انگریزی گورنمنٹ کے انصاف پر نظر ڈالیگا وہ خوش ہوگا اور شکر کرے گا کہ اس گورنمنٹ نے تعلیم کے متعلق بہت کچھ کوشش کی ہے کوئی سلطنت خاصکر ہندوستان کی جسپر ہمکو بہت فخر ہے ایسی نہیں گذری جس نے تعلیم میں اس قدر کوشش کی ہو - مذہبی فیلنگ کو دخل نہ دینا چاہیئے - میں سچ کہتا ہوں کہ مشنریوں نے بھی اپنے خیال کے موافق نیک دلی سے تعلیم کا بڑا فایدہ پہونچایا ہے - گورنمنٹ کا شکریہ تو ہم سے ادا ہی نہیں ہوسکتا جو کچھ اُس نے کیا ہے بے مثل اور بے نظیر ہے - لیکن ایک سوال ہے جو حل نہیں ہوتا بلکہ ایک نہیں دو سوال ہیں - پہلا سوال یہ ہے کہ کیا گورنمنٹ ایک ملک کو جس میں چوبیس پچیس کروڑ آدمی بستے ہوں تعلیم دے سکتی ہے ؟ دوسرا یہ کہ کیا گورنمنٹ ایسی پوری تعلیم کر سکتی ہے جس سے ہمارے پورے اغراض حاصل ہوسکیں ؟ - اِن سوالوں کا جواب بجز نفی کے اَور کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا - اب مجھے معاف رکھیئے گا اگر کوئی لفظ نامناسب میری زبان سے نکلجاوے - کیا ہندؤں اور مُسلمانوں کو کچھ بھی غیرت ہے جبکہ اپنی تعلیم کا بوجھ گورنمنٹ پر ڈالکر اُسی پر بھروسہ کریں کوئی بے غیرتی اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اپنے بچوں کی تعلیم کے واسطے دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائیں - گورنمنٹ کی حکومت مختلف فرقے اور مختلف مذہب کے لوگوں پر ہے اور کوئی اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اُن لوگوں کے اغراض بھی مختلف ہیں - پس ایسی حالت میں گورنمنٹ نہ خالص فرقہ کے واسطے کچھ بندوبست نہیں کر سکتی (چیئرز) - اس کا اصول تو یہی ہوگا کہ کُل کے ساتھ برابر برتاؤ ہو - اس کا نتیجہ ضروری یہ ہے کہ ان مختلف فرقوں کے کچھ اغراض پورے ہوں اور کچھ نہ ہوں -

یہ حال ہندوستان میں عام ہے۔ ہندوستان میں جس فرقہ کے اغراض زیادہ پورے ہو سکتے تھے اُنھوں نے تعلیم کا زیادہ فایدہ اُٹھایا جن کا نام مَیں بتاؤں گا یعنی ہندو مُسلمانوں کو گورنمنٹ کے سررشتۂ تعلیم سے کم فایدہ پہونچا کیونکہ اُن کے اغراض کم حاصل ہوئے تھے۔ یہ بات ہندوستان کے ہر حصہ کے سررشتۂ تعلیم پر نظر ڈالنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے جہاں سَو برس عملداری کو گذرے وہاں بھی کالج اور اَور مدرسوں میں مُسلمان کم ہیں اور مُسلمانوں کو تعلیم کم ہوئی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے یہ ہمارا ہی قصور ہے اگر ہم تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لیتے تو سب کچھ اچھی طرح سے کر سکتے تھے مجھ کو شبہ ہے کہ ہندؤں میں کون لوگ ایسے تھے جن کو مذہبی اغراض زیادہ مدنظر تھے۔ مگر کوئی مسلمان باپ ایسا نہیں ہے کہ اپنے بچّہ کو مذہبی تعلیم نہ دینا چاہتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ جب تک تم جان رکھتے ہو جب تک تمہارے جسم میں جان ہے جب تک تمہاری آنکھ کھلی ہے تم مذہب کو ہرگز نہ چھوڑو۔ مگر دونوں پہلوؤں کو دیکھکر چلنا چاہئے۔ گورنمنٹ کی تو یہ نہایت عمدہ پالسی ہے کہ وہ مذہبی تعلیم سے علیحدہ رہے پس جب تک تم خود اپنی تعلیم اپنے بچّوں کی تعلیم اپنے ہاتھ میں نہ لو تم دونوں قسم کی تعلیم اُن کو نہیں دے سکتے۔ گورنمنٹ نہایت خوشی سے ہماری قوم کے لیئے جو تعلیمگاہ ہماری کوشش سے قایم ہو اُس میں مدد دینے کو موجود ہے تو ایسی صورت میں جبکہ گورنمنٹ مدد دینے کو موجود ہے اور ہماری غرض بغیر متوجہ ہوئے پوری نہیں ہو سکتی تو اگر ہم ایسا بندوبست نہ کریں تو کیسے افسوس کی بات ہے اور بچّوں کے لیئے کیسے سخت افسوس کا معاملہ ہے (چیرز)۔ تعلیم کے باب میں چھوٹے چھوٹے سکولوں سے خواہ وہ گورنمنٹ کے ہوں یا پرائیوٹ ہوں کچھ نہیں ہو سکتا ادنےٰ درجہ کی تعلیم کی نسبت میں صاف کہتا ہوں کہ آپ نے پُرانی مثل سُنی ہو گی "نیم مُلّا خطرۂ ایمان و نیم حکیم خطرۂ جان" یہی حال اَدھوری تعلیم کا ہو گا۔ آدمی بنانے کے واسطے جب تک ہماری قوم میں ہائی ایجوکیشن نہ پھیلے گی ہماری قوم آدمی نہیں بن سکتی۔ ابھی چند روز کا زمانہ گذرا ہے جب ایجوکیشن کمیشن کا اجلاس کلکتہ میں ہو رہا تھا اور مَیں بھی وہاں موجود تھا سب یہی کہتے تھے کہ ہائی ایجوکیشن اُٹھنے نہ پاوے۔ مگر یہ بات بہت کم کسی موقع سے سُننے میں آئی تھی کہ اگر گورنمنٹ اپنا ہاتھ ہائی ایجوکیشن سے اُٹھالے گی تو ہم خود اسکو کرلیں گے۔ اس کا مجھے بہت افسوس ہے اس میں شک نہیں کہ اس تعلیم کے واسطے زرخطیر چاہیئے جسکو گورنمنٹ برداشت نہیں کر سکتی لیکن تم آپس میں ملکر وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو گورنمنٹ نہیں کر سکتی۔ گورنمنٹ جب تعلیم کی طرف توجہ کرتی ہے تو سب سے پہلے ہمارے دوست فنانشل ممبر یہ دیکھتے ہیں کہ روپیہ بجٹ میں ہے یا نہیں۔ تم لوگ اگر تھوڑا تھوڑا کر کے بھی روپیہ جمع کرو تو تمہارا بجٹ کبھی خالی نہ ہو گا۔ تم چاہو تو امرتسر میں لاہور سے

بڑا کالج قایم کردو۔ گورنمنٹ کے بہت اخراجات ہیں۔ فوج کا خرچ۔ ملک کے انتظام کے
اخراجات۔ پھر اگر گورنمنٹ کچھ کرے گی تو وہ اُسی روپیہ میں سے کریگی جو ہم سے لیا جاوے گا
اگر تم اس بات کو سوچکر خود ہی تعلیم کا انتظام کرو تو گورنمنٹ کو دکھا سکتے ہو اور فخر کر سکتے ہو کہ جو کام گورنمنٹ
سے نہ ہوسکا وہ ہمنے کر دکھایا۔ اکثر لوگ ہیں جن کے خیال میں یہ گذرتا ہے اور میں نے بہتوں کو
کہتے بھی سُنا ہے کہ تعلیم یا ہائی ایجوکیشن سے کیا نتیجہ ہوگا۔ نوکری تو بہت کم ہے اگر بہت لوگ
بی۔ اے اور ایم اے ہو جائینگے تو دس روپیہ کی نوکری بھی اُن کو نہ ملیگی مگر آپ غور کریں اور جن
لوگوں کا ایسا خیال ہو وہ مجھے معاف کریں کہ یہ خیال غلطی سے بھرا ہوا ہے۔ بیشک ہم ہندوستانی
جو برٹش گورنمنٹ کی رعایا ہیں اُن کا حق ہے اور اُن کا دعویٰ ہے کہ جس طرح اور لوگ اور
قومیں اعلےٰ عہدہ پانے کے مستحق ہیں ہم بھی اُسکو حاصل کریں اور وہ عہدہ لیں۔ میرا مطلب یہ
نہیں ہے کہ ہم اپنا حق چھوڑ دیں اور گورنمنٹ سے اپنے حقوق نہ مانگیں مگر یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ
سب کو اعلےٰ عہدے نہیں دے سکتی بلکہ کُل تعلیمیافتہ کو ادنےٰ عہدے بھی نہیں دے سکتی
مگر تم یہ دیکھو کہ کوئی اور نتیجہ بھی تعلیم کا ہے یا نہیں۔ آپ خیال کیجئے کہ ہندوستان جس میں ہزاروں
قسم کی چیزیں تجارت کے فایدہ کیواسطے موجود ہیں اور پیدا ہوتی ہیں ہمارا ملک ہے اور وہ چیزیں
ہمارے ہاتھ میں ہیں مگر اُسکے نفع کا کیا حصہ ہمارے ہاتھ میں ہے؟ ہندوستان میں تجارت کی
بہت کچھ ترقی ہوئی مگر آپ خیال کیجئے کہ ملک کی تجارت اور دولتمندی کا اصول کیا ہے۔ وہ ملک
دولتمند نہیں ہوتا جسمیں دوسرے ملک کی چیزوں کی تجارت ہوتی ہے بلکہ وہ ملک دولتمند ہوتا ہے
جس کی چیزوں کی تجارت کو دوسرے ملکوں میں ترقی ہوتی ہے آجکل وہی ملک دولتمند ہوتا ہے
جس کی چیزوں کی تجارت دوسرے ملکوں میں ہوتی ہے۔ ہندوستان کی چیزیں اگرچہ دوسرے
ملک میں جاتی ہیں مگر محنت کی قیمت بڑھا کر پھر اسی ہندوستان میں آجاتی ہیں ہمارے ملک کی چیزوں
کی نسبت بھی ہملوگوں کی تجارت ایک بندرگاہ سے دوسرے بندرگاہ تک یا ایک شہر سے دوسرے
شہر تک محدود ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی گرہ کاٹتا ہے۔ ہملوگ اپنی چیز دوسرے
ملک میں نہیں لیجاتے نہ دوسرے ملک کی چیز اپنے ملک میں لاتے ہیں۔ ہم دریا کے کنارہ پر
بلکہ اس زمانہ میں اپنی دوکان سے چند قدم فاصلہ سے ریل کے اسٹیشن پر چار آنہ کی چیز سوا چار آنہ
پر بیچ ڈالتے ہیں یا وہیں پر اس طرح سے خرید کر اپنے ملک میں بیچتے ہیں۔ سمندر کے اندر ہمارا کچھ
حصہ نہیں ہے غیر ملکوں سے ہمارا کچھ رشتہ نہیں ہے ہمکو چاہئے کہ دوسرے ملک میں
آڑھت اور کمپنیاں قایم کریں جس سے اعلےٰ درجہ کے تاجر ہوں ملک کی پیداوار قدرتی چیزیں جو
زمین میں گڑی پڑی ہیں اُن سے فایدہ اُٹھا دیں۔ اس طریقے سے کہ اپنے ملک میں اپنے ہی ایک

بھائی کا روپیہ لیکر فایدہ اُٹھاویں ملک میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ روپیہ کو کبھی اِس تھیلی میں اور کبھی اُس تھیلی میں ڈالنے سے روپیہ بڑھ نہیں جاتا جب تک کہ باہر سے لاکر اُس میں روپیہ نہ ڈالا جاوے جب تم ایسا کروگے اُس وقت بے شک جس طرح ہمارے ملک کا روپیہ دوسرے ملک میں جاتا ہے ہم بھی دوسرے ملک کا روپیہ اپنے ملک میں کھینچ لاوینگے۔ یہ سب باتیں ہمکو صرف ہائی ایجوکیشن کے نہ ہونے سے حاصل نہیں ہوتیں (چیرز)۔ امرتسر جو مشہور تجارتی شہروں میں سے ہے اسمیں ایک وقت کیسی دھوم کی تجارت تھی مگر اب ہم بڑے بڑے تاجروں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے دیکھتے ہیں۔ کیا ہماری قسمت میں صرف پشمینے ہی کی تجارت لکھی ہوئی ہے اور اُسی کے زوال پر ہمارا زوال مقدر میں لکھا تھا اگر علم ہوتا تو ہم زوال رسیدہ تجارت کے عوض دوسری تجارت اختیار کرتے اور ہم لوگ امریکہ۔ لنڈن۔ جرمن۔ فرانس میں جاتے اور وہاں اپنی نئی تجارت کی دوکانیں کھولتے اور ہم اپنے ملک کی چیزوں سے پورا فایدہ اُٹھاتے جو دوسری قومیں ہمارے ہاں کی چیزوں سے اُٹھاتی ہیں۔ اگر علم ہو جاوے تو یہ سب کچھ ہو اور ملک دولت سے مالا مال ہو جاوے۔ ایک بات اَور کہوں گا کہ انسان کو خدا نے تمام مخلوقات سے برتر بنایا ہے۔ مگر ظاہر میں کوئی بات برتری کی اُس میں نہیں ہے۔ کھانا پینا سونا اور بہت سے کام انسان جانوروں سے اچھے نہیں کرتا۔ شہد کی مکھی جیسا اپنا چھتا بناتی ہے اور وہ ایک زرد جانور جسکو لوگ بیا کہتے ہیں جیسا گھونسلا بناتا ہے بڑی صنعت کا کام ہے یہ سب باتیں اُن میں قدرتی رکھی گئی ہیں جو انسان میں نہیں ہیں۔ انسان کی خوبی و برتری یہی ہے کہ وہ جہاں تک چاہے ترقی کر سکتا ہے۔ حیوان حد معین سے زیادہ ترقی کچھ نہیں کر سکتا مگر انسان میں جو ہر ترقی کرنیکا موجود ہے خواہ اُس کو اُس کے دل کی بناوٹ کہو یا دماغ کی ساخت یا روح جو چاہو اُس کا نام رکھو۔ بہرحال اُس میں ایک ترقی کرنے والا مادہ ہے پھر انسان اگر اُسکو ترقی نہ دے تو حیوان میں اور اُس میں تفاوت نہیں رہتا (چیرز)۔ علم ایسی چیز ہے جو صداقت کے سکھانے اخلاق درست کرنے زندگی کی راہ بتانے ابنائے جنس کے ساتھ بسر کرنے اپنے اور دوسرے کے حق پہچاننے میں کارآمد ہے۔ یہ تمام باتیں انسانیت کی ہیں مگر بغیر علم کے نہیں آتیں بحیثیت انسان ہونے کے ہمارا فرض ہے کہ اپنے تئیں انسان بنائیں نہ کہ مثل حیوان کے اپنی زندگی بسر کریں۔ اے صاحبو ایک اَور بات بھی میں تعلیم کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کوئی شخص کوئی متنفس اِس سے انکار نہ کریگا کہ رعایا پر وہ کسی حاکم کی رعایا ہو کچھ فرائض ہوتے ہیں جن میں سے بڑا فرض یہ ہے کہ رعایا اپنے حاکم کی وفادار اور خیرخواہ ہو بحیثیت مسلمان ہونے کے میں یہ کہوں گا کہ یہ فرض صرف عقلی اور انسانیت ہی کا نہیں ہے بلکہ ہمارا مذہب ہمارے خدا

کا حکم ہے رسول کا حکم ہے کہ حاکم کی اطاعت کرو گو وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو میں یقین دلاتا ہوں کہ جو اصول ہماری برٹش گورنمنٹ کے حکومت کرنے کے ہیں اُن کے سمجھنے میں غلطی کرنا تعلیم نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ میری رائے ہے کہ ہائی اسکول مڈل اسکول نہیں ہائی ایجوکیشن جسقدر زیادہ ہوگی اُسی قدر ہم اپنی گورنمنٹ کے اصول حکومت کو سمجھیں گے اور اُسکی قدر کریں گے (چیرز)۔ اگر گورنمنٹ نے ہمارے کچھ حقوق اب تک ہمکو نہیں دیئے ہیں جن کی ہمکو شکایت ہو تو بھی ہائی ایجوکیشن وہ چیز ہے کہ خواہ نخواہ طوعاً و کرھاً ہمکو دلاویگی (چیرز) غرضکہ تعلیم ایک ایسی چیز ہے کہ اُس کے ذریعہ سے ہم اپنی قوم کو ایسا بنا سکتے ہیں جو قابل عزت ہو۔ ہاں ایک مشکل اور بھی تعلیم کے متعلق پیش آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک اولڈ فیشن یا کہو زیادہ عمر کے جن میں سے ایک میں بھی ہوں لیکن اُن میں بہت ایسے ہیں جن کے کان میں بچپن سے ایک بات پڑتے پڑتے دل پر نقش ہوگئی ہے اور وہ دل سے نکل نہیں سکتی اور وہ اُسی پر جمے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خاص کر اس زمانہ کے نوجوان اولڈ فیشن کے لوگ کہتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو کسی قدر تعلیم کے رستہ میں پڑ گئے ہیں یا ایسے ہیں کہ پوری تعلیم تو نہیں پائی مگر باتیں سُننے سے ایسے ہو گئے ہیں کہ زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو میں روشنضمیر کہوں گا جن کو اور لوگ نئی روشنی والا کہتے ہیں یا نئی فیشن والا۔ اب دونوں گروہوں میں اختلاف پڑ گیا ہے پُرانے فیشن کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ نئی فیشن والے بغیر کسی دھکے کے دینے کے سیدھے جہنم میں جائیں گے اور دنیا میں بھی اُن سے زیادہ کوئی بدچلن نہیں ہے۔ میں اِس بات کو قبول کرتا ہوں کہ اِن نوجوانوں کا فرض ہے کہ بزرگوں اور اولڈ فیشن والوں کا ادب اور لحاظ کریں اور ترقی کے ساتھ اپنے اخلاق اور عادات کا بھی خیال رکھیں۔ مگر بزرگوں کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ٹوٹا یکہ جس میں سینکڑوں ہچکولے لگتے تھے اور جس میں وہ سفر کرتے تھے اب بیکار ہوگیا ہے۔ ریل جاری ہوگئی ہے۔ اب ریل کو چھوڑ کر یکہ پر لوگ سفر نہیں کریں گے کوئی بُرائی اور کوئی دشمنی اِن نوجوانوں کے ساتھ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اُن کے ہارج ہوں اور نئے علوم کے سیکھنے میں اُن کی مزاحمت کیجاوے۔ بزرگوں کو چاہیئے کہ اُن کو نہ روکیں اور اُن کے حالات پر صبر کریں۔ اگر اُن کو صبر نہ آوے گا تو بھی اُن کے صبر نہ کرنے سے کچھ نہ ہوسکیگا۔ زمانہ چل نکلا ہے۔ ریل چھوٹ گئی ہے اب وہ نہیں رُک سکتی صرف اس قدر دیکھنا چاہیئے کہ نوجوان جو ترقی کی ٹرین پر سوار ہیں اُن میں وہ نقص بھی ہیں یا نہیں جن کو اس زمانہ کے لحاظ سے نقص کہنا چاہیئے اگر وہ نقص ہے تو اُس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے لیکن اور مراسم کی نئی باتیں۔ معاشرت کے طرز کی تبدیلی۔ لباس کا تبادلہ

ایسا نہیں ہے جبر سختی سے مخالفت کیجاوے - کیا پانچ پشت کے اُس طرف تمام یہی مراسم اور یہی طریقے تھے جو اَب ہم میں رائج ہیں ہرگز نہیں - ہم نے خود اپنے باپ دادا کی رسموں کو توڑا ہے تو اگر ہماری اولاد ہماری رسموں کو توڑے تو ہم کیوں ناراض ہوں میں مذہبی لوگوں اور مذہب میں ڈوبے ہوئے مقدس لوگوں کی بڑی قدر کرتا ہوں مگر کیا جو طریقے عرب میں **مکہ معظمہ** اور **مدینہ منورہ** میں اب رائج ہیں اور عرب جو وہاں سے آتے ہیں اُن کے حالات سے ظاہر ہوتے ہیں وہ وُہی طریقے ہیں جو **رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم** صحابہ تابعین تبع تابعین یا اُن کے بعد کے مقدس لوگوں میں تھے - ایمان سے تو ہر شخص یہی کہیگا کہ نہیں پس جس طرح زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے اُسیطرح عادات اور اخلاق اور طرز معاشرت میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے - ہندوستان میں ترقی کا زمانہ آگیا ہے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور ہمارے نوجوان ترقی کریں اور ٹرین زیادہ تیز چلے اور جدید علوم اُن میں خوب پھیل جائیں تعلیم علوم جدیدہ پر ہمارے پُرانے بزرگ ایک اور بھی شُبہ ڈالتے ہیں اور اُس شُبہ میں ہمارے اکثر ہندوستانی دوست شریک ہیں - وہ شُبہ یہ ہے کہ انگریزی تعلیم اور علوم جدیدہ کے سیکھنے سے مذہب جاتا رہتا ہے - ابھی دس روز سے زیادہ کا عرصہ نہیں گذرا کہ میں ایک قابل اور عالم کے لکچر میں موجود تھا وہ مشہور عالم اور عمدہ جنٹلمین ہیں - اُنھوں نے عام طور پر اور مُسلمانوں کو خاص طور پر مخاطب کرکے یہ بیان کیا تھا کہ انگریزی فلسفہ اور لاجک نہ پڑھو کہ مسلمانی مذہب میں خلل ڈالتا ہے اور بدعقیدہ کر دیتا ہے کہ یہ کچھ نئی بات نہیں ہے - کتابوں کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ جب ہماری حکومت آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن تھی اور تمام دنیا میں اُس کی شہرت تھی بنی اُمیہ اور بنی عباس کے وقت میں جب یونانی فلسفہ رائج ہوا تھا اُس وقت بھی بعض غیر دُور اندیش عالموں کی ایسی ہی رائے تھی - مگر انجام میں اُنہی علماء نے وُہی اختیار کیا جسکو وہ منع کرتے تھے کہ فلسفہ لاجک علوم طبعی وہ علوم تھے کہ جن عالموں کو سب سے بڑا عالم جانتے ہو اُنھوں نے بھی اُسکو پڑھا اور اُسی سے اُن کو فخر ہوا اور اُنہیں لوگوں کی اولاد نے جو اُس کو منع کرتے تھے مقدس علم جانا اُس کو پڑھا اور پڑھایا اِس وقت اِس مجمع میں شیعہ اور سُنی دونوں موجود ہیں - کوئی بتادے کہ کون مشہور عالم اُن کے ہاں کا ایسا تھا جو فلسفہ اور لاجک کو خوب نہ جانتا تھا - اب بھی وُہی پُرانا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے مگر سچی بات ہمیشہ غالب آجاتی ہے وہ روکنے سے کبھی نہیں رُکتی - اگر کوئی اپنی آنکھیں بند کرلے اور آفتاب کی روشنی نہ دیکھے تو آفتاب پر کچھ اثر نہ ہوگا اور شاید ایسے کرنیوالے بھی دو ایک سے زیادہ نہ ملینگے اس کے سوا میں پکے اعتقاد اور سچے دل سے کہتا ہوں کہ کوئی علم ہو لاجک - فلسفہ - نیچرل - فلاسفی یا کسی علم کا

نام کو مذہب کے خلاف نہیں میں اس حیثیت سے کہ میں خود مسلمان ہوں اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ میری دانست میں اسلام ایسا مذہب نہیں ہے کہ کسی طرح وہ جانچا جاوے اور جھوٹا نکلے اسکولاجک کے سامنے نیچرل فلاسفی کے آگے ڈال دو وہ سچا نکلیگا۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ ان علوم کے پڑھنے سے مذہب جاتا رہتا ہے تو ایسے مذہب اور ایسے خیال کرنیوالوں پر افسوس ہے۔ اگر واقعی مذہب اسلام (میں اپنے ہی مذہب کو کہتا ہوں) ایسا ہی ہو کہ علوم جدیدہ کی صداقت کے سامنے زائل ہوتا ہے تو ایسے مذہب اختیار کرنے سے کچھ فایدہ نہیں۔ مگر جن لوگوں کا یقین ایسا ہے اور جو ایسا خیال کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اُن کو مذہب اسلام پر یقین نہیں وہ زبان سے تو کہتے ہیں مگر دل میں اُس کی صداقت نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ خدا کو ایک اور رسول کو برحق جانیں۔ قرآن مجید کی خوبیوں پر یقین رکھیں۔ اُسی کے ساتھ نئے علوم کو سیکھیں۔ اُس سے دین بنتا ہے اور اس سے دنیا۔ دائیں ہاتھ سے ہم دین کو پکڑیں اور بائیں سے دنیا کو۔ اور ایک جوان مرد کی طرح دنیا کے میدان میں آئیں نہ ایسے ڈرپوک ہوں کہ پٹاخے کی آواز سُن کر گھر میں گھس رہیں۔ اے صاحبو جو کچھ میں نے بیان کیا علم اور تعلیم کی نسبت بیان کیا ہے لیکن درحقیقت میں نے اس کے بیان سے قومی ترقی کی ایک نصف صورت دکھائی ہے بلکہ کہنا چاہیئے کہ نصف سے بھی کم کیونکہ تعلیم آدمی کو انسان نہیں بناتی ہے دوسرا حصہ اس کا تربیت بھی ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو تعلیم بھی اکارت ہے۔ مجھ کو افسوس ہے کہ تعلیم خواہ عربی۔ سنسکرت۔ انگریزی کی ہو مگر میں اُن تعلیم دینے والوں سے پوچھتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان میں خواہ گورنمنٹ کالج یا اسکول یا مشنریوں کی تعلیمگاہیں یا پرویٹ انسٹیٹیوشن ان سب میں اولاد کی تربیت کا کیا بندوبست ہے۔ ایک لڑکا جو چند گھنٹہ ماسٹر کے سامنے پڑھکر آتا ہے تمام دن اپنا کس صحبت میں بسر کرتا وُہی خراب صحبت بازاری لونڈوں اور خدمتگاروں کے لوگوں کی اُسکو نصیب رہتی ہے۔ وُہی خراب اور بد الفاظ جو اُن بازاری لڑکوں کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ وُہی نکمّی عادتیں جو اُن لڑکوں میں ہوتی ہیں یہ بھی سیکھتا ہے۔ اُسی سبب سے جب تک تعلیم کے ساتھ تربیت کا خیال نہ ہو امکان نہیں کہ لڑکا انسان بن سکے آپ دیکھتے ہوں گے کہ انگریزوں کے چھوٹے چھوٹے بچے باوجودیکہ ہمارے بچوں سے علم کی میزان میں کم ہوں مگر جو تربیت اور شایستگی اُن میں ہوتی ہے وہ ہمارے بچوں میں نہ پاؤگے۔ آپ لوگوں نے ہندوستان کے انگریزوں کے لڑکوں کو دیکھا ہے جو صرف ماں باپ سے تربیت پاتے ہیں مگر جن لوگوں نے ولایت کے لڑکوں اور نوجوانوں کو اکسفورڈ اور کیمبرج میں دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کیسی تربیت وہاں دی جاتی ہے۔ تربیت

تعلیم پر بھی مقدم ہے بلکہ انسان کا یہی زیور ہے۔ جب تک یہ دونوں شامل نہ ہوں اولاد میں انسانیت نہ آسکے گی۔ اے صاحبو ہماری زندگی قریب اختتام ہے۔ چند سال ہماری تمہاری عمر میں اَور باقی ہیں۔ یہ سفید سفید داڑھیاں پوپلے پوپلے منھ زمین میں گڑ کر یا مرگھٹ پر جل کر خاک ہو جائینگے مگر یاد رکھو کہ یہ بچے جن کو تم نوجوان چھوڑ جاؤ گے اُن کا یہ حال ہوگا کہ روز بروز مفلس اور ذلیل و خوار ہوں گے۔ جیل خانے اُن سے بھر جائینگے۔ اے ہندؤو اور مسلمانوں۔ اگر مرنے کے بعد روح قایم رہتی ہے تو مرنے کے بعد یہ حالت دیکھکر تمہاری پاک روحیں گھاٹوں اور قبروں پر تڑپیں گی۔ تربیت کے ساتھ ادب کا ذکر بھی بیجا نہ ہوگا۔ میں مسلمان ہوں کُل مسلمانوں کو یہی خیال ہوگا جو مَیں ابھی بیان کروں گا۔ ہندو صاحبوں سے بھی مجھے بہت دوستی ہے اُن کے بہت سے عمدہ خاندانوں کو میں جانتا ہوں۔ یہ سب ادب کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کوئی شخص اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ ادب عزت کا باعث ہے۔ ایک پُرانے شاعر کا قول ہے۔ ؎

ادب تاجیست از لطف الٰہی ❊ بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

لیکن میں تفتیش کرنا چاہتا ہوں اور بقدر اپنے خیال کے اس کو بیان کروں گا کہ ادب کیا چیز ہے۔ ہمارے یہاں ادب کے معنی یہ ہیں کہ لڑکا اپنے بزرگوں کے ڈر کے مارے سچی بات زبان سے نہ نکال سکے۔ جھک جھک کے بلا ضرورت سلام پر سلام کرے۔ یہ ویسا ادب ہے جیسا ایک بندر والا بندر کو سکھاتا ہے کہ ٹانگ اٹھا کر کھڑا رہے۔ ہاتھ جوڑ کر گردن بھی جھکا کر سامنے آوے۔ اشارہ کے ساتھ ڈگڈگی پر چڑھ بیٹھے۔ ہمارے ملک میں جن بزرگوں کے ہاں کے لڑکے گھٹنے جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور نہایت جھک کے سلام کرتے ہیں اور اشاروں پر کام دیتے ہیں اُن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بہت ادب سکھایا گیا ہے مگر میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ادب نہیں ہے ایسے ادب دینے والوں کو اس بات کا خیال نہیں آتا کہ اولاد کے ایسے ادب سکھانے سے دلی جوش مر جاتا ہے اُن کی عادت ذلیل ہونے کی ہو جاتی ہے۔ اُن کی جرأت۔ دلیری اور شرافت کو کھو دیتی ہے۔ تربیت بُری باتوں سے بچنے کی ہونی چاہیئے۔ اندرونی قواء کے مارنے کی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکے اپنے باپوں کے سامنے اپنے جوشوں کو کام میں لاویں گے تو وے آیندہ کو باعث فخر ہونگے ہمارے ہاں بعوض اس کے کہ اُن کو صداقت اور آزادی رائے کی تعلیم ہو ہمکو جھوٹ بولنے کی عادت پڑتی ہے۔ زبان کھلنے کے ساتھ ہی جبکہ اُن کی زبانیں لکنت کرتی ہیں گالیاں سکھائی جاتی ہیں۔ اُن کی توتلی زبان کی گالیاں پیاری لگتی ہیں۔ جب بڑے ہو جاتے ہیں تو

دل کی سچائی ظاہر کرنے سے روکے جاتے ہیں - کیا کوئی انصاف سے یہ بات کہے گا۔ کہ یہ سچی تعلیم اور سچی تربیت ہے - صداقت آزادی سے سچی بات کہنے کی عادت اس سے پیدا ہو سکتی ہے - ہرگز نہیں - البتہ آزادی اور بے ادبی میں تمیز کرنا چاہیئے کہ یہ دو چیزیں ہیں اصلی ادب کے ساتھ آزادی کا کام میں لانا باعث فخر ہے - آپ لوگ یاد رکھیں کہ جو خیالات چھوٹی عمر سے دل میں بیٹھتے ہیں اُن کا نکلنا بہت مشکل ہے بلکہ نہیں نکلتے اور اسی سبب سے ہمارے ہاں کے لوگ جوان ہو کر بھی اکثر باتیں اپنے دلی خیال کے خلاف کہتے ہیں - یہ اُسی خراب تربیت کا نتیجہ ہے (چیئرز) - میں یہاں کی میونسپل کمیٹی کے ذی رتبہ اور عالی درجہ ممبروں کا حال نہیں جانتا مگر اکثر جگہ یہی دیکھا ہے کہ بجز حضور اور ہاں میں ہاں ملانے کے ممبر اور کچھ بھی نہیں کہتے پھر باہر جا کر یہ کہتے ہیں کہ یہ تجویز بہت خراب تھی مگر کیا کرتے کلکٹر صاحب کی بھی مرضی یہی تھی - یہ اسی بُری تربیت کا اثر ہے - اگر سچی آزادی کی تعلیم ہوتی تو کلکٹر کیا ویسرائے کے سامنے بھی یہ کہتے - مائی لارڈ آئی ایم ویری ساری آئی کانٹ اگری وِد یُور اکسلنسیز پرپوزل (چیئرز)۔

آپ لوگ مجھ کو معاف کیجیئے آزادی روکنے سے لوگ اولاد کے قوتوں کو مضمحل کر دیتے ہیں - خیر جو گذر گیا وہ گذر گیا - اب آیندہ نسلوں کا خیال کرنا چاہیئے - شاید یہ سچی باتیں بُری لگتی ہوں - مگر دلوں میں سوچیئے کہ یہ باتیں آپکی بھلائی اور آپ کی اولاد کی بھلائی کے لیئے کہی جاتی ہیں یا اور کسی غرض سے ۔

اے صاحبو - یہاں تک جو کچھ میں نے بیان کیا وہ حقیقت میں تعلیم اور تربیت ہی کے متعلق تھا مگر مجھ کو ایک امر میں اور بھی کہنا ہے آپ خیال کرینگے کہ دنیا میں جو امور ہوتے ہیں وہ ایسے پیچ در پیچ ہیں کہ بٹے ہوئے رسّوں کے پیچ کی طرح آپس میں لپٹے ہیں - اگر ان کو کھولو گے تو تمام لڑیں ٹوٹ جائینگی - تمام تربیت اور تعلیم کے ساتھ ایک اور بڑا مسئلہ ہے جسکے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے اور اُسکی ہندوستان میں سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ باہمی اتحاد ہے (چیئرز)۔

اے صاحبو - عقلمند شخص جو خدا پر یقین رکھتا ہے اُسکی یہی خواہش ہوگی کہ اُسی طریقہ پر چلیں جو خدا کی مرضی ہے - اب ہندوستان میں دیکھنا چاہیئے کہ خدا کی مرضی باہم کس طرح بسر کرنے کی ہے - صدیاں گذر گئی ہیں کہ ہندو اور مسلمان یہاں آباد تھے - چند سال سے خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ ایک تیسری قوم بھی یہاں آباد ہوئی - یہ تینوں قومیں اب یہاں آباد ہیں اور اب انھیں تینوں کا یہ ملک ہے - ان سب کو آپس میں اتفاق اور

دوستی پیدا کرنا چاہیئے۔ مذہبی خیالات کا جدا گانہ ہونا خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہوسکتا یہ کسی کا کام نہیں کہ سب کو ایک مذہب پر لے آوے۔ یہ تو وہ لوگ بھی نہیں کر سکے جو انبیاء علیہم السلام کے نام سے گذرے ہیں۔ مختلف مذاہب کے لوگ ہونے سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ باہمی اتفاق نہیں ہوسکتا۔ ایک باریک بات غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر انسان کی خلقت میں دو حصے ہیں۔ ایک عقیدہ جو دل سے متعلق ہے اسمیں دوسرے کی شرکت نہیں ہے۔ باپ کا عقیدہ بیٹے کے لیئے اور بیٹے کا باپ کے لیئے مفید یا مضر نہیں ہے۔ دوسرا حصہ انسانیت کا جو تمدنی حالتوں سے متعلق ہے جس کے سبب سے آپس میں ملنے ہمجنس سے دوستی کرنے باہم یگانگت اور اخلاص کا برتاؤ کرنے کی ضرورت ہے۔ ان دو حصوں میں خدا کا حصہ خدا کے لیئے مخصوص ہے اُس کے حصہ کو اُسی کے واسطے چھوڑ دو مگر جو حصہ انسانیت کا ہے اور جس کی وجہ سے ایک کا دوسرے کے ساتھ دوستی اور اخلاص کرنا ضروری ہے ایک کو دوسرے سے مانگنا چاہیئے۔ اگر تم اس باریک مسئلہ کو نہ سمجھو یا سمجھ سے زیادہ سمجھو تو میں تمکو ایک موٹی بات سے اسکو سمجھاؤں۔ جو لوگ اسوقت اس مجلس میں جمع ہیں وہ سب ملکر ایک کام کو کریں تو اچھی طرح سے ہوگا یا علیحدہ علیحدہ کرنیسے تعلیم کا بھی یہی حال ہے اور تجارت کا بھی یہی حال ہے۔ میں اپنے تمام ہندو اور مسلمان بھائیوں سے یہ کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں یہ امر ناممکن ہے کہ رایوں کا اختلاف دُور کردیا جاوے۔ آپس میں ایک دوسرے سے رشک وحسد نہ رکھے۔ باہم رنج وآزردگی نہ ہو یہ بھی خدا کا قانون ہے اسکو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ مگر جس چیز میں کہ سب کے اغراض متحد ہیں اُن میں سب کا ایک دل ہوجانا یہ کوئی انوکھی بات نہیں اس کی مثالیں اَور ملکوں میں موجود ہیں اس مُلک کے بھی کُل باشندوں کو مُلک کی بہتری کے لیئے ایک جان ہوکر کوشش کرنا چاہیئے اگر یہ نہ کروگے تو ہندو بھی ڈوبیں گے اور مسلمان بھی۔ ان دونوں کی حکومت کے وقت گذر گئے جو کچھ اُن وقتوں میں ہوا ہو۔ پنجاب میں ابھی سکھوں کی عملداری تھی وہ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ تمام انسان اُن کی تعریف کرینگے مگر کیا اُس میں ایسا امن تھا جیسا انگریزی عملداری میں ہے۔ یہ ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا امپرس آف انڈیا کے امن کا زمانہ ہے۔ اس میں متفق ہو کر جس طرح چاہو ترقی کر سکتے ہو جہاں تک ہم چاہیں اپنے تئیں پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ایسے زمانہ میں بھی ہم کوشش نہ کریں تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں کئی جگہ کہہ چکا ہوں کہ ہندوستان کے لیئے ناممکن ہے کہ ہندو یا مسلمانوں میں سے کوئی حاکم ہو اور امن قائم رکھ سکے۔ پھر یہی ہونا ہے کہ کوئی دوسری قوم ہمپر حکمراں ہو۔ جو قومیں اس وقت دنیا میں

حکومت کر رہی ہیں اُن میں یُورپ کی سلطنتیں بہت قوی اور اعلیٰ درجہ کی سمجھی جاتی ہیں ایشیا کی سلطنت کا حال مسلمان خوب جانتے ہیں کہ اُس عملداری میں مسلمانوں کو کس قدر آزادی مل سکیگی - جرمن اور فرانس جو اُس سے اعلیٰ گنی جاتی ہیں کیا وہ حکومتیں ہمکو اس سے زیادہ امن اور آزادی دیسکتی ہیں - ہرگز نہیں ہرگز نہیں - کیا ہندوستان کے لوگ رشیا سے کچھ بھلائی کی توقع رکھ سکتے ہیں - ہرگز نہیں ہرگز نہیں - پس ہملوگوں کو چاہئیے کہ ایسے امن کے وقت کو ہاتھ سے نہ دیں اور جو کچھ کرنا ہے کریں - جب یہ امکان میں نہیں ہے کہ ان دو قوموں میں سے کسی کی حکومت ہو اور کوئی ایسی حکومت نظر نہیں آتی جس میں امن اور آزادی اس سے زیادہ ہمکو مل سکے تو ہمکو اِس زمانہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے اور پیچھے نہ رہنا چاہیئے +

۳۵

ترجمہ ایڈریس

منجانب انڈین ایسوسی ایشن لاہور

بخدمت جناب آنریبل سید احمد خاں بہادر۔ سی۔ ایس۔ آئی

آنریبل سر۔ ہم ممبران انڈین ایسوسی ایشن لاہور اپنے شہر میں آپکی تشریف آوری پر اپنی بہترین خواہشوں اور نہایت عمدہ خیالات کے ساتھ آپکو ویلکم دیتے ہیں *

جو عمدہ کوششیں آپنے ہندوستان کے مسلمان باشندوں کی حالت کی اصلاح اور اُن کے درمیان علم اور روشنضمیری کی برکتوں کے پھیلانے کے واسطے کی ہیں اور جو نمایاں کامیابی آپنے اس باب میں حاصل کی ہے اُس کے لحاظ سے آپ ہمارے ملک کے مشہور و معروف شخصوں میں سے نہایت ممتاز اور نیکنام ہیں اور آپ واجبی طور پر رعایائے ہندوستان کے تمام فرقوں کی طرف سے قدر و منزلت اور احسانمندی کے مستحق ہیں ہماری ایسوسی ایشن جس میں اس صوبہ کے تمام اقوام اور مذاہب کے لوگ شامل ہیں نہایت خوشی سے آپکی اُن اعلےٰ درجہ کی خدمتوں کی تصدیق کرتی ہے جو آپنے عوام کے حق میں کی ہیں اور اُن فایدوں کی نسبت اپنی قدرشناسی ظاہر کرتی ہے جو آپنے ملک کو پہنچائے ہیں *

آپ کے خیالات کی وسعت اور آپ کا فیاضانہ برتاؤ جو آپ نے اپنے خاص ہم مذہبوں کے علاوہ اَور فرقوں کے ساتھ کیا ہے آپ کے عام طریقہ کارروائی کی کچھ کم مشہور و معروف صفت نہیں ہے۔ آپ کا برتاؤ ابتدا سے انتہا تک تعصب یا خودرائی کے دھبہ سے بالکل مبرا رہا ہے۔ جو عمدہ تعلیمی انسٹیٹیوشن آپنے علیگڈھ میں قایم کیا ہے اُسکے فایدوں سے ہندو اور مُسلمان دونوں برابر مستفیض ہو سکتے ہیں ہمارے بدقسمت ملک میں خفیف مذہبی اور قومی خصومتوں کی وجہ سے اسقدر تفرقہ پڑا ہوا ہے اور اُسکو زمانہ گذشتہ میں قومی اور مذہبی تنازعات کے باعث سے اس قدر نقصان پہونچا ہے کہ آپ جیسے کشادہ دل اور فیاضانہ خیالات رکھنے والے شخص کا یہاں تشریف لانا اس وقت پر ایک خاص مبارکبادی کا باعث ہے خدا کرے کہ آپ عرصۂ دراز تک زندہ رہیں تاکہ آپ مسلمانوں اور ہندوؤں کو برابر تلقین علم کر سکیں اور اُن کے دلوں سے تعصب اور خودرائی کو بیخ و بنیاد سے دُور کر کے برادرانہ اتحاد کے مستحکم رشتوں میں

اُن کو باہم ملا سکیں ۔

ہندوستان کی قانونی کونسل میں جو آپ نے نہایت منفعت بخش کارروائی کی اُس کی نسبت یہاں صرف سرسری طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے اور آپ جو اُس زمانہ میں جبکہ آپ مجلس مذکور میں کام کرتے تھے بے طرفدارانہ طور پر تمام فرقوں کی بہبودی کی فکر رکھتے تھے اور قومی خیالات کو دلیری اور راست بازی کے ساتھ اور بڑی سرگرمی کے ساتھ قومی مطالب کا خیال رکھتے تھے اُس کے لحاظ سے آپ ہماری طرف سے اور ہمارے ہموطنوں کی طرف سے دلی احسانمندی کے مستحق ہیں ۔

اب ہم پھر لاہور کو آپکے تشریف لانے پر آپکو مُبارکباد دیتے ہیں اور یہ اُمید کرتے ہیں کہ آپ کی ملاقات کی خوشی اکثر نصیب ہوا کرے اور آپ کو اپنی عمدہ کوششوں میں کامیابی حاصل ہو ۔

ہم ہیں
آپ کے تابعدار

(دستخط) دیال سنگھ ۔ پریزیڈنٹ
(دستخط) جوگندر چندر بوس ۔ ایم اے ۔ بی ایل وکیل عدالت ہائی کورٹ کلکتہ
(دستخط) رام نراین وکیل ہائی کورٹ اضلاع شمال و مغرب آنریری سکرٹری
(دستخط) غلام حسن ۔ آنریری مجسٹریٹ
(دستخط) رحیم خاں ۔ خان بہادر آنریری سرجن
(دستخط) گوپال داس ۔ سپرنٹنڈنٹ عدالت چیفکورٹ
(دستخط) ایدلجی کوا جی ۔ جبا والہ سوداگر
(دستخط) سوسی بھوشن مکرجی ایم اے ۔ بی ایل پروفیسر لاہور کالج
(دستخط) برج لال گھوس ۔ رائے بہادر اسسٹنٹ سرجن ٹیچر میڈیکل کالج
(دستخط) حاجی غلام حسن ۔ فیلو پنجاب یونی ورسٹی
(دستخط) سید فضل شاہ ۔ ممبر میونسپل کمیٹی
(دستخط) کالی پرسنو رائے ۔ ایم اے ۔ بی ایل ۔ وکیل عدالت ہائیکورٹ کلکتہ
(دستخط) پروتُل چندر چترجی ایم اے ۔ بی ایل ۔ وکیل عدالت ہائی کورٹ کلکتہ
(دستخط) یوسف شاہ ۔ میونسپل کمشنر امرتسر
(دستخط) پنڈت امرناتھ مترجم اوّل عدالت چیف کورٹ پنجاب

(دستخط) امرت لال رائے ۔ بی اے ۔ بی ایل ۔ وکیل عدالت چیفکورٹ لاہور
(دستخط) رام گوپال بوس اکونٹنٹ ایلائنس بنک لمیٹڈ شملہ
(دستخط) گینڈا مل میڈ کلارک میڈیکل کالج
(دستخط) پیارے لال وکیل

سید صاحب کا جواب

جناب پریزیڈنٹ و ممبران انڈین ایسوسی ایشن ۔ جو مہربانی اور عزت آج آپ نے میری نسبت اس ہال میں اس ایڈریس کے پیش کرنے سے ظاہر فرمائی ہے اُس کے لیئے مَیں دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ مجھ کو اس بات کے معلوم ہونے سے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ کی ایسوسی ایشن میں تمام فرقوں اور قوموں کے لوگ شامل ہیں یہ امر صرف خوشی کا ہی باعث نہیں ہے بلکہ اس اتفاق سے اُس میں ایک روشنی کی جڑھ پائی جاتی ہے جس سے یہ اُمید ہوتی ہے کہ ہمارا پیارا ہندوستان اب بھی ترقی کرنے کے لایق ہے۔
میرے دوستو ۔ میں اُس فخر کے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا ہوں جو مجھکو انڈین ایسوسی ایشن کی جانب سے اس ایڈریس کے پیش کیئے جانے پر حاصل ہوا ہے ۔ اگر میری یاد صحیح ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ اس ایسوسی ایشن کو ایک ایسے شخص نے قایم کیا تھا جس کے نام کی عزت ہندوستان کے تمام فرقوں کو بلا لحاظ قوم اور ذات یا جائے سکونت کے کرنی چاہیئے یعنی سر رندار ناتھ یا نرجی نے ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس ایڈریس نے جو اس ایسوسی ایشن نے مجھ سے ناچیز شخص کو دی ہے جس کا بانی ایسا بڑا شخص تھا آج مجھ کو اس قسم کی عزت بخشی ہے جس کو مَیں جب تک زندہ ہوں ہرگز نہیں بھولنے کا ۔
میرے دوستو ۔ آپ مجھ کو معاف فرماوینگے اگر میرا یہ خیال غلط ہو کہ اس ایسوسی ایشن میں جو تمام فرقوں اور مذہبوں کے لوگوں سے مرکب ہے بیشتر بنگالی شامل ہیں (اس مقام پر ایسوسی ایشن کے ایک ممبر نے یہ اشارہ کیا کہ اس ایسوسی ایشن میں بیشتر پنجاب کے باشندے شریک ہیں تو اسپیکر نے کہا کہ مجھ کو افسوس ہے کہ یہاں مجھ سے غلطی ہوئی اور پھر اپنی گفتگو کو اس طرح پر جاری رکھا) اچھا اگر اس ایسوسی ایشن میں بیشتر پنجاب کے باشندے شریک ہیں تو بھی میں یہ بات کہتا ہوں کہ یہ روشنی اُنہی شخصوں نے پھیلائی ہے جن کو میں نے بنگالیوں کے نام سے تعبیر کیا ہے ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں صرف بنگالی ہی ایسی قوم ہیں جن پر ہم واجبی طور پر فخر کر سکتے ہیں اور یہ صرف اُنہیں کی بدولت ہے کہ علم اور آزادی اور

حبِ وطنی کو ہمارے ملک میں ترقی ہوئی ہے ۔ میں صحیح طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ بالیقین ہندوستان کی تمام قوموں کے سرتاج ہیں ؛

میرے دوستو ۔ آپ نے اپنی ایڈریس میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ کا ذکر کیا ہے مجھ کو افسوس ہوگا اگر کوئی شخص یہ خیال کرے گا کہ یہ کالج ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرنے کی غرض سے قایم کیا گیا ہے ۔ خاص سبب جو اس کالج کے قایم کرنے کا ہوا یہ تھا جیسا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ بھی واقف ہیں کہ مسلمان روز بروز زیادہ تر ذلیل اور محتاج ہوتے جاتے تھے ۔ اُن کے مذہبی تعصبات نے اُن کو اُس تعلیم سے فایدہ اُٹھانے سے باز رکھا تھا جو سرکاری کالجوں اور مدرسوں میں مہیا کی گئی تھی اور اسی وجہ سے یہ امر ضروری خیال کیا گیا کہ اُن کے واسطے کوئی خاص انتظام کیا جاوے ۔ اُسکی مثال اس طرح پر دی جاسکتی ہے فرض کرو کہ دو بھائی ایسے ہیں جن میں سے ایک بالکل طاقتور اور تندرست ہے اور دوسرا بیمار ہے اور اُسکی تندرستی زوال پر ہے ۔ پس اُس کے تمام بھائیوں کا یہ فرض ہوگا کہ اُس بیمار بھائی کی صحت کی تدبیر کریں اور اُس کو مدد دیں ۔ یہی خیال تھا جس نے مجھ کو محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے قایم کرنے پر آمادہ کیا مگر میں اس بات کے بیان کرنے سے خوش ہوں کہ اس کالج میں دونوں بھائی ایک ہی سی تعلیم پاتے ہیں کالج کے تمام حقوق جو اُس شخص سے متعلق ہیں جو اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے بلا کسی قید کے اُس شخص سے بھی متعلق ہیں جو اپنے تئیں ہندو بیان کرتا ہے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ذرا بھی امتیاز نہیں ہے صرف وہی شخص انعام کا دعویٰ کرسکتا ہے جو اپنی سعی و کوشش سے اُس کو حاصل کرے ۔ اس کالج میں ہندو اور مسلمان دونوں برابر وظیفوں کے مستحق ہیں اور دونوں کی نسبت بطور بورڈر کے یکساں طور پر سلوک کیا جاتا ہے ۔ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مثل اپنی دو آنکھوں کے سمجھتا ہوں ۔ اس کہنے کو میں بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ لوگ علی العموم یہ فرق قرار دیں گے کہ ایک کو داہنی آنکھ اور دوسری کو بائیں آنکھ کہینگے مگر میں ہندو اور مسلمان دونوں کو بطور ایک آنکھ کے سمجھتا ہوں ۔ اسے کاش میرے صرف ایک ہی آنکھ ہوتی کہ اُس حالت میں میں عمدگی کے ساتھ اُن کو اُس آنکھ کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ؛

آپنے اپنی ایڈریس میں میری اُن خدمتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو میں نے اس زمانہ میں انجام دی تھیں جبکہ مجھ کو قانونی کونسل کے ممبر ہونے کی عزت حاصل تھی ۔ میں اس بات کے کہنے سے باز نہیں رہ سکتا ہوں کہ مجھ کو پورا یقین ہے کہ مجھ سا شخص ہندوستان کی قانونی کونسل کی ممبری اور جو بڑی جوابدہی اُس ممبری سے متعلق ہے اُس کو اپنے ذمہ لینے کے لایق نہ تھا ۔ میں خود اُن مشکلات سے واقف تھا جو میرے راستہ میں حایل تھیں مگر باوجود اسکے میری یہ دلی تمنا

تھی کہ میں اپنے ملک اور اپنی قوم کی وفاداری کے ساتھ خدمت کروں۔ لفظ "قوم" سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے یہی وہ معنی ہیں جن میں میں لفظ نیشن (قوم) کی تعبیر کرتا ہوں میرے نزدیک یہ امر چنداں لحاظ کے لایق نہیں ہے کہ اُن کا مذہبی عقیدہ کیا ہے کیونکہ ہم اسکی کوئی بات نہیں دیکھ سکتے ہیں لیکن جو بات کہ ہم دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سب خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ایک ہی سرزمین پر رہتے ہیں۔ ایک ہی حاکم کے زیر حکومت ہیں۔ ہم سب کے فایدہ کے مخرج ایک ہی ہیں۔ ہم سب قحط کی مصیبتوں کو برابر برداشت کرتے ہیں۔ یہی مختلف وجوہات ہیں جن کی بنا پر میں اُن دونوں قوموں کو جو ہندوستان میں آباد ہیں ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہوں کہ "ھندو" یعنی ہندوستان کی رہنے والی قوم۔ جس زمانہ میں میں قانونی کونسل کا ممبر تھا تو مجھ کو خاص اسی قوم کی بہبودی کی دل سے فکر تھی۔ مجھ کو اس بات سے نہایت مسرت ہوتی ہے کہ آپ میری ناچیز خدمتوں کی اسقدر وقعت کرتے ہیں اور اب میں اخیر پر خدا تعالےٰ سے یہ دُعا مانگتا ہوں کہ وہ ہماری قوم کو جس کی تعریف میں نے ابھی بیان کی ہے علمی ترقی عطا فرمائے جسکے ذریعہ سے ہماری قوم اور ہمارے ملک میں روشنی پھیلے اور آپ کی ایسوسی ایشن کی کوششوں کو کامیاب کرے اور نیز آپکی تمام کوششوں اور کاموں میں آپکا معاون ہو (چیئرز بڑے زور سے)"

۳۶

تقریر جو انجمن اسلامیہ پنجاب کے ایڈریس کے جواب میں ۳- جنوری ۱۸۸۴ء کو بمقام لاہور کی

جناب صدر انجمن اور ممبران مجلس اسلامیہ لاہور—

مجھ کو اس حیثیت سے کہ میں بھی ایک مسلمان ہوں اپنے بھائی مسلمانوں کی انجمن کی طرف سے آج اس ایڈریس کے پیش ہونے سے جو عزت اور افتخار حاصل ہوا اُس کو بیان نہیں کرسکتا بجز اس کے کہ میں آپ سب ممبروں اور پریسیڈنٹ کا شکریہ ادا کروں اور کچھ نہیں کرسکتا۔ مگر افسوس ہے کہ میری زبان اُس شکریہ کے ادا کرنے میں بھی قاصر ہے آپ نے اپنے ایڈریس میں میری پچھلی تصنیفات کا کچھ ذکر کیا ہے وہ میری تصنیفات اس سے زیادہ کچھ رتبہ نہیں رکھتی تھیں جو ایک طالب علم اپنے زمانہ طالب علمی میں اپنے کچے علم اور کچی زبان میں کچھ لکھتا ہے لیکن آپ نے اُس کی بھی قدر کی ہے اُس کا بہت شکر گزار ہوں ہاں ان تصانیف میں ایک ایسی کتاب کا ذکر ہوا ہے جس کی نسبت بالتخصیص کچھ کہنا چاہتا ہوں — وہ کتاب آثار الصنادید ہے جس میں دلی کی پرانی عمارات کا عالی شان مکانات کا اور اُن کے کتبوں کا ذکر ہے۔ یہ وہ یادگاریں ہیں جو ہمارے بزرگوں نے بنائی تھیں جن سے اُن کی شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی مگر اس زمانہ میں وہ سب افسوس اور حسرت کی نگاہوں سے دیکھنے کے لائق ہیں کہ ہم لوگ ایسے ناخلف ہوئے کہ اُن کو قایم نہ رکھ سکے اور اُن کو مٹا دیا۔ مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں کے اُن ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں کو دیکھیں گے اور روئینگے کہ اُس دارالسلطنت میں جہاں سالہا سال مُسلمانوں نے شاہنشاہی کی وہاں مُسلمانوں کے پاس حسرت اور افسوس کے سوا اَور کچھ باقی نہیں تمام خانوادے برباد ہوگئے۔ اب وہاں بجز "کہنہ دیوارہائے لنبیدہ و اُستخوان ہائے بزیر زمین بوسیدہ" اَور کچھ نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ زمانہ کے انقلاب سے یہ سب چیزیں ہوجاتی ہیں۔ مگر ہماری قوم کے لوگ اگر اُسکو توجہ سے پڑھیں گے تو اُس سے عبرت پکڑیں گے۔ اگر اس قدر بھی ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت وصول ہوئی۔ آپ نے اُس رسالہ کا بھی ذکر کیا ہے جو غدر کے حالات پر میں نے لکھا تھا اس سبب سے کہ میں بھی ہندوستان کا باشندہ ہوں

میں نے خیال کیا تھا کہ جو غلط خیال ہمارے حاکموں کے دلوں میں اُس خراب زمانہ کی نسبت جم گئے تھے اُن کو مٹاؤں اور سچے واقعات ظاہر کروں۔ گورنمنٹ کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ سچے واقعات ظاہر کیے جاویں۔ جہاد کا مسئلہ جو میں نے لکھا اُس کو بھی میں نے اپنے خدا کا فرض ادا کرنا اپنے پر فرض سمجھکر لکھا تھا۔ میرے عقیدہ میں مذہب اسلام دغابازی اور فریب کا وسیلہ یا لوٹیرے پن کا حیلہ نہیں ہے۔ اُس کا سچا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے حاکم کے جس کی امن میں رہتے ہیں اور امن میں زندگی بسر کرتے ہیں اُس کے سچے خیر خواہ رہیں۔ میری رائے میں یہ اصول مذہب اسلام کا ہے گو کہ میرے کسی نااہل ہندوستانی یا میرے کسی ناواقف یورپین دوست کو اُس سے مخالفت ہو (چیئرز)۔

میرے سفر انگلستان کا جو کچھ آپ نے ذکر کیا اُس کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ملکوں کا دیکھنا خاص کر ایسے ملکوں کا جہاں سے روشنی پھیلتی ہے جو تہذیب کے گھر ہیں انسان کے واسطے خود اور جس ملک میں وہ رہتا ہو اُس ملک کے واسطے بھی مفید ہے (چیئرز)۔

ہم لوگ جو گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ میں آباد ہیں اُن کو اُس وقت تک ترقی نہیں ہو سکتی جب تک ہم انگلش نیشن کے عادات اور حالات سے خوب واقف نہ ہوں۔ اسی خیال سے میں نے ولایت کا سفر اختیار کیا تھا اور اس غرض سے کہ اَور مربیوں کو اپنی اولاد کے بھیجنے کی ترغیب ہو اپنے لڑکوں کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ جو کچھ میں نے خیال کیا تھا اُس کا نتیجہ اچھا ہوا۔ اس وقت لنڈن میں ستائیس اٹھائیس مسلمان تعلیم پاتے ہیں اور اُمید ہے کہ یہ جماعت روز بروز بڑھتی جائے گی۔ مسلمانوں میں انگلستان جانے کی نسبت جو تعصبات مذہبی تھے وہ اب نہیں رہے ہیں یا بہت کم ہو گئے ہیں۔ جو لوگ لڑکوں کو بلحاظ اُن کے چال چلن کے یورپ بھیجنے سے ڈرتے ہیں یا جو لوگ ہندوستانیوں کو ڈراتے ہیں میں اُن کی رائے سے متفق نہیں ہوں بلکہ میں اُن کو ہندوستانیوں کا خیر خواہ یا دوست نہیں سمجھتا ہوں۔ مدرستہ العلوم جن ضرورتوں سے قایم ہوا اُس کو آپ خوب جانتے ہیں اور ابھی ایک ایڈریس کے جواب میں میں اُس کا بیان کر چکا ہوں۔ اب دوبارہ اُس کے اسباب بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا مگر ایک بات اپنی قوم اور ہم وطن بھائیوں بلکہ سب سے کہتا ہوں کہ جس قدر آپ نے اُس کی قدر کی ہے اور جیسے نیک خیال اُس کی نسبت ظاہر کیے ہیں وہ بڑی قدر کے قابل ہیں مگر باوجود ان خوبیوں کے وہ ابھی تک ناتمام ہے جب تک وہ پورا نہ ہو لے اور اسقدر سرمایہ نہ ہو جاوے جو تمام مصارف کو کافی ہو

اور تمام ترقی کے وہ سامان اُس میں موجود نہو جائیں جس کے لیئے وہ بنایا گیا ہے تب تک وہ ادھورا ہے - جب وہ پورا تیار ہو جاوے گا تب وہ اُس قدر مفید ہوگا جیسا کہ آپ نے خیال کیا ہے پس ہم سب کو لازم ہے کہ اُس کے پورا ہونے کی خدا سے التجا اور اپنی جانب سے اُس کی تکمیل کے لیئے کوشش کریں - سول سروس فنڈ کا بھی آپ نے ذکر کیا ہے یہ ایک ایسا امر ہے جس پر مسلمانوں کو زیادہ توجہ کرنی چاہیئے - ہمکو بہت خوشی اور بڑا افتخار ہے کہ ہمارے ہندو بھائیوں نے اُس میں بہت کچھ کوشش کی ہے اُن میں بہت سے لوگ اپنا روپیہ صرف کرکے سول سروس میں شامل ہونے کو ولایت گئے ہیں اور بہت اپنے دوستوں کی مدد سے - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت ایک درجن ہمارے ہموطن ہندو بھائی سول سروس کے ممبر ہیں اور ضلع کے افسر اعلے اور اُس سے بڑھکر سشن جج کے منصب اعلے پر ممتاز ہیں کوئی شک نہیں ہے جب تک کوئی قوم اپنے ملک کی حکومت میں شریک نہ ہو تب تک وہ پوری عزت نہیں حاصل کرسکتی - ہندؤں کی یہ کوشش بہت تعریف کے قابل ہے مگر اُن کو یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ اُنھوں نے پورا کام کرلیا اُن کو بھی ابھی اور کوشش کرنی چاہیئے جس سے بہت سے لوگ ہمارے ملک کے ملکی انتظامی کاموں کے ممبر ہو جائیں چند دھوکے یا سوانگ کے سویلین جو ہندوستان میں مقرر کیئے گئے ہیں اُن سے ملک کو عزت یا ترقی نہیں حاصل ہوسکتی - میں قبول کرتا ہوں کہ ہمارے ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر گورنمنٹ کسی قسم کے عہدے ہندوستانیوں کے لیئے تجویز کرے اور وہ کیسے ہی مناسب یا نامناسب ہوں اُن کے اختیار کرنے کو بہت لوگ مل جاوین گے کیونکہ اُن کو ضرورت اور حاجت نے مجبور کر رکھا ہے لیکن اگر ہمارے ملک کے لوگ ایسے جوانمرد اور صابر ہوتے کہ وہ کیسی ہی مشکلوں میں پھنسے ہوئے ہوتے اور بھوکوں کے مارے مرتے ہی ہوتے اُس وقت بھی اگر انڈین سول سروس جو ہندوستان میں مقرر ہوئی ہے اُس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تو البتہ میں سمجھتا کہ قوم عالی حوصلہ ہے یہ بھی میں جانتا ہوں کہ یہ بات کہنی آسان ہے مگر کرنی بہت مشکل ہے - اے دوستو کوئی عہدہ گو کہ وہ کیسا ہی ذلیل ہو اختیار کرنا کچھ زیادہ ذلت کی بات نہیں ہے - بڑی ذلت ایسے عہدہ کے اختیار کرنے میں ہے جس میں اُس عہدہ کے مناسب یا اپنے ہمسر عہدہ داروں کی مانند اُس میں عزت نہ ہو اور یہ بات اُس وقت تک حاصل نہیں ہونے کی جب تک ہم خود ولایت جاکر اور عزت سے امتحان پاس کرکر سول سروس کے عہدے نہ حاصل کریں گے + (چیئرز) +

میری کونسل کی خدمتوں کا جو آپ نے ذکر کیا اُس سے میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے

میری خدمتوں کی قدر کی۔ آپ لی اس ایڈریس میں کسی قدر اُس اختلاف کا بھی ذکر ہے جو ہمارے مُسلمان بھائیوں نے نہ کہ ہندوؤں نے ان نیک کوششوں میں کیا۔ آپکو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر ہماری قوم کی ایسی حالت نہ ہوتی تو ہمکو ایسی کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ مجھکو عیسائی ہندو۔ جولاہا۔ چمار۔ سب کے سامنے اپنی ذلیل قوم کی بھلائی کیواسطے کیوں ہاتھ پھیلانا پڑتا مُجھ کو اُس مخالفت کی کچھ پرواہ نہیں ہے جس کا اندازہ مَیں نے پہلے ہی کر لیا تھا اور نہ اُس کی پرواہ کرنی چاہیئے۔ مُجھ کو اُس مخالفت سے کچھ افسوس نہیں ہے بلکہ میں اُس مخالفت سے بہت خوش ہوں۔ یہ خوشی اس لیئے ہے کہ میں نے یہ کوشش دین میں یا دنیا میں کسی صلہ پانے کی اُمید پر نہیں کی ہے۔ میرا قدرتی جوش اس کا مقتضی تھا کہ میں اپنی قوم کی بھلائی کے لیئے کوشش کروں۔ جُوں جُوں لوگ گالیاں دیتے ہیں۔ جُوں جُوں تکلیف دیتے ہیں۔ جُوں جُوں بُرا کہتے ہیں۔ میرا جوش بڑھتا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ نہیں سمجھتے (بہت زور سے چیئرز)۔

۳۷

ایڈریس انجمن اسلامیہ گجرات

بعالی خدمت آنریبل جناب مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر

سی۔ ایس۔ آئی۔ فخر اسلام۔ حامیٔ قوم۔ بانیٔ

مدرسۃ العلوم علیگڈھ

ہم ممبران انجمن اسلامیہ گجرات کُل ممبران انجمن کی طرف سے نیابتاً خدمت اقدس میں نہایت عجز و انکسار سے اس ایڈریس کے پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ انجمن آپ کی اُن تمام کوششوں کا جو آپ ہمیشہ قوم کی اصلاح و بہبودی کے لیئے فرماتے ہیں تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ ہم خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر بجالاتے ہیں جس نے ایسے وقت میں جبکہ قوم کی ناؤ ادبار کے بھنور میں پھنسی ہوئی تھی۔ علم سے ناآشنا تھی تعصب کے دریا میں غرقاب تھی۔ آپ جیسے ناخدا کو اس کشتی کے گرداب سے نکالنے اور اہل کشتی کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیئے پیدا کیا۔ آپ کی اُن مساعی جمیلہ نے ہماری مردہ قوم میں نیشنیلیٹی کی ایک نئی جان ڈالدی۔ مدت سے مہذّب قومیں ہمکو نیم وحشی اور نامہذّب کہتی تھیں اور ہم اُن کے ایسے الفاظ پر کچھ توجہ نکرتے تھے۔ اب ہم سمجھنے لگے ہیں کہ ہم کس حالت ابتر میں پڑے تھے اور اُس سے نکلنے کے کیا وسائل ہیں۔ آپ نے نہ صرف وہ وسائل زبانی بتائے بلکہ نہایت احسن طور پر مہیّا بھی کردیئے۔ **محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ** آپ نے ایسا عالیشان دار العلوم بنا دیا جسکو قوم کے لیئے تمام ترقیوں کی بنا اور تمام کمالات کی بُنیاد تصور کرنا چاہیئے بالتخصیص ہم آپکی اُن مساعی جمیلہ کا ذکر کرنا بھی نہایت ضروری سمجھتے ہیں جو مذہب اسلام کے حقایق و معارف کے ظاہر کرنے میں دکھلائے ہیں۔ ہم یہ بات بُھول نہیں سکتے کہ ہماری قوم جو حقیقت میں مختلف النسل قوموں کا مجموعہ ہے صرف مذہب اسلام کے ہی رشتہ سے ایک قوم کہلاتی ہے مذہب اسلام کے ہی ذریعہ سے مُسلمانوں نے نہایت اعلےٰ درجہ کی ترقی حاصل کی تھی اور اب اپنی بدبختی اور نالایقی کے سبب سے مذہب اسلام کو ایک ایسی چیز بنا دیا ہے جو بلا مبالغہ ہماری تمام خرابیوں کی جڑ اور تمام بدیوں کی بنیاد کہا جاسکتا ہے۔ مگر آپ نے اپنی کمال

تحقیق سے دنیا پر یہ بات روشن کر دی کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو علوم کی روشنی کا خوب مقابلہ کر سکتا ہے۔ اگر نظر تحقیق سے دیکھا جاوے تو علم سے۔ عقل سے۔ فطرت سے۔ تجربہ سے اور ہر طرح سے سچا ہی سچا ہے۔ اس بات میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے تمام تنزل و بربادی کا اصلی سبب صرف یہی تھا کہ ہمنے اپنی ناسمجھی سے مذہب و معاشرت کو جو بالکل اور بالاستقلال علیحدہ علیحدہ شئے ہیں ایسا خلط ملط کر دیا تھا کہ اُن میں کوئی تمیز باقی نرہی۔ اور ایک سے نکلنا بغیر دوسرے سے خارج ہونے کے محض ناممکن ہوگیا جس سے کہ ترقی معاشرت کا رستہ بالکل مسدود ہوگیا۔ اب یہ عقدہ امتیاز صدہابرس کے بعد آپ نے ہی حل کر دکھلایا کہ جس سے ہمنے مذہب و معاشرت کو جُدا جُدا سمجھا۔ اور حدیث "انتم اعلم" کی رمز کے سمجھنے کے آپ ہی مصداق ہوئے اور اسلام کے دریا کو اپنے اصلی بہاؤ پر لانے اور قوم کو اُسی عروج و ترقی کے مدارج پر پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا شہر ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اور بلحاظ علم و فضل کے اس قابل نہیں ہے کہ آپ کی بیش بہا قومی خدمات کی پُورے طور سے قدر کر سکے یہ صرف آپکی کوشش اور اسلام کی برکت ہے جو نور اسلام رفتہ رفتہ ہر چھوٹے بڑے شہر میں آفتاب کی روشنی کی طرح پھیلتا جاتا ہے۔ آخر میں ہم اس ایڈریس کو اس دُعا پر ختم کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ آپ جیسے ہادی حقیقت حامی قوم کا سایہ ہمارے سروں پر دیر تک قایم رکھے تاکہ نور اسلام آپ کی بدولت مُلکوں۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں پھیلے۔ آمین ثم آمین ٭

شیخ غلام محمد سکرٹری۔ شیخ فضل کریم اسسٹنٹ سکرٹری۔ شیخ غلام حیدر ممبر۔ ماسٹر محمد عبدالعزیز ممبر۔ شیخ میراں بخش۔ چراغ دین۔ نور احمد۔ شیخ محبوب علی ٭

سیّد صاحب کا جواب

اے بزرگان و برادران ساکنان گجرات ۔

آپ نے جو اس دور دراز مقام سے سفر کر کے یہاں تشریف لانے کی تکلیف گوارا کی اور ایک اڈریس مجلس اسلامیہ گجرات کی طرف سے میرے سامنے پیش کی اس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اس وقت کہ میں نے پنجاب کے مختلف اضلاع میں سفر کیا تو لوگوں نے میری وہ عزت کی جس کے لایق مَیں نہ تھا مجھکو اُن اڈریسوں سے جو مختلف مقاموں میں مجھ کو دی گئیں اور اُن مہربانیوں سے جو ہر ایک مقام کے بزرگوں نے میرے ساتھ کیں بہت فخر حاصل ہوا ہے مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی اس اڈریس سے جو خوشی مجھے حاصل ہوئی ہے اور جو عزت اُس کے پیش ہونے سے میں اپنی سمجھتا ہوں وہ اُن سب سے زیادہ ہے

اور مقاموں میں میرے معزز عالی درجہ دوست موجود تھے اور میں خیال کرتا تھا کہ جو کچھ اُن مقاموں پر میری عزت کی گئی وہ صرف اُن بزرگوں کی محبت اور عالی حوصلگی کے سبب سے ہوئی جنہوں نے ایک شیشہ کے ریزے کو ہیرے کے مول پر خریدا لیکن گجرات ایک ایسا مقام ہے جس کے کسی شخص سے بھی میں واقف نہیں ہوں وہاں کے بزرگوں سے بجز اُخوت اسلامی جو بلاشبہ نہایت مستحکم رشتہ ہے اَور کسی طرح کا تعلق نہیں رہا ہے ہاں وہ میرے اِس وجہ سے مخدوم ہوں کہ میں اپنے تئیں تمام قوم کے خادم ہونے کے لائق ہونا خدا سے مانگتا ہوں۔ گو گجرات کے بزرگ میری آنکھ سے دُور ہوں مگر میرے دل سے دور نہیں۔ پس ایسے شہر سے جس کے ساتھ ظاہری تعلقات نہیں ہیں مجھ جیسے ناچیز کے لیئے ایک اڈریس کا آنا بلاشبہ نہایت عزت اور نہایت قدر اور سب اڈریسوں پر ترجیح دینے کے لایق ہے۔ بھائیو اس اڈریس کے سُننے سے ایک اَور بھی خوشی مجھے ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپنے میری ناچیز تحریروں کو ایسا سمجھا ہے کہ جن سے اسلام کی حقیقی پاکیزگی ظاہر ہوتی ہے۔ بلاشبہ اسلام ایسا ہی پاک ہے اور خدا سے اُمید ہے کہ ہمارے دل میں جس قدر کہ ہم اُسکی اصلیت پر غور کریں گے تو اُسکی پاکیزگی زیادہ منقش ہوتی جاویگی۔ مدت سے مَیں اِس خیال میں تھا کہ ہماری قوم کی یہ حالت ہوگئی ہے جیسے ایک بند پانی۔ نہ اُس میں اَور کسی طرف سے پانی آتا ہے نہ اُس میں خود حرکت ہے وہ روز بروز میلا اور گدلا ہوتا جاتا ہے مگر آپ کے تشریف لانے اور اِس اڈریس کے پیش کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مُسلمانوں میں اب ایک جوش پیدا ہوگیا ہے اور وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اُن میں کچھ نقص ہے۔ اب ہر جگہ سے اِسکی صدا آتی ہے کہ ہمکو کچھ کرنا چاہیئے یہ یقین مجھ کو آپ ہی کی اڈریس سے دلایا ہے اس لیئے مَیں خدا کا اور آپ کا شکر ادا کرتا ہوں (چیئرز)+

۳۸

لکچر "اسلام" جو یکم فروری ۱۸۸۴ء کو بمقام لاہور دیا گیا

اے برادران دینی —

آپ جو اِس وقت اِس غرض سے تشریف لائے ہیں کہ مذہب اسلام کے متعلق جو میرے خیالات ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کروں۔ اُس کے لیئے مَیں آپ کا شکر کرتا ہوں۔ جو احباب میرے خیالات کے سُننے کے مشتاق ہیں مجھے اُن کے سامنے اپنے خیالات کے بیان کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ مگر قبل اِس کے کہ مَیں اُن کو بیان کروں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مَیں ایک جاہل آدمی ہوں نہ مولوی ہوں نہ مُفتی اور نہ قاضی اور نہ واعظ۔ نہ میری یہ خواہش ہے کہ کوئی شخص گو وہ میرا کیسا ہی دوست ہو میرے خیالات کی پیروی کرے۔ میں رسولوں کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہیں سمجھتا کہ (اُن باتوں میں جو خدا اور بندوں کے درمیان دلی اور روحانی اُمور سے متعلق ہیں اور جس کو مذہب کہتے ہیں) وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اُس کی پیروی کریں۔ یہ منصب رسولوں کا تھا اور آخر کو جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جن کا ازلی مذہب خدا ابدالآباد تک قایم رکھے اور ضرور قایم رکھیگا کیونکہ جیسا وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے ختم ہوگیا (چیئرز) لیکن مَیں اپنے خیالات جو کچھ بیان کروں گا پہلے اُن کا منشا ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں یہ بات ہے کہ دنیا میں جب سے کہ وہ آباد ہوئی اور جب سے کہ خدا نے انبیاء و رُسل کے مبعوث کرنے کا سلسلہ قایم کیا اُس وقت سے آج تک دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی موجود ہیں۔ ایک وہ جنکی نسبت خدا نے فرمایا کہ جسکو مَیں چاہتا ہوں ہدایت کرتا ہوں۔ دوسرے وہ جن کی نسبت اُس نے اپنے رسُول سے کہا کہ تو جن کو ہدایت کرنی چاہتا ہے ہدایت نہیں کرسکتا تو کتنی ہی کوشش کر اپنی جان تک کیوں نہ کھودے وہ ایمان نہیں لانے کے۔ یہی دو قسم کے لوگ ہیں جنکی تصریح قرآن مجید سے پائی جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان لانے

> وَاللّٰہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔ انک لا تھدی من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین

یا ایمان لاتے ہیں خدا نے اُن کی خلقت طبیعت ۔ فطرت یا اُن کا نیچر ایسا بنایا ہے جسمیں ایمان لانے کا یا کافر ہونے کا مادہ موجود تھا یا موجود ہے ۔ کیونکہ جو چیز انسان کی فطرت میں ہے اُس میں تبدیل نہیں ہوسکتی اُس کا بدل دینا خود اُس انسان کی یا دوسرے انسان کی طاقت سے گو کہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو خارج ہے ‌•

یہ امر روزمرہ ہماری زندگی کے تمام کاموں میں پیش آتا ہے ۔ دنیا میں بہت سے ایسے امر پیش آتے ہیں جن کی صداقت کی دلیلیں ہم نہیں جانتے مگر دل میں از خود لاعلوم اسباب سے ایک ایسی بات پیدا ہوتی ہے جس سے اُسکی صداقت پر پورا یقین ہوتا ہے ۔ اسیطرح اسلام کی کیفیت ہے ۔ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی جو گذر گئے یا جواب موجود ہیں اور وہ بھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے ایسے تھے کہ اُن کا دل ہدایت اور ارشاد کو قبول کرتا تھا اور وہ اُسکی سچائی پر یقین کامل کرتے تھے گو کہ اُسکی صداقت کی دلیلوں سے اُن کو کچھ واقفیت تھی ۔ اس کا سبب یہی تھا کہ خدا نے اُن کے دل اس طرح کے بنائے تھے کہ وہ ذرا سی ہدایت سے صراط مستقیم کو مان لیتے تھے اُنکا دل اُس ہدایت کو قبول کرلیتا تھا اور وہ ایمان لے آتے تھے (چیئرز) ۔ خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اُسکی یہ رحمت اس زمانہ میں بھی ہزاروں ۔ لاکھوں ۔ کروڑوں مسلمانوں پر مبذول ہے کہ وہ لوگ دل سے اسلام پر یقین رکھتے ہیں گو کہ وہ اُس کی صداقت کے دلائل منطق و فلسفہ کے اصول پر نہیں جانتے ۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ جو لوگ بلا فلسفی دلیل و حجت کے اسلام پر یقین کرتے ہیں یا یقین رکھتے ہیں اُن کا ایمان اور اُن کا یقین نسبت اُن لوگوں کے جو دلیل و حجت فلسفہ سے اپنے عقیدہ کو مستحکم کرتے ہیں بہت زیادہ مستحکم ہے کیونکہ اُن کے دل میں کسی قسم کے شک و شبہ نے راہ نہیں پائی اور نہ راہ پانے کی اُس میں گنجایش ہے ۔ یہی لوگ اہل جنت ہیں جو سیدھے بہشت میں جاویں گے ۔ (چیئرز) ‌•

مجھ کو اپنے ملک کا ایک قصہ یاد ہے ۔ ہماری طرف رانگھڑ ایک قوم ہے جو کسی زمانہ میں مسلمان ہوگئی تھی ۔ اُن کے ہاں شاید جناب مولوی اسمٰعیل صاحب کے زمانہ سے پیشتر تک ہندؤں کی تمام رسمیں جاری تھیں ۔ دھوتی باندھتے تھے ۔ اُلٹے پردہ کا انگرکھا پہنتے تھے قاضی نکاح باندھتا تھا اور برہمن پھیرے پھرواتا تھا ۔ اور بھی بہت سی ہندؤں کی رسمیں اُن میں مروج تھیں ۔ اتفاق سے ایک مسلمان اُن کے ایک گانوں میں گذرا ۔ وہ پیاسا تھا پانی پینا چاہتا تھا ۔ اُس نے دیکھا کہ پانی بھرا ہوا ایک مٹکا رکھا ہے ۔ مگر اُسکو شبہ ہوا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا ہندو اور وہ پانی ہندؤں کا ہے یا مسلمانوں کا ۔ اسلیئے اُسنے پوچھا کہ

یہ پانی مسلمان کا ہے یا ہندو کا۔ جس شخص سے اُس نے پوچھا اُس نے نہایت درشتی سے جواب دیا کہ تو اندھا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ پانی کے مٹکے پر کلھڑ (یعنی مٹی کا آبخورہ پانی پینے کو) رکھا ہے۔ گویا یہ مسلمانی کی ایک علامت تھی کہ سب لوگ ایک آبخورہ سے پانی پیتے ہیں۔ اُس نے درشتی اس لیئے کی کہ باوجود مسلمانی کی علامت موجود ہونے کے اوسنے اُن کے مسلمان ہونے میں شبہ کیا ◆

اے بھائیو۔ جبکہ وہ قوم ایسی جاہل تھی تو وہ مسائل اسلام اور فلسفی دلائل صداقت اسلام کو کیا جانتے ہوں گے۔ بجز خدا و رسوؔل پر یقین ہونے کے اور کوئی بات جس سے وہ اپنے تئیں مسلمان کہتے تھے اُن میں نہ تھی۔ مگر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں اُن کے ایمان کو (میں اَور کسی کو کیوں کہوں) اپنے ایمان سے تو بہت زیادہ مستحکم جانتا ہوں (چیئرز) ◆

اے بھائیو۔ ایسے شخصوں کا ایمان نہایت مستحکم اور اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے جن کو کسی طرح کا نہ کچھ شک ہے نہ دل میں کسی طرح کا کچھ شبہ ہے۔ خدا و رسوؔل پر وہ دل سے یقین رکھتے ہیں اور جو کوئی اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے اُس کو مُسلمان جانتے ہیں۔ خدا کے جاننے اور رسوؔل پر یقین کرنے کے لیئے اُن کو کسی منطقی دلیل اور فلسفی برہان کی حاجت نہیں کیسی ہی کوئی بات خارج از عقل و ناقابل یقین اُن کے سامنے صحیح یا غلط بیان کیجاوے یہ کہکر کہ خدا اور رسوؔل نے فرمایا ہے وہ اُسپر یقین کرینگے پس ایسے لوگ ہماری بحث سے بالکل خارج ہیں۔ میں اُن کو یقین کا ستارا اور اسلام پر یقین رکھنے کا نمونہ سمجھتا ہوں اور ٹھیک مسلمان جانتا ہوں ◆

مگر دوسرا فرقہ بھی ہے جو ہر چیز کی صداقت کے لیئے دلیل چاہتا ہے۔ وہ اس بات کا خواہشمند ہے کہ اسلام کے عقاید فلسفی دلائل سے اُس کو بتائے جاویں۔ اُسکے دل کے شبہے مٹائے جاویں تاکہ اُسکے دِل کو تشفی حاصل ہو۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ دل میں تو دھوکہ پڑا ہو اور زبان سے لوگوں کے ڈر سے سوسائٹی کے دباؤ سے ہاں ہاں کہا کرے۔ یہی لوگ وہ ہیں جو ہمارے مخاطب ہیں اور جن سے ہمکو بحث ہے ◆

جس زمانہ میں خلفائے عباسیہ کی سلطنت رونق پر تھی اور مسلمانوں کا ستارہ نہایت عروج پر تھا اُس وقت مُسلمانوں میں یونانی فلسفہ علم طبعی نے کثرت سے رواج پایا تھا اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسائل میں جو اسلام سے متعلق تھے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا کیونکہ جو لوگ اُن مسائل فلسفہ اور علم طبعی کو سچ جانتے تھے اور اُن میں اور اسلام کے اسوقت کے موجودہ یا مجتہدہ مسائل میں اختلاف پاتے تھے تو اُن کو اسلام کی نسبت شُبہ پیدا ہوتا تھا

اگر تاریخ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ اسلام پر ایسے سخت حملہ کا تھا کہ اسلام کے سخت سے سخت دشمن کے سخت سے سخت حملہ کرنے سے بھی اُس سے زیادہ اسلام کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تمام علمار کو اس وقت اسلام کی حمایت کی ضرورت پڑی اور اُنہوں نے اُس کی حمایت اور اسکی نصرت میں کوشش کی۔ خدا اُن کی کوششوں کو قبول کرے۔ اُنھوں نے اسلام کی حمایت کے تین طریقے قرار دیئے۔ اوّل یہ کہ جو مسائل یونانی حکمت و فلسفہ کے اسلام کے مسائل کے برخلاف تھے اُن کی غلطی ثابت کردیں دوسرے یہ کہ اُن حکمی اور فلسفی مسائل پر اس قسم کے اعتراض وارد کردیں کہ جن سے وہ مسئلے خود مشتبہ ہوجاویں۔ تیسرے یہ کہ اسلام کے مسائل اور اُن حکمی فلسفی مسائل میں تطبیق کردیں +

اسی مباحثہ کی غرض سے مُسلمانوں میں ایک نیا علم پیدا ہوا جس کو علم کلام کہتے ہیں اور جسکی کتابیں آج تک ہمارے مذہب کے علمار کی درس و تدریس میں داخل ہیں اور جن پر وہ بہت کچھ افتخار رکھتے ہیں۔ یہی باعث ہوا کہ بہت سے مسائل یونانی۔ فلسفہ اور علم طبعی کے جو تیسری قسم کے تھے مُسلمانوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں شامل کرلیئے اور رفتہ رفتہ مثل مذہبی مسائل کے تسلیم ہونے لگے حالانکہ ان کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اس زمانہ میں اُن کا جُدا کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ پس میرا یہ خیال ہے کہ جس زمانہ میں اسلام کی ایسی حالت ہو اور اُسپر ایسا ہی حملہ ہو جیسا کہ اُس زمانہ میں ہوا تھا تو ہمکو بقدر اپنی لیاقت کے ویسی ہی کوشش کرنی چاہیئے جیسی کہ ہمارے بزرگوں نے اگلے زمانہ میں کی تھی +

اے دوستو! تم خوب جانتے ہو کہ اِس زمانہ میں جدید فلسفہ و حکمت نے شیوع پایا ہے جس کے مسائل اُن اگلے مسائل سے بالکل مختلف ہیں اور جو ایسے ہی برخلاف مسائل اسلام کے جو اِس وقت مروج ہیں پائے جاتے ہیں جیسے کہ اُس زمانہ میں تھے۔ بلکہ سخت مشکل یہ آپڑی ہے کہ یونانی مسائل علم طبعی کے جن کی غلطی اب ثابت ہوئی ہے اور جن کو اُس زمانہ کے علمار نے مثل مذہبی مسائل کے مان لیا تھا جیسا کہ میں نے ابھی کہا اس سے اَور زیادہ مشکل ہوگئی ہے +

اے دوستو! ایک اَور بڑی مشکل یہ ہے کہ اس زمانہ کی تحقیقات اور یونانی حکمت کے زمانہ کے مسائل میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اُس زمانہ میں جو حکمت کے مسائل تھے وہ زیادہ تر عقلی اور قیاسی دلیلوں پر مبنی تھے۔ تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر قایم نہیں ہوئے تھے۔ ہمارے بزرگوں کو نہایت آسانی تھی کہ مسجدوں اور خانقاہوں کے حجروں میں بیٹھے بیٹھے قیاسی مسائل کو

قیاسی دلائل سے اور عقلی کو عقلی براہین سے توڑتے پھوڑتے رہیں اور اُن کو تسلیم نہ کریں ۔ مگر اس زمانہ میں نئی صورت پیدا ہوئی ہے جو اس زمانہ کے فلسفہ و حکمت کی تحقیقات سے بالکل علیحدہ ہے۔ اب مسائل طبعی تجربہ سے ثابت کیے جاتے ہیں اور وہ ہمکو دکھلا دیئے جاتے ہیں۔ یہ مسائل ایسے نہیں ہیں جو قیاسی دلائل سے اُٹھا دیئے جاویں یا اُن تقریروں اور اصولوں سے جو اگلے زمانہ کے عالموں نے قرار دیئے ہیں ہم اُن کا مقابلہ کرسکیں۔ مثلاً آسمانوں کے خرق والتیام کا مسئلہ جو ہمارے ہاں کے علوم طبعی کا بہت بڑا مسئلہ ہے اور آج تک درس و تدریس میں رہا ہے اور جو اصول علم طبعی کے مذہب اسلام میں تسلیم کر لیئے گئے ہیں اُن سے بھی اس کو بڑا تعلق ہے۔ اب وہ مسئلہ کس کام کا ہے اور اُس کے پڑھنے پڑھانے سے کیا فایدہ ہے جبکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ جس طرح اگلے حکما یا علما نے آسمانوں کا وجود قرار دیا تھا وہی غلط تھا۔ اب تو اس بات پر غور کرنی لازم ہے کہ آسمان سے کیا مراد ہے اور اُسکے لیئے جدید اصول و مسائل ایجاد کرنے کی ضرورت ہے نہ اُن بوسیدہ و ازکار رفتہ مسائل کے یاد کرنے کی (چیئرز) ۔

ایک بہت بڑی بحث ہمارے ہاں ہیولے و صورت کی تھی اگر یونانی فلسفہ کے مطابق ہیولے تسلیم کیا جاتا تھا تو معاد کا وجود جو ایک اہم مسئلہ مذہب اسلام کا ہے باطل ہوتا تھا اُسپر علمائے اسلام نے بہت بڑی بحث کی جو کسی قدر بے سود اور کسی قدر ناکافی تھی ۔

بہرحال اس زمانہ کی حکمت طبعی میں ہیولے کی کچھ بحث نہیں ہے بلکہ تمام اجسام کی ترکیب اجزاء صغار سے تسلیم کی جاتی ہے۔ پس اب ہیولے و صورت کی بحث سے جو ہمارے ہاں تعلیم دینی اور دنیاوی دونوں میں داخل ہے کیا فایدہ ہے۔ ایسے اور بہت سے مسائل ہیں جو اسی طرح مثالاً بیان ہوسکتے ہیں ۔

اے دوستو! مجھ کو معاف کروگے اگر میں یہ کہوں کہ ایک بہت بڑا ضروری امر جو اُن علماء کے خیال سے رہ گیا تھا وہ یہ تھا کہ اُنہوں نے یونانی حکمت و فلسفہ کے مقابلہ میں تو بہت کچھ کیا مگر اس بات میں کچھ نہیں کیا یا بہت ہی کم کیا کہ جو کچھ وہ خود مذہب اسلام کو بیان کرتے تھے اُسپر منکر اسلام یا شکک فی الاسلام کے دل کو کیونکر تشفی ہو۔ یہ کہدینا کہ اسلام میں یونہی آیا ہے اُسکو ماننا چاہیئے یہ تو نہ یقین کو اور نہ اُن لوگوں کی تشفی کو کافی ہے (چیئرز) ۔

ایسے ہی اور بہت سے وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اس زمانہ میں نئے طریقے بحث کے اختیار کرنے کی مسلمانوں کو ضرورت ہے کیونکہ جو شخص اسلام کو برحق سمجھتا ہے اور اُس پر پورا یقین رکھتا ہے اُس کا دل گواہی دے گا کہ گو منطق و فلسفہ اور علم طبعی میں کتنی کچھ تبدیل ہو جاوے

اور مسائل حقّہ اسلام کے وہ کیسے ہی مخالف معلوم ہوتے ہوں مگر اسلام ہی سچا ہے۔ یہ بات سچے اور سادہ دل سے اسلام پر یقین رکھنے والوں کے لیئے تو کافی ہے مگر منکرین یا مشککین کے لیئے کافی نہیں علاوہ اس کے یہ کچھ حمیت کا کام نہیں ہے کہ موٹھ سے تو یہ کہیں کہ اسلام سچا ہے مگر اُن جدید مسائل حکمت و فلسفہ کے مقابلہ میں اُس کی تائید نہ کریں۔ اس لیئے اس زمانہ میں مثل زمانہ گذشتہ کے ایک جدید علم کلام کی حاجت ہے جس سے یا تو ہم علوم جدیدہ کے مسائل کو باطل کر دیں یا اُن کو مشتبہ کر دیں یا اسلامی مسائل کو اُن سے مطابق کر دکھلائیں۔

اِس وقت جو بزرگ اِس جلسہ میں موجود ہیں ہیں اُن سب سے بخوبی واقف نہیں ہوں۔ مگر میں یقین کرتا ہوں کہ اس جلسہ میں بہت سے ذی علم لوگ بھی موجود ہیں۔ میں نہایت صدق دل سے اُن کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ جو لوگ ایسا کرنے کے لائق ہیں اور وہ پوری کوشش حال کے علم طبعی و فلسفہ کے مسائل کے اسلامی مسائل سے تطبیق دینے یا اُن کا بطلان ثابت کرنے میں نہ کریں گے وہ سب گنہگار ہیں اور یقیناً گنہگار ہیں۔ اگر اُن میں سے ایک دو بھی اِس کام کو انجام دیں گے تو بے شک فرض کفایہ ادا ہو جاوے گا (چیئرز)۔

میں ایک شخص ہوں جس کا یہ یقین ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو جدید فلسفہ اور جدید علوم طبعی سے جو انگریزی زبان میں ہیں بخوبی واقف ہو اور ان تمام اسلامی مسائل پر جو اس زمانہ میں اسلامی مسائل کہلاتے ہیں یقین رکھتا ہو۔ انگریزی خواں نوجوان اور بچے مجھ معاف کریں گے میں نے کوئی انگریزی خواں جس کو انگریزی علوم کا مذاق بھی حاصل ہو گیا ہو ایسا نہیں دیکھا جسکو پورا پورا یقین ہمارے زمانہ کے مروجہ مسائل اسلام پر ہو۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جس قدر وہ علوم پھیلتے جاویں گے اور جن کا پھیلنا ضروری ہے اور میں خود بھی اُن کے پھیلانے میں معین و مددگار ہوں اُسیقدر لوگوں کے دلوں میں اسلام کی جانب سے جیسا کہ اُس کو اس زمانہ میں بنا دیا ہے بدظنی اور بے پرواہی بلکہ رُو گردانی ہوتی جاوے گی۔ میرا یہ بھی یقین ہے کہ اصلی مذہب کا یہ نقصان نہیں ہے بلکہ یہ اُن غلطیوں کا سبب ہے جو اسلام کے نورانی چہرہ پر لگ گئی ہیں یا نادانستہ لگا دی ہیں۔

میں ہرگز اس لایق نہیں ہوں کہ اسلام کے نورانی چہرہ پر سے اُن غلطیوں کے سیاہ دھبوں کے چھوڑانے کا دعوی کروں یا حمایت اسلام کا کام اپنے ذمہ لوں۔ یہ فرض اَور منصب دوسرے مقدس و عالم لوگوں کا ہے۔ مگر جبکہ میں مسلمانوں میں اُن علوم کے پھیلانے

کا ساعی ہوں جن کی نسبت میں نے ابھی بیان کیا کہ وہ موجودہ اسلام کے کس قدر مخالف ہیں تو میرا فرض تھا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے صحیح یا غلط جو کچھ میرے امکان میں ہو اُس طرح اسلام کی حمایت کروں اور اسلام کے اصلی نورانی چہرہ کو لوگوں کو دکھلاؤں - میرا کانشنس (ایمان) مجھ سے کہتا تھا کہ اگر میں ایسا نہ کروں گا تو خدا کے سامنے گنہگار ہوں گا (چیئرز) +

اے میرے دوستو! میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میری تحقیقات ہے وُہی صحیح ہے مگر جب مجھ کو بجز اسکے کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکے وہ کروں اَور کچھ چارہ نہ تھا تو مجھ کو ضرور وُہی کرنا تھا جو میں نے کیا یا کرتا ہوں - میری نیت خالص خدا کے ساتھ ہے - اگر مَیں نے بُرا کیا ہے وہ چاہے گا معاف کرے گا چاہے گا نہ کرے گا - اگر میں نے اچھا کیا ہے تو میں اُس کا صلہ کسی بندہ سے نہیں چاہتا - اور یہی وجہ ہے کہ نہ میں لوگوں کے کافر کہنے سے یا نیچری کہنے سے ڈرتا ہوں نہ بُرا مانتا ہوں - جو لوگ مجھ کو میری ان کوششوں کے سبب بُرا کہتے ہیں کافر بتلاتے ہیں میں اُن سے اپنی شفاعت کا خواستگار نہیں ہوں اور نہ ہوں گا جو بھلا یا بُرا میرا معاملہ ہے وہ خدا کے ساتھ ہے - اگر مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہے یا آیندہ ہو گی خدا سے مجھے اُمید ہے کہ وہ مجھپر رحم کرے گا (چیئرز) +

اے دوستو! اِس لمبی تمہید کے بیان کرنے کے بعد اَب میں اپنے کچھ خیالات جو اسلام کے متعلق ہیں بیان کروں گا - اس وقت جو کچھ مَیں بیان کروں گا ضرور ہے کہ محض آزادانہ طریقہ سے بیان کروں گا اُن کو اس خیال پر نہیں بیان کرنے کا کہ میں مسلمان ہوں کیونکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے اُس میں آزادانہ دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی - اِس وقت مَیں اپنی گفتگو کا طرز ایسا اختیار کروں گا جیسے ایک غیر شخص اسلام کے اصول و مسائل کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے جن کو اسلام یا اصول اسلام پر شبہ ہے یا انگریزی خواں نوجوان طلبہ میرے مخاطب ہیں جن کو جدید فلسفہ اور جدید علوم طبعی نے اسلام کے اصول کے صحیح ہونے پر شبہ ڈال دیا ہے یا اُس کے غلط ہونے کا اُنہوں نے یقین کر لیا ہے +

جو شخص یہ بیان کرتا ہے کہ اسلام سچا ہے تو اُس کو یہ بھی کہنا چاہیئے کہ وہ اسلام کی سچائی کیونکر ثابت کر سکتا ہے - کوئی مذہب ہو اسلام یا عیسائی یا ہندو جس وقت اُن میں کا کوئی اپنے مذہب کی تائید یا تصدیق کرنی چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ اوّل وہ اُسکی صداقت ثابت کرے یہ کہنا کہ فلاں شخص کے مقدس ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے اور ہم اُس مقدس کے قول پر ایمان رکھتے ہیں اُس مذہب کی صداقت ثابت کرنے کو کافی نہیں - یہ تو صرف

اس معیار کے قایم کرنے کے بعد میں نے یہ تصفیہ لیا ہے کہ اسلام بالکل فطرت کے مطابق ہے اور اس لیئے میں نے کہا ہے کہ "الاسلام ھو الفطرت والفطرت ھو الاسلام" بہت ٹھیک مسئلہ ہے۔ مگر افسوس ہے اُن لوگوں پر کہ جنہوں نے دانستہ فطرتی یا نیچری ہونے کا دوسرے معنوں میں مجھ پر الزام لگایا ہے اُن کو خدا کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا۔ خدا سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے جس طرح اُس نے آسمان و زمین و مافیہا اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا اُسی طرح اُس نے نیچر کو بھی پیدا کیا۔ وہ جس طرح ہمارا اور تمہارا اور سب کا خالق ہے اُسی طرح نیچر کا بھی خالق ہے۔ پس مخالفین کا یہ کہنا کہ میں نیچر کو خالق یا نعوذ باللہ نیچر کو خدا کہتا ہوں کس قدر بہتان عظیم ہے۔ جس کو میں مخلوق کہتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ وہ اُس کو خالق کہتا ہے۔ خدا کے سامنے اُس دن جبکہ اعمالوں کی پرسش ہوگی۔ بڑی بڑی ڈاڑھی والوں اور پیشانی پر رگڑ کر گٹا ڈالنے والوں۔ ٹخنے سے اونچا پاجامہ پہننے والوں۔ جو سچ کے بدلے جھوٹ کو خریدتے ہیں اس کا سوال ہوگا جنہوں نے یہ جھوٹے الزام مجھ پر لگائے ہیں اُس کو میں خدا پر چھوڑتا ہوں نہیں میں خدا پر نہیں چھوڑتا بلکہ میں اپنی طرف سے اُن کو معاف کرتا ہوں (چیرز نہایت زور سے) میں اپنے کسی بھائی سے کسی ہم جنس سے نہ دنیا میں بدلا لینا چاہتا ہوں نہ قیامت میں (چیرز) میں نہایت ناچیز ہوں مگر اُس رسول کی تربیت میں ہوں جو رحمۃ للعالمین ہے میں اپنے دادا کی راہ پر چلوں گا۔ اور تمام لوگوں کو جنہوں نے مجھ کو بُرا کہا جنہوں نے مجھ پر اتہام کیا یا آیندہ کہیں اور کریں سب کو میں معاف کروں گا (چیرز) ؎

جو طریقہ میں نے اوپر بیان کیا۔ کیا کوئی کہے گا کہ وہ طریقہ اسلام کی تائید کا نہیں اور کیا اُس کے ذریعہ سے بڑے بڑے فلسفی حکیموں اور علوم طبعی کے جاننے والوں اور ملحدوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اور کیا وہ طریقہ کسی طرح اسلام کے مخالف ہے؟ اس پر بھی مجھے یہ دعوے نہیں کہ جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے اُس میں غلطی نہیں میں معصوم نہیں ہوں اور نہ معصوم ہونے کا دعوے کرتا ہوں میں ایک جاہل آدمی ہوں اسلام کی محبت سے میں نے یہ کام کیا ہے جس کے لایق میں نہیں ہوں۔ بلاشبہ وہ ایک نیا طریقہ ہے۔ اس میں بھی درحقیقت میں نے قدیم علماء کی پیروی کی ہے۔ جس طرح اُنہوں نے ایک نئے ڈھنگ پر علم کلام ایجاد کیا تھا اُسی کی نظیر پر میں نے یہ نیا طریقہ صداقت کے ثابت کرنے کا ایجاد کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اُس میں غلطی ہو مگر آیندہ علماء

اس کی صحت کردیں گے اور اسلام کو مدد دیں گے میرے خیال میں مخالفین اور مشککین فی الاسلام کے مقابلہ میں اسلام کی تائید اسی طریقہ پر ہوسکتی ہے۔ اور کسی طریقہ پر نہیں ہوسکتی (چیئرز)۔

آپ صاحبوں نے مجھ سے چاہا ہے کہ میں بیان کروں کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اُسکے جواب میں میں کہتا ہوں کہ وہ چیز جس پر یقین کرنے سے کوئی شخص مسلم یا مسلمان کہا جاسکتا ہے وہ خدا کی توحید ہے۔ جو شخص خدا کو برحق جانتا ہے اور اُس کی توحید پر یقین رکھتا ہے وہ مسلم یا مسلمان ہے۔ یہی رکن اوّل اور رکن اعظم اسلام کا ہے اور باقی ارکان اُسکے تحت میں اور اُس کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے کہ کسی خالص دوا کی معجون ہو اور اُس کے ساتھ اور اجزا بھی ملے ہوئے ہوں۔ خدا کو واحد مطلق اور خالق تمام چیزوں کا جاننا اور سمجھنا بلکہ نہ صرف جاننا اور سمجھنا بلکہ اُسپر یقین ہونا اسلام ہے اور جو اُسپر یقین کرے وہ مسلم ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کے تکرار کا ذکر فرما کر فرمایا "بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربّه" یعنی جس نے خدا پر یقین کیا اپنا مونھ خدا کے سامنے کیا اور نیک کام کرتا ہے تو اُس کا اجر اُس کے خدا کے پاس ہے۔ خدا نے اہل کتاب سے اور کچھ نہیں چاہا بجز اس کے کہ خدا کی توحید مانیں اور اُسی کی عبادت کریں جہاں فرمایا "یا اهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا الله" اور ایک جگہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت خدا کے لیئے ہے اور اُس کے بعد فرمایا کہ "انا اوّل المسلمین" اسمٰعیل و ابراہیم نے یہ دُعا مانگی "ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک" حضرت عیسےٰ کے حواریوں نے بھی خدا پر ایمان لانے کے بعد کہا کہ "واشهد باننا مسلمون" حضرت ابراہیم کو خدا نے کہا "اسلم"۔ حضرت ابراہیم نے کہا "اسلمت لرب العالمین" حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو نصیحت کی "یابنیّ ان الله اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتنّ الا وانتم مسلمون" اور ایک جگہ خدا نے فرمایا کہ "ان الدین عند الله الاسلام" پھر خدا نے فرمایا کہ "ما کان ابراهیم یهودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما" یعنی ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی بلکہ ٹھیٹ مسلمان تھا۔ پس جو حقیقت اسلام کی خدا نے بتلائی وہ خدا کو ماننا اور اُسپر یقین ہونا ہے۔

خدا پر اور خدا کی وحدانیت پر اُس وقت یقین ہوسکتا ہے جب اُسکی ذات و صفات پر

ایک اعتقادی بات ہے۔ جو لوگ جس کسی کی پیروی کرتے ہیں خواہ وہ اوتار ہو یا پیغمبر یا عیسائیوں کا خدا ہر ایک کا پیرو اُس کو جس کی وہ پیروی کرتا ہے ایسا ہی مقدس اعتقاد کرتا ہے۔ ہر ایک مذہب والے کو اپنے مذہب پر ایسا ہی یقین ہے جیسے دوسرے مذہب والے کو اپنے مذہب پر۔ پھر کیونکر ہم ایک کو سچا اور دوسرے کو غلط کہہ سکتے ہیں ٭

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جسمیں غلطی کا احتمال بھی نہیں ہے تو دوسرا شخص بھی کہتا ہے کہ اُس کے پاس بھی خدا کی کتاب ہے جس کی صحت میں اُس کو ذرا بھی شک نہیں ہے۔ پس اِس صورت میں ایک کے یقین کی دوسرے کے یقین پر ترجیح کی وجہ بتانی چاہیئے اور قابل تسکین دلیل پیش کرنی چاہیئے جس کی بنا کسی اعتقاد پر نہو کہ کیوں ہمارے پاس کی کتاب تو خدا کی بھیجی ہوئی ہے اور دوسرے کے پاس کی خدا کی بھیجی ہوئی نہیں ہے ٭

اگر ہم اپنے پیغمبروں کے معجزات کو اپنے مذہب کی صداقت کے لیئے پیش کرتے ہیں تو قطع نظر اُن مشکلات کے جو اُن کے امکان وقوع میں اور پھر اُن کے ثبوت وقوع میں پیش آتی ہیں دوسرے مذہب والا بھی اُسی قسم کے معجزات اپنے پیشواؤں کے بیان کرتا ہے۔ تو اب کیا وجہ ہے کہ جو معجزات ہم بیان کرتے ہیں اُن کو صحیح مانیں اور دوسرا جو بیان کرتا ہے اُن کو غلط قرار دیں۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جو اعتقادات پر مبنی ہیں۔ کوئی شخص اُن کو مٹا نہیں سکتا اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ فلاں اعتقاد صحیح ہے اور فلاں اعتقاد غلط۔ اگر کسی ایک شخص کا ایسا عقیدہ ہو بھی جاوے تو کیا اُمید ہے کہ اَور بھی ایسا ہی اعتقاد کر لینگے۔ اس لیئے ضرور ہے کہ ہم صداقت کے پہچاننے کے لیئے ایک ایسی معیار پیدا کریں اور ایسی کسوٹی قایم کریں جو سب مذہبوں سے یکساں نسبت رکھتی ہو اور جس سے ہم اپنے مذہب یا اعتقاد کو سچا ثابت کر سکیں (چیمبرز) ٭

اب میں اُس معیار کو بیان کروں گا جو تمام دنیا کے مذہبوں سے یکساں نسبت رکھتی ہے اور جو کہ میں اصلی مذہب اسلام کو جسے خدا و رسول نے بتایا ہے سچ جانتا ہوں نہ اُسکو جسے علماء نے اور مقدس مولویوں اور واعظوں نے گھڑا ہے بغیر کسی دھوکہ دینے کے اُس معیار سے جانچوں گا اور اُس کا سچ ہونا ثابت کروں گا اور یہی فیصلہ ہمارے اور دوسرے مذہب والوں کے درمیان ہوگا ٭

کوئی شخص لامذہب یا کسی مذہب کا معتقد اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ انسان کی بناوٹ اس قسم کی ہے یا خدا نے اُسکو ایسے قوائے مرکبہ سے پیدا کیا ہے جن سے وہ

کسی کام کے کرنے کے لائق ہے اور کسی کے نہ کرنے کے لایق ہے اور اس لیئے حالت زندگی میں اُس کو ایک ایسی روش اختیار کرنی چاہیئے جس سے اُس کے قوا بیرونی و اندرونی وہ کام دیں جس کے لیئے اُن کا ہونا یا پیدا کرنا پایا جاتا ہو۔ پس جو مذہب کہ ہمارے سامنے پیش کیئے جاتے ہیں اُن کی صداقت کی یہی معیار ہو سکتی ہے کہ اگر وہ مذہب فطرت انسانی یا نیچر کے مطابق ہے تو سچا ہے اور اس بات کی صاف دلیل ہے کہ وہ مذہب اُس شخص کا بھیجا ہے جس نے انسان کو بنایا ہے اور اگر وہ مذہب انسانی فطرت اور اُسکی خلقت اور اُن قوا کے جو انسان میں ہیں اور اُن حقوق کے جو اُن قوا سے انسان کے لیئے پائی جاتے ہیں اُس کے برخلاف ہے اور اُن کو فایدہ مندی سے کام میں لانے سے باز رکھتا ہے تو اس بات میں شُبہ ہوتا ہے کہ وہ مذہب اُس شخص کا بھیجا ہوا ہے جس نے انسان کو بنایا ہے کیونکہ ہر شخص اس بات کو غالباً قبول کرے گا کہ مذہب انسان کے لیئے بنایا گیا ہے اور اگر اُس کو اُلٹ دو اور یوں کہو کہ انسان مذہب کے لیئے بنایا گیا تو بھی یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے ۔

پس میں نے مذاہب کی صداقت دریافت کرنے کے لیئے اور مذہب اسلام کی صداقت کی جانچ کے لیئے بھی یہ اصول قرار دیا ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے یا نہیں جو انسان میں بنائی گئی ہے یا انسان میں موجود ہے۔ اور مجھ کو یقین ہوا ہے کہ اسلام اُس فطرت کے مطابق ہے (چیمبرز) ۔

بے شک یہ کام بہت بڑے حکما و علما کا تھا مجھ کو اس کام کے انجام دینے کی لیاقت نہیں ہے گو میں نے چند لمحہ پہلے اُس کے اختیار کرنے کی وجہ کو بیان کیا تھا اُس سبب سے میں نے بقدر اپنی طاقت کے اُسکو کرنا شروع کیا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا نے جو ہمکو پیدا کیا ہے اور ہمارے واسطے جو ہدایت بھیجی ہے وہ ہدایت بالکل ہماری خلقت ۔ ہماری فطرت ۔ ہمارے نیچر کے مطابق ہے اور یہی اُس کی سچائی کی دلیل ہے کیونکہ یہ کہنا بڑی بے عقلی کی بات ہوگی کہ خدا کا فعل اَور ہوگا اور اُس کا قول اَور۔ تمام کائنات مع انسان کے خدا کا فعل ہے اور مذہب اُس کا قول وہ دونوں مختلف نہیں ہو سکتے (واضح ہو کہ سید صاحب کا یہ قول ہے کہ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ مختلف نہیں ہو سکتے۔ ورک سے وہ نیچر مراد لیتے ہیں اور ورڈ سے مذہب) یہ معیار میں نے اُن لوگوں کے لیئے مقرر کی ہے کہ جو خود اپنے دل میں کسی مذہب کی صداقت کا تصفیہ کرنا اور اپنے دل کو تشفی دینا چاہتے ہیں اور نیز اُن لوگوں کے لیئے جو شک فی الاسلام میں یا اسلام کے مخالف ہیں۔ اور میری سمجھ میں اس سے زیادہ اَور کچھ معیار نہیں ہو سکتی ۔